گلشنِ خطیب ایک باغ ادب کا ہے
سامان اِس میں ذوقِ طلب کا ہے

گلشنِ خطیب

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی عفی عنہ

3

گلشنِ خطیب ایک باغ ادب کا ہے
سامان اِس میں ذوقِ طلب کا ہے

گلشنِ خطیب

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی عفی عنہ

شبیر برادرز
۴۰۔ اردو بازار لاہور فون:
042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

گلشنِ خطیب

باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	مئی 2014ء / رجب 1435ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0322-7202212
قیمت	-/270 روپے

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فیضانِ نظر

فخر الاولیاء، عمدۃ الاذکیاء، عاشق سید الوریٰ پیر طریقت، رہبر شریعت
منظور نظر حضور ضیاء الامت، سیدی و مرشدی استاذی و استاذ العلماء

حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
آستانہ عالیہ کھروٹہ سیداں شریف سیالکوٹ

❁❁❁❁❁
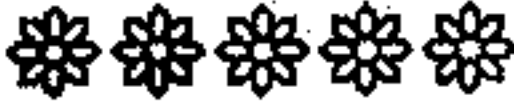
الاھداء

بنام

خادم دین وملت، فخر الامت، فنافی اللہ استاذی واستاذ الحفاظ

جناب حضرت حافظ شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ٹھکر میانہ (منڈی بہاؤالدین)

و

عالم نبیل، فاضل جلیل، فخر القراء، زینۃ القراء، عاشق مصطفٰے

سرمایۂ دین وملت، استاذی واستاذ القراء والعلماء

جناب الحاج الحافظ القاری نذیر احمد نقشبندی صاحب

(سیالکوٹ)

❁❁❁❁❁
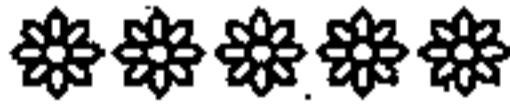
برائے ایصال ثواب

خادم ملت، مقبول عوام

جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ جن کی اولاد خدمت دین میں مصروف عمل ہے۔

اللہ کریم ان کی قبروں پر رحمتوں کی بارشیں برسائے

اور بروز قیامت انہیں حضور اکرم ﷺ کے سایۂ عاطفت میں جگہ نصیب فرمائے۔

مالک و مولا عزوجل انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

❁❁❁❁❁

حروفِ تحسین

از:۔شہنشاہ خطابت، مناظر اسلام، مبلغ اسلام مقبول نظر
آستانہ عالیہ حضرت سخی سلطان باہو صاحب

عزت مآب جناب علامہ محمد رفاقت صاحب

فیاض ازل نے اس معمور ہستی میں سانسوں کی مالا ہر انسان کو بطور نعمت اور امانت، عطا کی ہے۔ سرور عالم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔ دین تو سراپا خیر خواہی ہے۔ اچھے لوگ اپنی سانسوں کی مالا کا ہر دانہ ملت کے نام کرنا چاہتے ہیں۔

ممدوح گرامی! حضرت علامہ مولانا ظفر اقبال چشتی بھی ایسے لوگوں میں سے ہیں۔ جن کا نقش نقش خدمت دین میں صرف ہو رہا ہے، کبھی مصلائے رسول پر فوکس ہیں۔ تو کبھی منبر رسول پر اور کبھی مسند تدریس کو زینت بخشتے ہیں۔ ان کا تازہ ترین، مجموعۂ خطابت، ''گلشن خطیب'' بھی اسی سلسلہ کی ایک زرین کڑی ہے۔ میں نے بہت سارے مقامات کا مخلصانہ جائزہ لیا ہے۔ کتاب انتہائی مفید ہے۔ اور مؤلف کے لیے صدقہ جاریہ۔

انہوں نے کلامی موضوعات سے ہٹ کر اصلاحی موضوعات کی طرف توجہ دی ہے۔ اور شعوری کوشش کی ہے کہ بندہ اللہ رب العزت کا سچا اطاعت شعار بن جائے۔ ہماری دعا ہے کہ! اللہ کریم، حضرت علامہ صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔

محمد رفاقت

سلطان باہو ٹرسٹ، پاکستان

الانتساب

بنام

فخر ملت، تاجدار ولایت، فخر الاتقیاء، عاشق مصطفےٰ، مفسر قرآں،
حضور ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری
نور اللہ مرقدہ

اور

سرمایہ ملت، آفتاب ولایت، امیر اہلسنّت، پیر طریقت
رہبر شریعت، مجدد دین وملت ابو البلال
جناب محمد الیاس عطار قادری رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

غبارِ راہِ طیبہ
25/02/2014

فہرست عناوین

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

جان کے حقوق

یتیم کے حقوق

بیوی کے حقوق

حقوقِ والدین (بعد از وصال)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الرَّحْمَۃِ وَالْغُفْرَانِ ○ فَاتِحِ بَابِ الرَّحْمَۃِ وَالرِّضْوَانِ ○ یُنَوِّرُ الْقَلْبَ بِنُوْرِ الْعِرْفَانِ ○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ○

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ

وَاللَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَّفْرَتِہٖ

کَنْزُ الْکَرَمِ مَوْلَی النِّعَمِ

ہَادِی الْاُمَمِ لِشَرِیْعَتِہٖ

❋❋❋❋❋

❁❁❁❁❁
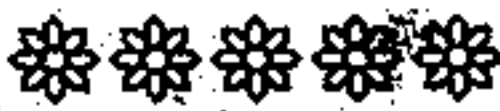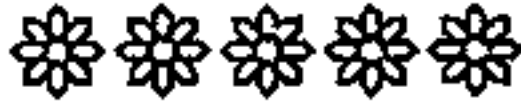
تیری ادا ادائے حق، تیری رضا رضائے حق
وحی خدا ہے تیرا کلام، تجھ پر درود اور سلام
صَلِّ علیٰ نبینا صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ شفیعنا صَلِّ علیٰ محمدٍ
مشکل جو سر پہ آپڑی، تیرے ہی نام سے ٹلی
رحمت بھرا ہے تیرا نام، تجھ پر درود اور سلام
صَلِّ علیٰ نبینا صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ شفیعنا صَلِّ علیٰ محمدٍ
در جو تیرے آئے گا، جھولیاں بھرتا جائے گا
جود و سخا تیرا عام، تجھ پر درود اور سلام
صَلِّ علیٰ نبینا صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ شفیعنا صَلِّ علیٰ محمدٍ

❁❁❁❁❁

حقوقِ والدین (بعد از وصال)

ماں باپ نے اپنی اولاد کے لیے جو تکلیفیں اُٹھائیں...... زحمتیں گوارا کیں...... شب و روز ان کی پرورش میں مصروف (Busy) رہے...... ان کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کی جدوجہد کی اور جس قدر دیگر احسانات کیے' ان کی وجہ سے والدین کا حق اتنا عظیم ہے جو حدوشمار سے ماورا ہے' انسان کبھی بھی اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

ہر نعمت و خوبی وجود پر موقوف ہے (اگر انسان کا وجود ہی نہ ہو تو کوئی نعمت بھی حاصل نہیں ہوتی) اور انسان کے وجود کا سبب والدین ہیں تو گویا ہر نعمت و خوبی کا سبب والدین ہوئے غرضیکہ ان کا صرف ماں باپ ہونا ہی عظیم حق ہے کہ اولاد کبھی اس سے بَری الذمہ نہیں ہوسکتی جب کہ اولاد پر والدین کے دیگر احسانات اس کے علاوہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندۂ مومن زندگی بھر والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے باوجود ان کے وصال کے بعد بھی سوچتا ہے کہ میں تو ان کے لیے کچھ بھی نہ کرسکا۔ کاش! کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ میں ان کی وفات کے بعد ان کی روح کو خوش کرسکوں۔ انہی نیک خواہشات کے پیشِ نظر والدین کی وفات کے بعد بھی ان سے حسنِ سلوک کی اسلام نے متعدد صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً

۱) نمازِ جنازہ پڑھنا اور تدفین کرنا

۲) مغفرت کی دعا کرنا

۳) والدین کی طرف سے حج کرنا

۴) ایصالِ ثواب کرنا

۵) قرض ادا کرنا

۶) ماں کی سہیلیوں، باپ کے دوستوں کی عزت کرنا

۷) گناہوں سے بچنا اور نیکیاں کرتے رہنا

۸) والدین کی قبر کی زیارت کرنا

❁❁❁❁❁
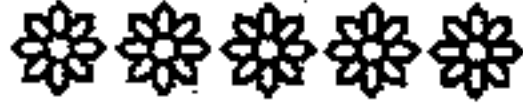
(الف) نمازِ جنازہ پڑھنا اور تدفین کرنا

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بزرگانِ دین بڑھ چڑھ کر جنازوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے کیونکہ نمازِ جنازہ میں شریک ہونا کارِ ثواب ہے۔ ہمسایوں کا حق ہے کہ اگر کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے۔ والدین میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو بدرجہ اولیٰ ان کا حق بنتا ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھ کر ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے اگر مرنے والا بخشا ہوا ہو تو اس کے صدقے سے نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی اور اگر نمازِ جنازہ پڑھنے والوں میں کوئی بخشا ہوا ہے تو اس کے صدقے سے مرنے والے کی بخشش کی امید ہے۔

کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیٹا قدید یا عسفان کے مقام پر فوت ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا:

"کریب! دیکھو کیا لوگ اس کے جنازے پر اکٹھے ہو گئے ہیں؟"

کہتے ہیں:

"میں نے باہر نکل کر دیکھا تو لوگ اس پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ میں نے انہیں خبر دی تو انہوں نے فرمایا:

"کیا چالیس تک تعداد ہے؟"

عرض کی:

''جی ہاں!''

انہوں نے فرمایا:

''تم اس کی میت کو (نمازِ جنازہ کے لیے) نکالو کیونکہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَامِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ، فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِہٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَایُشْرِکُوْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّاشَفَّعَھُمُ اللّٰہُ فِیْہِ۔

''کوئی بھی مسلمان جب مرتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے والے چالیس افراد جب اس پر نماز پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب: الجنائز: ۲/۶۵۵، الرقم: ۹۴۸، سنن ابن ماجہ، کتاب: الجنائز: ۱/۴۷۷، الرقم: ۱۴۸۹، مسند احمد بن حنبل: ۱/۲۷۷، الرقم: ۲۵۰۹)

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مَیِّتٍ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ اُمَّۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ مِائَۃً کُلُّھُمْ یَشْفَعُوْنَ لَہٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِیْہِ۔

''اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کسی بھی میت پر جب سو مسلمان اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہوئے اس کے لیے شفاعت کرتے ہیں تو اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب: الجنائز: ۲/۶۵۴، الرقم: ۹۴۷، سنن ترمذی، کتاب الجنائز: ۳/۳۴۸، الرقم: ۱۰۲۹، سنن نسائی، کتاب: الجنائز: ۴/۷۵، الرقم: ۱۹۹۱)

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ مِائَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ غُفِرَلَهٗ.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس میت پر سو مسلمان افراد نماز پڑھیں تو اسے بخش دیا جاتا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ کتاب: الجنائز: ۱/۴۷۷، الرقم: ۱۴۸۸)

حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا اس نے عرض کی:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا والدین سے حسنِ سلوک میں سے ان کی موت کے بعد کچھ باقی رہ جاتا ہے؟''

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں!''

اَلصَّلَاةُ عَلَیْهِمَا.

''ان کی صلاۃ الجنازہ ادا کرنا

وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا.

''ان کے لیے استغفار کرنا

وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا.

''ان کے بعد ان کے عہد و پیمان کو پورا کرنا۔

وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا.

''صلہ رحمی کرنا جس کا وجود انہیں سے وابستہ ہو۔

وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا.

''ان کے دوست کی عزت وتکریم کرنا۔

(سنن ابی داؤد: ۲:۵۸۷، الرقم: ۵۱۴۲، مسند امام احمد: ۱۲/۴۳۵، الرقم: ۱۶۰۰۴، تفسیر دُرِ منثور (اردو): ۴/۴۵۸، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، بحوالہ شعب الایمان: ۶/۱۹۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

تدفین میں شرکت کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ كُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ:

''جو شخص ایمان کا تقاضا سمجھ کر اور حصولِ ثواب کی نیت سے مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلے یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ دو قیراط ثواب واپس لے کر لوٹتا ہے جس میں سے ہر قیراط اُحد (پہاڑ) کے برابر ہے اور جو شخص صرف جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اور دفن میں شریک نہ ہو تو ایک قیراط کا ثواب لے کر واپس ہوتا ہے۔''

(صحیح بخاری کتاب: الایمان: ۱/۲۹، الرقم: ۴۷، صحیح مسلم کتاب: الجنائز، ص: ۲/۴۷۲، الرقم: ۵۶ (۹۴۵)

❁❁❁❁❁

(ب) رحمت و مغفرت کی دعا کرنا

اگر خدانخواستہ ماں باپ کی زندگی (Life) میں ان کی خدمت نہ ہو سکی ہو اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی ہوتی رہی ہو اور اب ندامت اور پشیمانی ہو رہی ہو تو یاد رکھیے اب بھی وقت ہے اگر آپ کے والدین یا ان میں سے ایک زندہ ہو تو آج کے بعد ان کی خدمت کرنے اور ان کو راحت و آرام سے رکھنے کا عہد کر لیجیے اس طرح آپ کی کوتاہیوں کا کفارہ ہو سکتا ہے۔

اگر آپ کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے تو پھر بھی اللہ کریم کی رحمت سے مایوس (Disappoint) نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کے حق میں مستقل اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہیے۔ آپ خلوصِ دل سے والدین کی مغفرت اور درجات کی ترقی کی دعائے خیر کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک آپ کی گزشتہ کوتاہیوں پر معافی کا قلم پھیر دیں گے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کے والدین یا ان دونوں میں سے کوئی ایک دنیا سے اس حال میں گزر جاتے ہیں کہ وہ ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اس کے بعد پھر وہ ماں باپ کے لیے مسلسل خیر اور رحمت کی دعائے مغفرت اور بخشش کی استدعا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو فرماں بردار قرار دیتا ہے۔

❀❀❀❀❀

دعا سے جنت میں درجہ بلند ہوتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهٗ فِی الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ: اَنّٰى هٰذَا؟ فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:'

''بیشک آدمی کا جنت میں درجہ بلند ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے بلند ہو گیا تو اسے جواباً کہا جاتا ہے تیرے لیے تیرے بیٹے کی استغفار کی وجہ سے۔''

(احکام القرآن: ۷/۲۸۶، بحوالہ سنن ابن ماجہ الرقم: ۳۶۶۰، الادب المفرد الرقم: ۳۶، مسند احمد بن حنبل الرقم: ۱۰۵۵۹)

نیک اولاد ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطیہ ہے جن کی اولاد نیک و صالح ہو تو وہ دونوں جہان میں راحت و آرام سے رہتے ہیں' ان کے لیے جہانِ دنیا بھی جنت بن جاتا ہے کیونکہ نیک و صالح اولاد ان کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہے' ان کے آرام کی خاطر اپنا آرام قربان کر دیتی ہے۔ ماں باپ کو ذرا سی تکلیف پہنچ جائے وہ علاج معالجہ میں کوتاہی نہیں برتتی' اپنی جوانی اپنی دولت اپنا آرام اپنے ماں باپ پر قربان کر دیتی ہے۔

یہی اولاد ماں باپ کے رخصت ہونے کے بعد انہیں بھول نہیں جاتی بلکہ دعا و استغفار سے انہیں یاد رکھتی ہے اس کا فائدہ یہ پہنچتا ہے کہ قبر میں ان کے درجات بلند ہو جاتے ہیں قبر

رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

کا روپ دھار لیتی ہے اس میں بڑے راحت و آرام سے بیٹھے ہوتے ہیں کہ

ان کے درجات میں بلندی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے' وہ اللہ ذوالجلال والاکرام کی بارگاہِ اقدس میں عرض کرتے ہیں:

''الٰہی! یہ درجات کیسے بلند ہو گئے؟''

قبر تو عالمِ برزخ ہے' دار العمل نہیں اس میں درجات کا بلند ہو جانا باعثِ حیرت و استعجاب ہے اس لیے وہ عرض گزار ہوتے ہیں۔ جواباً وحدہ لاشریک فرماتا ہے:

بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ۔

تیری اولاد کے تیرے لیے استغفار کی وجہ سے درجات بلند ہو رہے ہیں۔ اللہ اکبر ایک مومن کی یہ عزت و کرامت کہ اس کا بیٹا یا بیٹی اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرماتا جاتا ہے اس لیے نیک و صالح اولاد اپنے والدین کو موت کے بعد بھی نہیں بھولتی بلکہ ان کی بھلائی اور رفع درجات کے لیے ہمیشہ دست بدعا رہتی ہے۔

پھر نیک' نیک میں فرق ہے۔ عام آدمی کی نیکی کی اور نوعیت ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی نیکی کی اور نوعیت ہے بلکہ تمام لوگوں کی نیکیاں کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نیکی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتیں۔

قربان جائیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے والدین پر جن کے درجات جب بلند ہوئے ہوں گے تو کس درجہ کے بلند ہوئے ہوں گے اور بڑی بڑی شانوں والے ان کے درجات کو رشک بھری نظروں سے دیکھتے ہوں گے۔

سبحان اللہ! حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے درجات کو کون پہنچ سکتا ہے جب ان کی زبان پاک سے نکلا ہوگا:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔

تو اس وقت ان کے والدین کریمین کے درجات کس درجہ بلند و بالا ہوئے ہوں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ (تعلیمات نبویہ:۴/۱۳۶۔۱۳۷)

شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ

حضرت سیّدنا سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں جس نے پانچ نمازیں پڑھیں اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس نے نمازوں کے بعد والدین کے لیے دعائے خیر کی اس نے والدین کا شکریہ ادا کیا۔

(احکام القرآن:۷/۴۸۲، بحوالہ الجامع القرآن:۱۲/۶۱، تفسیر مظہری:۷/۲۵۶، تفسیر روح المعانی:۲۰/۷۸، تفسیر روح البیان:۶/۴۵۱)

والدین کے لیے دعا چھوڑنے کا نقصان

حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

اِذَا تَرَکَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یَنْقَطِعُ عَنْہُ الرِّزْقُ ۔

"آدمی جب ماں باپ کے لیے دعا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔"

(کنز العمال، کتاب: النکاح، الرقم:۴۵۵۴۸، احکام القرآن:۷/۴۷۷، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

درسِ ہدایت

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان تواضع و انکساری سے والدین کے ساتھ پیش آئے ایسی تواضع جس میں رحمت و محبت کی خوشبو بسی ہو کیونکہ ایسی تواضع جس میں رحمت و محبت کی مہک نہ ہو وہ کسی اور مقام پر مناسب ہو تو ہو والدین کی بارگاہ میں قطعاً پسندیدہ نہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر انسان یہ سب کچھ بجا لائے تب بھی ان احسانات کا بدلہ نہیں ہو سکتا جو والدین نے اپنی اولاد پر کیے ہوتے ہیں ان سے عہدہ

برآ ہونے اور ان کا حقِ سپاس ادا کرنے کی اگر کوئی صورت ہے تو یہ کہ بندہ بارگاہِ خداوندی میں عجز و نیاز سے ان کی مغفرت اور بخشش کی دعائیں مانگتا رہے اور عرض کرتا رہے کہ اے مولا کریم عزوجل! انہوں نے مجھے پالا، میری پرورش کی، میرے لیے تکلیفیں برداشت کیں، میں ان کا صلہ دینے سے قاصر ہوں تو ان پر اپنا درِ رحمت کشادہ فرما جس طرح انہوں نے میری بے بسی کی حالت میں مجھ پر اپنی شفقتوں اور محبتوں کی انتہا کر دی اس طرح تو بھی ان پر اپنی عنایات بے پایاں اور رحمت بے انداز کے پھول برسا۔ (ضیاء القرآن:۲/۲۵۱)

تین چیزوں کا نفع جاری رہتا ہے

انسان جب تک اس دنیا میں رہتا ہے اس کی نیکیوں کا ذخیرہ جمع ہوتا رہتا ہے لیکن جب وہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ بند کر دیا جاتا ہے اور نیکیوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا نفع اس کی موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ . صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ . أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ .

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجر اسے برابر ملتا رہتا ہے) ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اُٹھایا جائے اور تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔"

(صحیح مسلم، کتاب: الوصیۃ:۳/۱۲۵۵، الرقم:۱۶۳۱، سنن ابوداؤد، کتاب: الوصایا:۳/۱۱۷،

الرقم: ۲۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱/۸۸، الرقم: ۲۳۹)

(الف) صدقہ جاریہ

وہ عمل جس کا نفع کبھی ختم نہ ہو اور لوگ اس سے نفع حاصل کرتے رہیں اور صدقہ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے مثلاً کسی دینی ادارے کی تعمیر میں حصہ لیا، مسجد میں کام کروایا۔ کسی دار العلوم میں قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر کتب وقف کر دیں، راستہ بنوا دیا، مسافر خانہ تعمیر کروا دیا وغیرہ۔

(ب) علمِ نافع

ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں اس عمل کا ثواب بھی موت کے بعد جاری رہتا ہے مثلاً قرآن مجید حفظ و ناظرہ کی تعلیم دینا، شریعت کے احکام کی تعلیم دینا، کسی کو نماز سکھانا، کسی کو عالم بنانا، دینی کتب لکھنا یا اپنے پیسے سے شائع کرنا وغیرہ تو جب تک لوگ ان سے، ان کے شاگردوں سے فیض یاب ہوتے رہیں گے اور ان کے ذریعے علم پھیلتا رہے گا تو اس شخص کو ثواب ملتا رہے گا۔

(ج) نیک اولاد

نیک اولاد کی دعا کا فائدہ بھی والدین کو موت کے بعد ملتا رہتا ہے۔ نیک اولاد کو نہ تو مال خرچ کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی محنت کرنی پڑتی ہے بلکہ بس دعا کرنی ہوتی ہے اور اولاد کی ماں باپ کے لیے کی گئی دعا سے ماں باپ کو ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ والدین ہی اولاد کو نیک بنانے کا سبب ہوتے ہیں اس لیے ان کی دعا کو صدقۂ جاریہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

رحم کی دعا کرنا بھی ایک نیکی ہے

اولاد اپنے والدین کے ساتھ بے شمار نیکیاں کر سکتی ہے جن میں سے ایک نیکی

ان کے لیے رحم کی دعا کرنا بھی ہے۔ چاہے والدین زندہ ہوں یا اس جہانِ فانی سے جا چکے ہوں۔ چاہے کوئی امیر ہو یا غریب' مرد ہو یا عورت' طاقت ور ہو یا کمزور' ہر کوئی والدین کے لیے دعا کر سکتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○

''اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت وشفقت سے) پالا تھا۔ (پ:۱۵'بنی اسرائیل:۲۴)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے انسان کو والدین کے ساتھ رحمت' شفقت کا سلیقہ سکھایا ہے جبکہ والدین اس جہانِ فانی سے رخصت ہو جائیں تو ان کے لیے رحم کی دعا کی جائے جس طرح بچپن میں والدین نے اس کی پرورش کی' اس پر رحم کیا' اس کے آرام کے لیے اپنا آرام بھول گئے اسی طرح انسان جب جوان ہو جائے تو اسے اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنی چاہیے اور ان کے لیے رحم کی دعا کرنی چاہیے۔

❀❀❀❀❀

(ج) والدین کی طرف سے حج کرنا

حج اسلام کا پانچواں اہم رُکن ہے۔ یہ اسلام کی ایک ایسی عبادت ہے جو جان اور مال کے ذریعے سرانجام دی جاتی ہے جس شخص کو زندگی میں حج کا موقع (Chance) ملے وہ سمجھے کہ وہ بڑا خوش قسمت ہے اگر کسی کے ماں باپ کسی وجہ سے اپنی زندگی میں حج نہ کرسکیں تو ان کی طرف سے حج کیا جائے اور یہ نیت کی جائے کہ اس حج کا ثواب ماں باپ کو ملے تو اس کا ثواب والدین کو قبر میں ملے گا اور انہیں قبر میں راحت حاصل ہوگی مگر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جس شخص پر حج فرض ہوا ہو اسے پہلے اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے اس کے بعد ماں باپ کے ایصالِ ثواب کے لیے حج کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆

روزِ محشر نیکوں کا ساتھ نصیب ہوگا

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ أَوْ قَضٰى عَنْهُمَا مَغْرَمًا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَبْرَارِ ۔

”جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے بروزِ قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے گا۔“

(احکام القرآن: ۷/۴۷۸، بحوالہ: سنن دار قطنی، الرقم: ۱۱۰)

ارواحِ والدین خوش ہوتی ہیں

اِذَا حَجَّ الرَّجُلُ عَنْ وَالِدَيْهِ يُقْبَلُ مِنْهُ وَمِنْهُمَا وَاسْتَبْشَرَتْ

أَرْوَاحُهُمَا فِي السَّمَآءِ وَكُتِبَ عِنْدَ اللهِ بِرًّا ۔

''انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔''

۔(احکام القرآن:۷/۸۷، بحوالہ: سنن دار قطنی الرقم:۱۰۹)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور ان کی ارواح کو آسمان میں بشارت دی جائے گی اور اللہ کے نزدیک اس شخص کو نیک لکھا جائے گا خواہ وہ ان کا عاق شدہ ہو۔''

ایک روایت میں ہے کہ:

''جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کے لیے حج کیا تو ان کے لیے ایک حج لکھا جائے گا اس کے لیے سات حج لکھے جائیں گے۔''

(تبیان القرآن:۱۱/۷۹، بحوالہ: جامع الاصول الرقم:۲۱۰، مجمع الزوائد:۳/۲۸۲)

دس گنا حج کا ثواب

مَنْ حَجَّ عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَقَدْ قَضَى عَنْهُ حَجَّتَهُ وَكَانَ لَهُ فَضْلُ عَشْرِ حِجَجٍ ۔

''جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے گا۔''

(احکام القرآن:۷/۷۹، بحوالہ: سنن دار قطنی الرقم:۱۱۲)

دوزخ سے آزادی نصیب ہوگی

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَیْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عِتْقًا مِّنَ النَّارِ وَكَانَ لِلْمَحْجُوْجِ عَنْهُمَا أَجْرُ حَجَّةٍ تَامَّةٍ مِنْ غَیْرِ أَنْ یَّنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمَا شَیْئًا۔

''جو اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے گا اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہوگا جس میں اصلاً کمی نہ ہو۔''

(احکام القرآن: ۷/ ۲۷۹ بحوالہ: شعب الایمان: ۶/ الرقم: ۷۹۱۲)

❁❁❁❁❁

(د) ایصالِ ثواب کرنا

جس طرح والدین کی حیات میں بیٹے کی ذمہ داری (Responsibility) تھی کہ ان کی خدمت کرتا رہے' انہیں جسمانی و دماغی راحت پہنچانے کا ذریعہ بنے' ان کو ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کرے اور ہمیشہ ان سے دعائیں حاصل کرتا رہے اسی طرح والدین کی وفات کے بعد بھی بیٹے کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کے لیے دعائے خیر کرتا رہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے' ان کے لیے ایصالِ ثواب کرے۔ تلاوتِ قرآن پاک سے' نوافل اور دیگر اورادِ مسنونہ سے' مالی صدقہ و خیرات سے اور خصوصاً صدقہ جاریہ سے اپنے والدین کو راحت پہنچانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بیٹا نیک اعمال کرے کیونکہ اولاد کا صالح ہونا اور نیک اعمال کا عادی بیٹا خود مرحوم والدین کے لیے خیراتِ جاریہ کا درجہ رکھتا ہے۔

چنانچہ اسی سلسلے میں رسولِ اقدس ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ہر ہفتہ اولاد کے اعمال ان کے والدین کے سامنے عالمِ برزخ میں پیش کیے جاتے ہیں' اچھے اعمال سے ان کو خوشی اور بُرے اعمال سے رنج ہوتا ہے لہٰذا یہ بیٹے کی ذمہ داری بنتی ہے کہ والدین کی ارواح کو اذیت نہ پہنچائے بلکہ کوشش کرے کہ نیک اعمال کر کے اور ایصالِ ثواب کے ذریعے ان کی ارواح کو نفع پہنچائے۔

❋❋❋❋❋

رحمت کے موتی...... برکت کے پھول

ابوالحسن عکبری کہتے ہیں' ہمارے بعض شیوخ نے ہم سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں عکبراء کے مشہور قبرستان (جو بنو یقطین کے قبرستان کے نام سے جانا جاتا تھا) سے گزر رہا ہوں' میں اس قبرستان میں رُک جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ قبریں کھلی ہوئی ہیں اور اہلِ قبور قبرستان میں گھوم رہے ہیں اور جھک کر کوئی چیز اُٹھا لیتے ہیں' مجھے نہیں معلوم وہ کیا چیز ہے' ان میں سے ایک شخص ہے کہ وہ اپنی قبر کے کنارے اکڑوں بیٹھا ہے اور لوگوں کے ساتھ کسی چیز کے چُننے میں شریک نہیں ہے۔

میں نے اس کے قریب ہو کر اسے سلام کیا اس نے مجھے سلام کا جواب دیا۔

میں نے اس سے پوچھا:

''تم دوسروں کے ساتھ کوئی چیز چُننے میں کیوں شریک نہیں ہو؟ اور یہاں اکیلے بیٹھے ہو؟''

اس نے کہا:

''میرے ساتھی اہلِ قبور کے پس ماندگان ان پر مہربانی کرتے ہیں کہ ہر جمعرات کچھ صدقہ و خیرات بانٹ دیتے ہیں (اور ان کا ایصالِ ثواب کرتے ہیں) یہ لوگ انہی عطیات اور انعامات کو چُنتے ہیں اور یہ ہر جمعرات کو ہوتا ہے کہ ان کو قدرت کی طرف سے اپنی قبروں سے نکلنے اور اپنے عزیزوں' رشتہ داروں کے بھیجے ہوئے عطیات کو چُننے کے لیے اذن ملتا ہے اور میرا دنیا میں ایک نیک بیٹا ہے' وہ ہر جمعۃ المبارک کی شب (جمعرات کو) دو رکعت نفل میں پچاس مرتبہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھ کر مجھے اس کا ثواب ہدیہ کرتا ہے۔

اور میں اپنے نیک بیٹے کے اس ہدیۂ ایصالِ ثواب کی بناء پر دوسرے لوگوں کے ساتھ قبرستان میں برسنے والے رحمت کے موتیوں اور ایصالِ ثواب کے پھولوں کو چننے سے بے نیاز ہوں۔ مجھے لوگوں کے ان صدقات کی ضرورت نہیں رہتی اس لیے اپنی قبر کے کنارے الگ بیٹھا رہتا ہوں۔"

ابوالحسن کہتے ہیں:

"پھر میں جاگ گیا اور اس خواب کو تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ایک رات دوبارہ مجھے اسی طرح خواب آیا یہاں تک کہ میں پھر اس آدمی کے پاس آیا اور اس کو سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا تو اب میں نے اس کو دیکھا کہ وہ شخص بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ قبرستان میں گھوم پھر کر کوئی چیز اُٹھانے میں مصروف ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ:

"اب آپ بھی کوئی چیز اُٹھانے میں مصروف ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟"

اس نے کہا کہ:

"وہ نیک بیٹا جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا اب دنیا میں نہیں رہا' وہ دنیا سے انتقال کر کے ہمارے پاس عالمِ برزخ میں آچکا ہے اور چونکہ اس کی طرف سے مجھے عطیات اور ہدایہ کا ملنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اس بناء پر میں بھی دیگر ساتھیوں کے ساتھ لوگوں کے صدقات اُٹھانے اور چننے کی طرف محتاج ہو گیا ہوں۔"

پھر میری آنکھ کھل گئی۔

(علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ' کتاب: البر والصلۃ (اردو)' ص: ۱۲۶-۱۲۷' مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور)

(ہ) قرض ادا کرنا

قرض ادا نہ کرنے والوں کے لیے سخت وعید ہے اس لیے مقروض کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی قرض ادا کر جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی نیکیاں قرض خواہ کو دے دی جائیں یا قرض خواہ کے گناہ اس کے کندھوں پر ڈال دیئے جائیں جن کے والدین پر قرض ہو وہ اپنے والدین کو پکڑ سے بچانے کے لیے سب سے پہلے قرض کی ادائیگی کریں۔

سرکارِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اچھی طرح قرض ادا کرے۔''

(تبیان القرآن: ۱/۱۰۱۹' بحوالہ: صحیح بخاری: ۱/۳۲۱)

دوسرے مقام پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو تو مجھے اس سے خوشی نہیں ہو گی کہ میرے پاس تین دن تک اس میں سے کوئی چیز رہے ماسوا اس کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے رکھ لوں۔'' (ایضاً)

دعوتِ فکر

قرض لینا کئی لوگوں کی عادت ہوتی ہے پھر قرض ادا نہ کرنا پھر اپنی بے عزتی کرواتے رہنا ان کا معمول بن جاتا ہے' انتہائی مجبوری کی صورت میں قرض لینا بھی

پڑ جاتا ہے لیکن اس کی عادت بنالینا بہت بُری بات ہے ایسے لوگ ذیل کی حدیث پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا کرتے تھے کہ:

''اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

کسی شخص نے کہا:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب انسان مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔''

(تبیان القرآن:۱/۱۰۱۹' صحیح بخاری:۱/۳۲۲)

❀❀❀❀❀

(و) ماں کی سہیلیوں اور باپ کے دوستوں کی عزت کرنا

اللہ رب العزت کی رحمت ہر طرف پھیلی ہوئی ہے، ہر چیز پر رحمتِ الٰہی غالب ہے کہ جس طرف بھی جائیں اس ذاتِ عظیم کی رحمتیں انسان کو اپنے دامن میں لے لیتی ہیں۔ صرف والدین کی عزت (Respect) کرنے سے ہی درجات کی بلندیاں نصیب نہیں ہوتیں بلکہ جس نے اپنی ماں کی سہیلیوں کی عزت کی گویا اس نے اپنی ماں کی عزت کی اور جس نے اپنے باپ کے دوستوں کی عزت کی گویا اس نے اپنے باپ کی عزت کی اور اللہ کریم کی بارگاہ سے رحمتیں لوٹنے میں کامیاب ہو گیا۔

☆☆☆☆

سب سے بڑی نیکی کیا ہے؟

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما: اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَبَرُّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِیْهِ۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کے دوستوں سے نیکی کرے۔"

(صحیح مسلم، کتاب: البر والصلۃ والآداب: ۴/۱۹۷۹، الرقم: ۲۵۵۲)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی ہی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان

اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ والد کے انتقال کے بعد جب کسی صحابی کی ملاقات والد کے دوست سے ہوتی تو وہ انتہائی تواضع کے ساتھ اپنے والد کے دوست سے ملتے جہاں تک ہو سکتا اس کی عزت واحترام کرتے تھے۔

سیّدنا عبداللہ بن عمر کا ایک بدو سے حسنِ سلوک

حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک اعرابی ملا۔ آپ نے اسے سلام کیا' اپنی سواری پر سوار کر لیا اور پھر اپنے سرِ انور سے پگڑی اُتار کر اسے دے دی۔ عبداللہ بن دینار نے عرض کی:

''اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے' یہ دیہاتی تو تھوڑی سی چیز پر خوش ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اس قدر اس پر مہربانی کیوں فرمائی؟''

حضرت ابن عمر فرمانے لگے:

''اس کا والد میرے والدِ مکرم حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا تھا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''انسان کا اپنے والد کے اہلِ محبت (دوست احباب) سے صلہ رحمی کرنا بہترین نیکی ہے۔''

(احکام القرآن: ۲۸۴/۷' بحوالہ: صحیح مسلم' الرقم: ۲۵۵۲' صحیح بخاری' الرقم: ۵۷۲۱' جامع ترمذی' الرقم: ۱۹۱۰' مسند احمد بن حنبل' الرقم: ۵۶۱۲)

والدین کے تعلق داروں سے حسنِ سلوک...... دراصل والدین سے ہی حسنِ سلوک ہے

باپ کے دوست احباب اور ماں کی سہیلیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا درحقیقت ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہے اس لیے ان کے ساتھ حسنِ سلوک

کرنے سے ماں باپ راضی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

”حضرت ابی اسید مالک بن ربیعہ الساعدی روایت کرتے ہیں کہ ہم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا:

”یارسول اللہ ﷺ! والدین کے حقوق میں کوئی حق باقی رہ گیا ہے جو میں ادا کروں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں! ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا' ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا' ان کے بعد ان کے وعدوں کو پورا کرنا' ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا' ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔“

(احکام القرآن: ۲۰۱/۵' بحوالہ: الجامع الاحکام القرآن: ۲۴۱/۱۰' تفسیر روح البیان: ۱۴۸/۵' تفسیر روح المعانی: ۷۰/۱۵)

حسنِ سلوک کا سلسلہ...... قبر تک جاتا ہے

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ اَنْ یَّصِلَ أَبَاهُ فِیْ قَبْرِهٖ فَلْيَصِلْ اِخْوَانَ أَبِیْهِ ۔

”جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں' دوستوں سے نیک برتاؤ کرے۔“

(صحیح ابن حبان' کتاب: البر والصلۃ: ۳۲۹/۱)

اس حدیثِ پاک میں رسولِ کریم ﷺ نے باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا کیونکہ دنیا میں والد کی حیات میں تو ہوسکتا

ہے کہ صلہ رحمی میں ریاکاری اور خوشامد کا خدشہ ہو کہ باپ کو خوش کرنے کے لیے اس کے دوستوں سے صلہ رحمی کی مگر باپ کے انتقال کے بعد اس قسم کے خدشات ختم ہو جاتے ہیں اور والد کے ساتھ بعد از وفات صلہ رحمی کرنے کے لیے والد کے عزیز دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

سرکار ﷺ کا اسوۂ مبارک

وَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُهْدِي لِصَدَائِقِ خَدِيْجَةَ بِرًّا بِهَا وَوَفَاءً لَهَا وَهِيَ زَوْجَتُهُ فَمَا ظَنُّكَ بِالْوَالِدَيْنِ۔

"نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجا کرتے تھے۔ یہ عمل آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وفاداری اور صلہ رحمی کے طور پر کرتے تھے۔ بیوی کے ساتھ جب آپ ﷺ کی صلہ رحمی کا یہ حال تھا تو والدین کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

(احکام القرآن: ۴۱۱/۵، بحوالہ: الجامع الاحکام القرآن: ۲۴۱/۱۰، تفسیر روح البیان: ۱۴۸/۵، تفسیر روح المعانی: ۷۰/۱۵)

❋❋❋❋❋

(ز) گناہوں سے بچنا اور نیکیاں کرتے رہنا

طرح طرح کے گناہ کرنے والا انسان اپنے آپ کو دوزخ کا مستحق بنا لیتا ہے...... وہ گناہوں کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے...... قبر میں بھی عذاب میں مبتلا ہوتا ہے...... قیامت کے دن ایسے شخص کا کوئی مددگار (Helper) نہیں ہوگا...... دوزخ کی آگ اس کا ٹھکانہ ہوگا...... مگر...... وہ شخص جو نیکیوں میں مشغول رہتا ہے...... صلہ رحمی کرتا ہے...... برائیوں سے دور رہتا ہے...... ایسا شخص جنتی ہوتا ہے...... قبر میں وہ پرسکون ہوتا ہے' آخرت میں نیکوں کی صحبت میں رہے گا اور جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا اس لیے اولاد کو گناہوں سے بچتے رہنا چاہیے کیونکہ اولاد کے گناہ کرنے سے والدین کو قبروں میں رنج ہوتا ہے' اولاد کو نیکیاں کرتے رہنا چاہیے اس سے ارواحِ والدین راحت محسوس کرتی ہیں۔

☆☆☆☆

عذاب سے چھٹکارا مل گیا

زکریا خراسانی' حضرت جعفر بن محمد سے' وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا ایک قبر کے پاس سے گزر ہوا اس میں صاحب قبر کو عذاب ہو رہا تھا آئندہ سال پھر اسی قبر کے پاس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام گزرے تو اب وہ عذاب میں مبتلا نہیں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے اللہ! پہلے سال میں اس قبر کے پاس سے گزرا تو اس کو عذاب دیا جارہا تھا اور اس سال جب میں گزرا ہوں تو اس کو وہ عذاب نہیں ہو رہا ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس قبر والے کا ایک لڑکا تھا' وہ سمجھ دار ہوا تو اس نے نیک راستہ اختیار کیا اور ایک یتیم کو پناہ دی۔ پس میں نے اس قبر والے کو اس کے بیٹے کے اس نیک عمل کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

(علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ' کتاب: البر والصلۃ (اردو)' ص:۱۲۶' مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور)

والدین قبر میں بھی خوش ہوتے ہیں

گناہ کر کے اپنے والدین کو قبر میں رنج اور تکلیف نہ پہنچانا کیونکہ تمام اعمال ماں باپ پر پیش کیے جاتے ہیں جب وہ اولاد کی نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ مسرت سے ان کا چہرہ کھلتا ہے اور جب وہ اس کے گناہ دیکھتے ہیں تو ان کے دل پر صدمہ ہوتا ہے اور قطعاً یہ مناسب نہیں کہ قبر میں بھی انہیں ایذاء دی جائے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ عَلَی اللہِ تَعَالٰی وَتُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ وَعَلَی الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَیَزْدَادُوْنَ وُجُوْهُهُمْ بَیَضًا وَنُزْهَةً فَاتَّقُوا اللہَ وَلَا تُؤْذُوْا مَوْتَاكُمْ۔

''ہر پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو پیش کیے جاتے ہیں' وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کی چمک دمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے

تکلیف نہ پہنچاؤ۔“

(احکام القرآن: ۷/۴۸۵‘ بحوالہ: نوادر الاصول‘ ص: ۲۱۳)

دعائے ابراہیمی کا تقاضہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔

”اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنادے‘ اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرمالے۔“ (پ:۱۳‘ ابراہیم:۴۰)

اللہ کے مقرب بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو اللہ کریم نے اپنا خلیل بنایا‘ ان کی دعا اپنی اولاد کے لیے کتنی عظیم ہے۔

کوئی مال و دولت کی دعا مانگتا ہے
کوئی حکومت و بادشاہت کی دعا مانگتا ہے
کوئی شان و شوکت کی دعا مانگتا ہے
کوئی دنیاداری کے لیے دعا مانگتا ہے

مگر اللہ کے مقرب بندوں کی دعا دیکھیے کہ ان کے دل میں نماز کی اہمیت کس قدر ہے کہ اپنی اولاد کے لیے نماز کی پابندی کی دعا مانگ رہے ہیں۔

والدین کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیجیے

اولاد والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوسکتی ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ اولاد وہ تمام صفات اپنائے جو اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں نے اپنائیں۔

اولاد فرماں بردار ہو اور نیک چلن ہو تو حقیقت میں والدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔

والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کے لیے جو صفت زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ نماز ہے۔

نماز دل کا سکون ہے

نماز نیکیوں کی رونق ہے

نماز بندے کی راحت ہے

نماز روح کے لیے راحت ہے

نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

تو جب انسان نماز کا پابند ہوگا تو اس میں نیک خصلتیں پیدا ہوں گی اور وہ اپنے والدین کا فرماں بردار ہوگا جس سے والدین خوش ہوں گے اور اولاد کو دیکھ کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے گی۔

❁❁❁❁❁
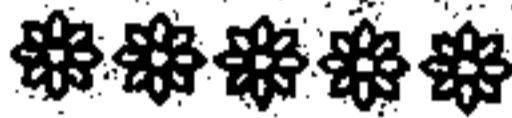
(ح) والدین کی قبر کی زیارت

قبروں کی زیارت کے لیے جانا مستحب ہے۔ پہلے زیارتِ قبر سے منع کیا گیا تھا مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ مردوں کو غسل دو کہ روح سے خالی جسم کی درستگی اور تدبیر بہت بڑی نصیحت ہے۔"

مزید فرمایا:

"نمازِ جنازہ پڑھا کرو شاید یہ تمہیں غم زدہ کر دے کیونکہ غمگین شخص رحمتِ الٰہی کے سائے میں ہوگا۔"

(لبابُ الاحیاء (اردو)، ص:۴۰۱، بحوالہ: شعب الایمان، باب: فی الصلوٰۃ: ۷/۱۵، الرقم: ۹۲۹۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

زُوْرُوْا اَمْوَاتَكُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَصَلُّوْا عَلَيْهِمْ فَاِنَّ لَكُمْ فِيْهَا عِبْرَةً

"اپنے فوت شدہ لوگوں کی (قبروں کی) زیارت کرو، ان کو سلام پیش کرو، ان کے لیے دعائے رحمت کرو کیونکہ اس میں تمہارے لیے عبرت ہے۔"

(لبابُ الاحیاء (اردو)، ص:۴۰۱، بحوالہ فردوس الاخبار للدیلمی: ۱/۴۴۳، الرقم: ۳۱۶۰)

گناہوں کی بخشش کا ذریعہ

اگر ہو سکے تو ہر روز ورنہ کم از کم ہر جمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کے لیے جانا' وہاں تلاوتِ قرآن پاک کرنا' سورۂ یٰسین ایسی آواز سے پڑھنا کہ وہ سن سکیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جب بھی فرصت ملے ان کی قبر کی زیارت کو جانا چاہیے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ كُلِّ یَوْمِ جُمُعَةٍ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا ۔

''جو اپنے ماں باپ کی قبر پر ہر جمعہ کے دن حاضر ہو زیارت کے لیے' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور اسے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھ لے گا۔''

(احکام القرآن: ۷/۴۸۱' بحوالہ: نوادر الاصول' ص: ۲۴)

قبر میں پھول اور سندس کے تکیے

عثمان بن سودۃ الطفاوی رحمتہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ ماجدہ عبادت گزار خواتین میں سے تھیں' ان کو راہبہ کہا جاتا تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنا سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:

''اے میری امیدوں کا سرمایہ اور ذخیرۂ رحمت! اے وہ ذات جس پر مجھے اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھروسہ ہے! تو مجھے نہ موت کے وقت رسوا فرمانا اور نہ قبر میں مجھے وحشت زدہ ہونے دینا۔''

راوی کہتے ہیں جب اس کا انتقال ہو گیا تو میں ہر جمعہ کو اس کی قبر پر آتا' دعا مانگتا' استغفار کرتا اور باقی تمام اہلِ قبور کے لیے بھی دعائے مغفرت کرتا پھر ایک رات میں نے اسے خواب میں دیکھا تو میں نے کہا:

''اے امی جان! آپ کا کیا حال ہے؟''

فرمایا:

''اے میرے بیٹے! موت کا کرب بڑا سخت ہے اور میں الحمدللہ! قبر میں بہت اچھی حالت میں ہوں' ہمارے لیے قبر میں خوشبودار پھول بچھائے گئے ہیں اور قبر میں سندس اور استبرق کے گاؤ تکیے ہمیں قیامت تک کے لیے فراہم کر دیئے گئے ہیں۔''

میں نے پوچھا:

''امی جان! آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟''

فرمایا:

''ہاں! بس تم ہماری زیارت کے لیے آنا اور ہمارے حق میں دعا کرنا ترک نہ کرنا' جمعہ کے دن جب تم آتے ہو تو مجھے پہلے ہی اطلاع کر دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے:

''تمہیں خوش خبری ہو کہ تمہارے گھر والوں میں سے تمہارا بیٹا تمہاری زیارت کے لیے آ رہا ہے۔''

اور جب تم پہنچ جاتے ہو تو کہا جاتا ہے:

''اے راہبہ! یہ آپ کا بیٹا ہے جو آپ کی زیارت کے لیے' آپ کے اہلِ خانہ میں سے آیا ہے۔''

تو بیٹا! مجھے تمہارے آنے سے بڑی مسرت ہوتی ہے اور میرے آس پاس والے سبھی مردے بھی تمہاری آمد پر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ (تم آتے رہا کرو۔)''

(علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ' کتاب: البر والصلۃ (اردو)' ص: ۱۳۵' مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور)

یٰسین شریف کی برکت

حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ عِنْدَهُ يٰسِيْنَ غُفِرَ لَهُ.

"جو شخص روزِ جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرے اور اس کے پاس یٰسین پڑھے، بخش دیا جائے۔"

(احکام القرآن: ۷/۲۸۱، بحوالہ: الکامل لابن عدی: ۵/۱۸۰۱، شرح صحیح مسلم: ۷/۴۴۶، مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور، بحوالہ: علامہ علاؤ الدین، کنز العمال: ۱۶/۴۶۸)

دوسری روایت میں ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَأَ عِنْدَ يٰسٓ غَفَرَ اللهُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ مِّنْهَا.

"جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرے وہاں یٰسین پڑھے، یٰسین شریف میں جتنے حروف ہیں، ان سب کی گنتی کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے لیے مغفرت فرمائے گا۔"

(کنز العمال، کتاب: النکاح: ۱۶/۱۹۹، الرقم: ۴۵۵۳۵)

مقبول حج کا ثواب

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا احْتِسَابًا كَانَ كَعَدْلِ حَجَّةٍ مَبْرُوْرَةٍ وَمَنْ كَانَ زَوَّارًا لَهُمَا زَارَتِ الْمَلَائِكَةُ قَبْرَهُ.

"جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارتِ قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے اور جو بکثرت ان کی زیارت کرتا ہو

فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔"

(احکام القرآن: ۷/۴۸۱، بحوالہ: نوادر الاصول، ص: ۲۴، الکامل لابن عدی: ۲/۱۸۰، شرح صحیح مسلم: ۷/۲۴، مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور بحوالہ کنز العمال: ۱۶/۴۷۹)

درسِ عبرت

معزز قارئین!

والدین کی قبر کی زیارت کرنے پر مقبول حج کا ثواب ملتا ہے مگر آج ہم والدین کی حیات میں بھی ان کی قدر نہیں کرتے، ان کی عزت و توقیر نہیں کرتے، دنیاوی مفاد کی خاطر ان سے رابطہ رکھتے ہیں اور والدین کے انتقال کے بعد اگر کبھی ان کی قبر کی زیارت کو چلے جائیں تو دنیاوی ریاکاری کے لیے جاتے ہیں اگر انسان اپنے والدین کی قبر کی زیارت کو نہ جائے گا تو یقیناً اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کرے گی۔

شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا۔

سالہا برتو بگذرد کہ گزر
نکنی سوئے تربت پدرت
تو بجائے پدر چہ کردی خیر
تاہماں چشم داری از پسرت

"بہت برس گزرنے پر بھی تو کبھی اپنے ماں باپ کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے نہیں گیا۔ بتایئے جب تو نے اپنے باپ سے بھلا نہیں کیا تو پھر اپنی اولاد سے کس منہ سے بھلائی کی امید کرتا ہے۔"

باپ نے قبر میں گلہ کر ڈالا

محمد بن عباس الوراق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے والد کے ساتھ سفر پر گیا جب وہ راستے میں تھے تو ایک جگہ جہاں دوم کے درختوں کا جنگل تھا، وہاں سے

دہ گزر رہے تھے کہ اچانک اس کے باپ کی طبیعت بگڑ گئی اور وہ فوت ہو گیا اس شخص نے اس دوم نامی ایک درخت کے نیچے اپنے باپ کو دفن کر دیا اور آگے سفر پر چلا گیا' سفر سے واپسی پر جب وہ اس مقام سے گزرا تو رات کا وقت تھا اس لیے وہ اپنے باپ کی قبر پر حاضری کے لیے نہ اُترا۔ عالم غیب سے آواز آئی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

اَجِدُكَ تَطْوِی الدَّوْمِ لَيْلًا وَّلَا تَرٰی
عَلَيْكَ لِأَهْلِ الدَّوْمِ اَنْ تَتَكَلَّمَا

''میں نے تجھے رات کو موضع دوم سے سفر طے کرتے ہوئے گزرتا ہوا پایا اور تم نے اہل الدوم سے گفتگو کرنا اور ان سے دعا وسلام کرتے جانا' اپنے اوپر ضروری نہ سمجھا''

وَبِالدَّوْمِ ثَاوٍ لَوْ ثَوَيْتَ مَكَانَهٗ
فَمَرَّ بِاَهْلِ الدَّوْمِ عَاجٍ فَسَلَّمَا

''اور الدوم کے مقام پر ایک شخص کی قبر ہے اگر اس کی جگہ تم یہاں دفن ہوتے اور کوئی اہلِ دوم کے پاس سے بے رُکے اور سلام کیے گزر جاتا تو تمہارے دل پر کیا گزرتی (یہی ہوتا ناں! اور تم یہی کہتے ناں کہ

جو بے رُکے اِدھر سے گزرے
تیر پہ تیر جگر سے گزرے
یوں بھول جاتے ہیں شفیق ہستیوں کو
گویا نہ تھے وہ کبھی نظر سے گزرے

(علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ' کتاب: البر والصلۃ (اردو)' ص:۱۳۶' مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور)

❁❁❁❁❁

حقوقِ اولاد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْمُصْطَفٰی ○ خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ ○
مُحِبِّ الْمُرْتَضٰی ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ ○
الَّذِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَآءِ ○ وَعَلٰی اٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَبَنٰتِهٖ وَذُرِّیّٰتِهٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِهٖ ذَوِی
الدَّرَجَاتِ وَالْعُلٰی ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ
وَالْاَقْرَبِیْنَ ○
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعَنْ عُمَرَ
وَعَنْ عَلِیٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْکَرَمِ

❁❁❁❁❁

❀❀❀❀❀

کرم ہو جائے گر ہم پر تمہارا یارسول اللہ ﷺ
تو بیڑا پار ہو جائے ہمارا یارسول اللہ ﷺ

تمہیں ہر غمزدہ دل نے پکارا یارسول اللہ ﷺ
تمہی ہر دردِ دل کا ہو سہارا یارسول اللہ ﷺ

شفیع المذنبین ہو تم، انیسِ بے کساں ہو تم
نہ چھوڑوں گا کبھی دامن تمہارا یارسول اللہ ﷺ

تمہارے نوری جلوؤں نے مٹائی کفر کی ظلمت
تمہی نے بزمِ عالم کو سنوارا یارسول اللہ ﷺ

مجھے ایمان کی، عرفان کی دولت عطا کر دو
نگاہِ لطف ہو جائے خدارا یارسول اللہ ﷺ

نگاہِ لطف کا طالب ہوں علوی شاہ عالم کا
بنا دو اس کی بگڑی بھی خدارا یارسول اللہ ﷺ

❀❀❀❀❀

حقوقِ اولاد

دنیا میں سب سے عزیز ترین اور قریب ترین خونی رشتہ والدین اور اولاد کا ہے اس لیے اسلام نے اسے تمام دیگر رشتوں پر فوقیت اور فضیلت دی ہے۔ قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل (Detail) اور وضاحت کے ساتھ ان کے باہمی حقوق و فرائض کی تصریح کی گئی ہے اور ان ذمہ داریوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی ادائیگی دینی فریضہ ہے۔ ایک فریق کے حقوق دوسرے کے فرائض ہیں اس لیے اگر والدین اپنے فرائض ادا کرتے ہیں تو اولاد کو اپنے حقوق حاصل ہوتے ہیں اسی طرح اولاد کے فرائض کی ادائیگی والدین کے حقوق ہیں۔ اسلام نے ہر فرد کو اپنا فرض ادا کرنے کی تلقین کی ہے تاکہ گھر میں ماحول خوش گوار اور فضا پُر امن ہو۔

ایک فرد کی دوسرے فرد پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کی ادائیگی کو حق کہتے ہیں اگر ہم غور سے معاشرے میں ہونے والی جنگ و جدال اور فتنہ و قتال کا مشاہدہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ننانوے فیصد غارت گری اور فتنہ و فساد کی بنیاد حق تلفی ہے۔ اتلافِ حق کی کئی صورتیں ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے باہمی رنجش و عداوت، بغض و نفرت کو ختم کرنے کے لیے "ادائے حق" کا نظام (System) قائم کیا۔ حقوق العباد میں ماں باپ کے حقوق اولاد کے ذمہ قرار دیئے اور پھر والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق کو بیان کیا۔

والدین پر اولاد کے کئی حقوق ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱) اچھا نام رکھنا

۲) ادب سکھانا

۳) بالغ ہونے کے بعد نکاح کرنا

۴) تعلیم دِلانا

۵) اولاد پر حسبِ استطاعت خرچ کرنا

☆☆☆☆

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُحْسِنَ اِسْمَهٗ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَيُزَوِّجُهٗ اِذَا بَلَغَ ۔

''باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہوں تو ان کے لیے عمدہ نام تجویز کرے جب وہ بڑے ہوں تو ان کو تعلیم دے اور جب وہ بالغ ہوں تو ان کی شادی کرے۔''

اولاد کا پہلا حق (اچھا نام رکھنا)

بچے/ بچی کا اچھا نام رکھنا والدین کا پہلا فریضہ اور اولاد کا پہلا حق ہے۔ اچھا نام انسان کی نفسیات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اچھا نام رکھنے کا حکم درحقیقت انسان کی نفسیات سے تعلق رکھتا ہے کہ ہر شخص کے کردار اور عادات واطوار پر نام کا اثر نفسیاتی طور پر پڑتا ہے۔ بُرے ناموں سے گھر میں بے برکتی اور اچھے ناموں سے برکت ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ طریقہ مبارک تھا کہ:

كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ ۔

حضور نبی اکرم ﷺ (جب کسی شخص یا بچے کا بُرا نام دیکھتے تو اس کا وہ بُرا نام تبدیل فرمادیا کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۵/۵، الرقم: ۲۸۳۹، الترغیب والترہیب: ۴۹/۳، الرقم: ۳۰۳۳)

مسلمانوں کو اپنے بچوں کے نام ایسے رکھنے چاہئیں جن سے ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چلے، اللہ کی بندگی کا اظہار ہو۔ حضور پاک ﷺ کے اُمتی، غلام اور عاشق ہونے کا پتہ چلے، بزرگوں، ولیوں اور اللہ کے نیک بندوں سے نسبت اور تعلق ظاہر ہو۔

بنیادی تحفہ

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کا اچھا نام رکھیں کہ یہ ان کی طرف سے اپنے بچے کے لیے سب سے پہلا اور بنیادی تحفہ ہے جسے وہ عمر بھر اپنے سینے سے لگائے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب میدانِ حشر برپا ہوگا تو وہ اسی نام سے اللہ رب العزت کے حضور بلایا جائے گا۔

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَآءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوْا أَسْمَائَكُمْ۔

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے لہٰذا اپنے (اور اپنے بچوں کے) نام خوب صورت رکھا کرو۔''

(سنن ابوداؤد، کتاب: الادب: ۲۸۷/۴، الرقم: ۴۹۴۸، مسند احمد بن حنبل: ۱۹۴/۵، الرقم: ۲۲۰۳۵)

درسِ عبرت

اس حدیثِ پاک سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اپنے بچے کا نام کسی فلمی اداکار یا (معاذ اللہ) کفار کے نام پر رکھ دیتے ہیں اس سے بدترین ذلت کیا ہوگی کہ مسلمان کی اولاد کو کل میدانِ محشر میں کفار کے ناموں سے پکارا جائے۔ (استغفر اللہ)

ایسے نام رکھنے سے احتراز کرنا چاہیے جن کے کوئی معنیٰ نہیں ہوتے یا اچھے معنیٰ نہیں ہوتے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے نام پر نام رکھنے چاہئیں

بچوں کے نام انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ اور صحابہ کرام و تابعین عظام اور اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر رکھنے چاہئیں جس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ بچے کا اپنے اسلاف رضی اللہ عنہم سے روحانی تعلق (Relation) قائم ہو جائے گا اور دوسرا ان نیک ہستیوں سے موسوم ہونے کی برکت سے ان کی زندگی پر مدنی اثرات مرتب ہوں گے۔

حضرت سیّدنا ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ زمان و زمین، عرشِ نشین، خلد مکین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَسَمَّوْا بِاَسْمَآءِ الْاَنْبِيَآءِ ۔

"انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھو۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب: الادب: ۴/۳۷۴، الرقم: ۴۹۵۰)

نامِ محمد کی برکات

جس مسلمان کو اللہ کریم بیٹا عطا کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے کا نام محمد رکھے کیونکہ جس کا نام محمد ہوگا اس کے نام کی نسبت اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہوگی اس لیے اس شخص کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور بفضلِ خدا اسے جنت نصیب ہوگی۔

صبح وشام کی برکت کا نزول

حبیبِ غفار، دوعالم کے سردار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے میرے نام سے برکت کی امید کرتے ہوئے میرے نام پر نام رکھا، قیامت تک صبح وشام اس پر برکت نازل ہوتی رہے گی۔"

(کنز العمال، کتاب: النکاح: ۱۶/۱۷۵، الرقم: ۴۵۲۱۳)

نام محمد کی برکت سے جنت نصیب ہوگی

حضرت سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کون ومکاں کے مختار، محبوب ستار ﷺ نے فرمایا:

مَنْ وُلِدَلَهُ مَوْلُوْدٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا حُبًّا لِّيْ وَتَبَرُّكًا بِاِسْمِيْ كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهُ فِي الْجَنَّةِ ۔

"جس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا پس اس نے میری محبت اور حصولِ برکت کے لیے اس کا نام محمد رکھا تو وہ اس کا بیٹا دونوں جنت میں جائیں گے۔" (کنز العمال، کتاب: النکاح: ۱۶، ۱۷۵، الرقم: ۴۵۲۱۵)

بچیوں کے نام کیسے ہونے چاہئیں

بچیوں کے نام اُمہات المومنین کے نام پر، نبی اکرم ﷺ کی بیٹیوں کے نام پر، صحابیات کے نام پر، اللہ کریم کی نیک بندیوں، کسی ولیہ اور خوفِ خدا رکھنے والیوں کے نام پر رکھنے چاہئیں تاکہ ان ناموں کی برکت سے وہ نیک سیرت ہوں اور عبادت گزار، اطاعت شعار ہوں۔

اولاد کا دوسرا حق (حسنِ ادب سکھانا)

والدین کی دوسری بڑی ذمہ داری بچوں کو ادب سکھانا ہے یعنی بچے کو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ سکھانا ہے تاکہ بچہ بڑا ہو کر اچھا مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرے یہی ادب و تہذیب کہلاتا ہے۔ ہر مذہب اور قوم کی اپنی اپنی تہذیب ہوتی ہے اور اسی سے افراد کی پہچان ہوتی ہے۔ اسلامی تہذیب سے بہتر کوئی تہذیب نہیں جس سے آراستہ مسلمان چمکتا ہوا ہیرا نظر آتا ہے۔ نیز اس تہذیب کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ زندگی کے ہر عمل کو اس سے مزین کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں بڑوں کی عزت و تکریم اور چھوٹوں پر محبت و شفقت کا درس دیا گیا ہے۔

ظلم و جبر...... غضب...... مکروفریب...... جھوٹ...... نفرت...... بغض و عناد...... کینہ...... ایذاء رسانی...... وعدہ خلافی...... وقت ضائع کرنا...... لہوولعب...... کام میں سستی کرنا...... زبان پر قابو نہ رکھنا یہ سب بیماریاں ہیں ایسی بیماریاں جن میں مبتلا افراد ہی گھروں کی بربادی...... معاشرے کی بدحالی...... اور قوم کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ اسلامی ادب ایسی تمام بیماریوں سے نجات کی ضمانت دیتا ہے اگر ماں باپ اولاد کو اسلامی تہذیب کی تعلیم دیں تو ان میں کبھی بھی یہ بیماریاں پیدا نہیں ہو سکتیں۔

❀❀❀❀❀

اولاد کے لیے سب سے بہتر تحفہ

ہادیٔ روزگار رسولِ ذیشانِ وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلُ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ ۔

''کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھا ادب سکھانے سے بہتر کوئی تحفہ نہ دیا۔'' (سنن ترمذی' کتاب: البر والصلۃ: ۳/۳۸۳' الرقم: ۱۹۵۹)

نظرِ ثانی کی ضرورت

ذرا غور کیجیے آج ہم اولاد کو مکان...... دُکان...... دولت کیا کچھ نہیں دیتے...... اچھا کھلاتے ہیں...... اچھا پہناتے ہیں...... دنیا کی اعلیٰ تعلیم دِلانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بچوں کی اچھی تربیت اور دین کی تعلیم دِلانے پر ہماری کتنی توجہ ہے اس کا اندازہ بچوں کے طرزِ زندگی (Life Style) سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ:

نہ کھانے کا ڈھنگ نہ پینے کا

نہ سلام وکلام کا طریقہ نہ والدین اور بڑوں کا احترام

نہ شرم وحیاء نہ لباس پہننے کی تمیز

کالج اور یونیورسٹیاں تو ہمارے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں' دنیا کی تعلیم پر ہم بڑی بڑی رقمیں خوشی سے خرچ کر دیتے ہیں لیکن قرآن کی تعلیم کے مدرسے ویران ہیں' دین کی تعلیم پر چند پیسے خرچ کرنا بھی بار ہوتا ہے جب ہماری اپنی حالت یہ ہے تو پھر اولاد کی بربادی کا شکوہ کس سے؟

ہم نے خود اپنی ذمہ داری پوری نہ کی، خود اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ان کی پرورش نہ کی، ہماری یہ لاپرواہی درحقیقت ایک ایسا جرم ہے جس کا نقصان ہمیں دنیا میں بھی بھگتنا ہوگا اور جس کا جواب اللہ کی بارگاہ میں بھی دینا ہوگا۔ پس جو چاہتا ہے کہ دنیا میں اس کی اولاد اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور آخرت کے لیے بہترین ذخیرہ ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو وہ تحفہ دے جو اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے نزدیک بہترین تحفہ ہے یعنی اولاد کی تربیت شریعت کے احکام کے مطابق کی جائے اور انہیں آداب سکھائے جائیں۔

اولاد کا تیسرا حق (نکاح کرنا)

بچہ جب بالغ ہو جائے تو یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لیے رشتہ تلاش کریں اور شادی کے ضروری انتظامات کریں۔ مغربی تہذیب اور اس کے دلدادہ لوگ قابلِ نفرت ہیں جو اپنی لڑکیوں کو سجا سنوار کر کلبوں میں بھیجتے اور بازاروں اور گلیوں میں پھراتے ہیں کہ وہ خود اپنے لیے لڑکا تلاش کریں اور اپنے لڑکوں سے کہتے ہیں کہ لڑکیوں سے دوستی (Friendship) کرو اور جو پسند آ جائے اس سے شادی کرلو۔ یہ تہذیب نہ صرف کسی ایک خاندان کی بربادی کا ذریعہ ہے بلکہ مسلمانوں کے پورے معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے۔

اسلام نے یہ ذمہ داری والدین پر ڈالی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی شادی کریں، اپنے خاندانی معیار اور اپنی تہذیب کے مطابق رشتہ تلاش کریں۔ نیز اسلام یہ بھی تاکید کرتا ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی شادی کو نمود و نمائش یا دولت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ مذہب کی حفاظت اور آنے والی نسلوں میں اسلام کی سلامتی کا خیال

رکھا جائے۔

عمدہ سے عمدہ بیج اسی وقت اپنے جوہر دکھا سکتا ہے جب اس کے لیے عمدہ زمین کا انتخاب کیا جائے۔ ماں بچے کے لیے گویا زمین کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا بیوی کے انتخاب کے سلسلے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ ماں کی اچھی یا بُری عادات کل اولاد میں بھی منتقل ہوں گی۔

نکاح کی فضیلت

ایمان کی تکمیل

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الْاِیْمَانِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب بندہ شادی کر لیتا ہے تو اس کا نصف ایمان مکمل ہو گیا اور نصف باقی میں اللہ سے ڈرے۔"

(الترغیب والترہیب: ۴۲/۳)

جنت کی بشارت

انبیاء کے سرور رسولوں کے تاجور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ یَکُوْنُ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔

"جس نے میری سنت کے ساتھ محبت کی بے شک اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ میرے ساتھ جنت

میں ہو گا۔'' (ترمذی ۳:۹۶، مشکوٰۃ ص ۳۰)

مال و دولت اور حسن و جمال کی بجائے...... دین و حسنِ سیرت کو ترجیح دیں

والدین جب رشتہ تلاش کریں تو دین کو سرِ فہرست رکھیں، لڑکے کے لیے لڑکی تلاش کرتے وقت خاندان اور حسن و جمال اور دولت سے زیادہ لڑکی کی دین داری دیکھیں کہ اس لڑکی کو کچھ عرصہ بعد ماں بننا ہے اگر وہ بے دین ہو گی تو اس کی اولاد بھی بے دین ہی رہے گی اور اس طرح یہ نسل تباہ ہو جائے گی اسی طرح جب لڑکی کے لیے لڑکا تلاش کیا جائے تو اس کی دینی تعلیم، مذہب سے لگاؤ اور اس سے پابندی کا اندازہ لگایا جائے۔ اچھے اخلاق و عادات پر بھی نظر رکھی جائے چاہے وہ لڑکی سے تعلیم و دولت وغیرہ میں کم ہی کیوں نہ ہو کہ ایسا ہی لڑکا کامیاب شوہر بن سکتا ہے۔ لڑکی کو آرام و سکون کی زندگی مہیا کر سکتا ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ ربِ بے نیاز، غریبوں کے محرم راز صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے چار چیزوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے:

(۱) اس کا مال (۲) حسب و نسب (۳) حسن و جمال اور (۴) دین۔''

پھر فرمایا:

''تمہارا ہاتھ خاک آلود ہو تم دین دار عورت کے حصول کی کوشش کرو۔''

(صحیح بخاری، کتاب: النکاح: ۳/۴۲۹، الرقم: ۵۰۹۰)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا سازوسامان کی جگہ ہے اور اس دنیا کا بہترین سرمایہ (و دولت) نیک عورت ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب: الرضاع: ۱۰۹۰/۲، الرقم: ۱۴۶۷، سنن نسائی، کتاب: النکاح: ۶۹/۶، الرقم: ۳۲۳۲، مسند احمد بن حنبل: ۱۶۹/۲، الرقم: ۶۵۶۷)

مشعلِ راہ

حضرت سیّدنا شیخ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ نے زہد وتقویٰ اختیار فرمایا تھا اور دنیاوی مشاغل سے بہت دُور ہو چکے تھے۔ آپ کی ایک صاحب زادی تھیں جو بہت حسین وجمیل اور نیک و پرہیز گار تھیں۔ ایک دن اس صاحب کے لیے بادشاہ کرمان نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ ملکہ بن کر میری بیٹی دنیا کی طرف مائل ہو اس لیے آپ نے کہلا بھیجا کہ مجھے جواب کے لیے تین روز کی مہلت دیں۔

اس دوران آپ مسجد مسجد گھوم کر کسی صالح انسان کو تلاش کرنے لگے۔ دورانِ تلاش ایک لڑکے پر آپ کی نگاہ پڑی جس کے چہرے پر عبادت و پرہیز گاری کا نور چمک رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا:

''تمہاری شادی ہو چکی ہے؟''

اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا:

''کیا ایسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہو جو قرآن مجید پڑھتی ہے، نماز و روزہ کی پابند ہے، خوب صورت، پاک باز اور نیک ہے؟''

اس نے کہا:

''میں تو ایک غریب شخص ہوں بھلا مجھ سے ان صفات کی حامل لڑکی کا

رشتہ کون کرے گا؟''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں کرتا ہوں' یہ دراہم لو اور ایک درہم کی روٹی' ایک درہم کا سالن اور ایک درہم کی خوشبو خرید لاؤ۔''

نوجوان وہ چیزیں لے کر آیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صاحب زادی کا نکاح اس پارسا نوجوان کے ساتھ کر دیا۔ صاحب زادی جب رخصت ہو کر شوہر کے گھر آئی تو اس نے دیکھا کہ گھر میں پانی کی ایک صراحی کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس صراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی دیکھی۔ پوچھا:

''یہ روٹی کیسی ہے؟''

شوہر نے جواب دیا:

''یہ کل کی باسی روٹی ہے' میں نے افطار کے لیے رکھ لی تھی۔''

یہ سن کر کہنے لگیں کہ مجھے میرے گھر چھوڑ آیئے۔''

نوجوان نے کہا:

''مجھے تو پہلے ہی اندیشہ تھا کہ شیخ کرمانی کی دختر مجھ جیسے غریب انسان کے گھر نہیں رُک سکتی۔''

لڑکی نے پلٹ کر کہا:

''میں آپ کی مفلسی کے باعث نہیں لوٹ رہی بلکہ اس لیے کہ مجھے آپ کا توکل کمزور نظر آ رہا ہے اسی لیے مجھے اپنے والد پر حیرت ہے کہ انہوں نے آپ کو پاکیزہ خصلت' عفیف اور صالح کیسے کہا جب کہ آپ کا اللہ تعالیٰ پر بھروسے کا یہ حال ہے کہ روٹی بچا کر رکھتے ہیں۔''

یہ باتیں سن کر نوجوان بہت متاثر ہوا اور ندامت کا اظہار کیا۔ لڑکی نے پھر کہا:

''میں ایسے گھر میں نہیں رُک سکتی جہاں ایک وقت کی خوراک جمع کر کے رکھی ہو اب یہاں میں رہوں گی یا روٹی......''

یہ سن کر نوجوان فوراً باہر نکلا اور روٹی خیرات کر دی۔

(روض الریاحین ص:۱۹۲)

اولاد کے بالغ ہونے پر شادی جلدی کر دینی چاہیے

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ جیسے ہی لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائے ان کے نکاح کی فکر کریں جتنی جلدی ہو سکے اس ذمہ داری سے بَری الذمہ ہو جائیں تا کہ نوجوان بچوں کو کسی قسم کی بُرائی میں مبتلا ہونے کا موقع نہ مل سکے اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو یہ والدین کی لاپرواہی کا نتیجہ (Result) ہوگا اور وہ گناہگار بھی ہوں گے اسی لیے اسلام نے نکاح کے عمل کو آسان کر دیا کہ نہ عمر کی قید رکھی اور نہ ہی جہیز اور لین دین کو ضروری قرار دیا یہاں تک کہ مہر بھی شوہر کو استطاعت کے مطابق مقرر کرنے کا حکم دیا۔ ہمارے اپنے پیدا کردہ رسم و رواج نے اس آسان عمل کو دشوار بنا دیا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان رسم و رواج کا جو اثر ہمارے ماں باپ اور معاشرے پر ہو رہا ہے وہ سب جانتے اور مانتے ہیں اور ان کی وجہ سے پریشان بھی ہیں مگر ان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔

شادی میں تاخیر کا نقصان

شریعتِ اسلامیہ یہ بھی چاہتی ہے کہ بچوں کی شادی میں والدین اتنی تاخیر نہ کریں کہ بچے اپنی جنسی تسکین کے لیے بدکاریوں اور بُرائیوں میں مبتلا ہو جائیں اور وہ مجبوراً خود اپنی مرضی سے ہی اپنا گھر بسا لیں جس سے ماں باپ کی دل آزاری ہو اور وہ روئیں کہ اولاد نے اپنی مرضی کر لی ہے مثلاً غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے بچے اکثر ایسا ہی کرتے ہیں اور پھر بس اسی پر اکتفاء نہیں۔ بعض

اوقات لڑکا غیر مسلم لڑکی سے اور لڑکی غیر مسلم لڑکے سے تعلقات قائم کر لیتے ہیں اور والدین کی عزت و آبرو کو پامال کر دیتے ہیں اور ایسے رشتے اکثر ناکام رہتے ہیں جس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

پس غیر مسلم تہذیب سے اولاد کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان جلد از جلد بچوں کے رشتے تلاش کریں اور خود اپنے آپ کو پریشانیوں اور اُلجھنوں میں نہ ڈالیں۔ رزق دینے والا اللہ ہے جب شادی ہو جائے تو وہ حسبِ ضرورت رزق کا دروازہ بھی کھول دیتا ہے اور جس کے مقدر میں جو ہوتا ہے' مل جاتا ہے۔

باپ کے ذمہ گناہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید المرسلین' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وُّلِدَ لَهٗ فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ ۔

جس کے ہاں اولاد ہو تو وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے اچھا ادب سکھائے۔

فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ ۔

اور جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔

فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا ۔

اگر بالغ ہونے کے بعد اس کا نکاح نہ کیا۔ پس اگر اس نے گناہ کر لیا۔

فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ ۔

تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔ (شعب الایمان: ۶/۴۰۱ الرقم: ۸۶۶۶)

ٹال مٹول مت کرو

حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امام المتقین' سراج السالکین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تمہیں کفو مل جائے تو تم اپنی بچیوں کا نکاح ان سے کردو اور بچیوں کے معاملے میں ٹال مٹول (یعنی آج کل) مت کرو۔"

(کنزالعمال' کتاب: النکاح: ۱۶/۱۳۵' الرقم: ۴۴۶۸۶)

دعوتِ فکر

والدین اپنی اولاد کی شادی کرنے میں تاخیر کرتے جاتے ہیں اس کی وجہ (Reason) یہ ہوتی ہے کہ کبھی ماں کو رشتہ پسند نہیں ہوتا تو کبھی باپ کو پسند نہیں ہوتا...... اگر رشتہ پسند آجائے تو گھر پسند نہیں آتا...... گھر مناسب لگے تو گلی پسند نہیں آتی...... کبھی جہیز رکاوٹ بن جاتا ہے...... تو کبھی تعلیم رکاوٹ بن جاتی ہے۔ کبھی گاڑی ملے گی تو شادی ہوگی...... کبھی لڑکی یا لڑکے کے رنگ کا مسئلہ بن جاتا ہے...... کبھی خاندان' برادری والے رکاوٹ بن جاتے ہیں...... کبھی کہا جاتا ہے کہ بچی کی تعلیم مکمل ہوگی تو پھر شادی کریں گے...... کبھی لڑکے کے خود کفیل ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے...... کبھی لڑکی کی تعلیم میں کمی رکاوٹ بن جاتی ہے...... تو کبھی لڑکی کی نوکری سے ملنے والی کمائی کا لالچ شادی نہیں ہونے دیتا...... کہیں پابندیاں ہیں...... تو کہیں ذات پات کا نظام آڑے آجاتا ہے۔

پھر جب لڑکی کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے تو مزید پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں جب جوڑ کا رشتہ نہیں ملتا تو ان کو بوڑھا کردیا جاتا ہے مگر ان کے مستقبل کے بارے میں نہیں سوچا جاتا اور طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرکے حالات کو مزید خراب کردیا جاتا ہے۔

ان سب باتوں کو پسِ پشت ڈال کر ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اسلام ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ اسلام ہمیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ اسلام میں سب سے اہم چیز حسنِ سیرت' تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ گلی' محلے' گاڑی و جہیز اور خاندان و برادری کا اسلام

میں کوئی تصور نہیں۔

قابلِ توجہ بات

اولاد کی اگر صحیح تربیت کی جائے اور ان کے حقوق اچھی طرح ادا کیے جائیں تو وہ بیٹا ہو یا بیٹی اللہ کی نعمت ہے ہے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہے اور اگر تربیت میں کمی رہ جائے تو اللہ کا عذاب ہے...... باعثِ ننگ و عار ہے...... عزت و آبرو کے لیے خطرہ ہے/ نہ جانے کیوں انسان بیٹوں کی تمنا کرتا ہے لیکن مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ بیٹوں کی پیدائش پر تو خوش ہوں مگر بیٹی کی پیدائش ان کے لیے رنج و غم کا باعث بنے۔

یہ کفار کی عادت تھی کہ جب بیٹی کی پیدائش کی خبر انہیں ملتی تو گھر میں صفِ ماتم بچھ جاتی اور باپ کا چہرہ غم واندوہ سے سیاہ ہو جاتا تھا۔ وہ بیٹی کی پیدائش کو شرم کا باعث سمجھتا تھا اور شرمندگی کے سبب لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا اور سوچنے لگتا تھا کہ اس لڑکی کی پرورش کروں یا اسے زندہ درگور کردوں اور وہ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

دینِ اسلام اللہ کی طرف سے رحمت ہے جو ہر مخلوق سے محبت اور اس پر رحم کی تعلیم دیتا ہے۔ عورت جو نسلِ انسانی کی بقاء کا ذریعہ ہے' اسلام کی رحمت سے کس طرح محروم رہ سکتی ہے۔ دنیا نے عورت کو یا تو عیش و عشرت کا ذریعہ بنایا یا اسے زندہ درگور کر دیا لیکن اسلام نے اعلیٰ رتبے سے سرفراز کیا اور مردوں کی طرح اس کے وجود کو قابلِ عزت قرار دیا۔

گھر میں فرشتوں کا نزول

حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ساقیِ تسنیم و کوثر' شافعِ یومِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں:

''اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔''

پھر فرشتے اس بچی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایک ناتواں و کمزور جان ہے جو ایک ناتواں سے پیدا ہوئی ہے جو شخص اس ناتواں جان کی پرورش کی ذمہ داری لے گا تو قیامت تک مددِ خدا عزوجل اس کے شاملِ حال رہے گی۔''

(مجمع الزوائد' کتاب: البر والصلۃ: ۲۸۴/۸' الرقم: ۱۳۴۸۴)

جنت نصیب ہو جائے گی

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی' انہیں اچھا ادب سکھایا' ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا تو اس کے لیے جنت ہے۔''

(سنن ابو داؤد' کتاب: الأدب: ۳۳۸/۴' الرقم: ۵۱۴۷' مسند احمد بن حنبل: ۹۷/۳' الرقم: ۱۹۴۳۰'
مسند ابو یعلی: ۳۴۲/۴' الرقم: ۲۴۵۷)

دعوتِ فکر

ان روایات پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیجیے کہ کیا کوئی وجہ ہے کہ بیٹی کی پیدائش پر افسوس کیا جائے۔ اولاد چاہے لڑکا ہو یا لڑکی سب اللہ کی نعمت ہے اور اس کی امانت ہے۔ ماں باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی اس امانت کی نگہداشت شریعتِ اسلامیہ کے احکام کے مطابق کریں تا کہ اگر بیٹا ہے تو ان کے کام آئے اور اگر بیٹی ہے تو وقت آنے پر وہ ایک کامیاب بیوی بنے۔ اپنے شوہر کا حق پہچانے اور اسے ادا کرے اور ایک اچھی ماں بنے' اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے اور اس کو بہترین انسان بنائے۔

بیٹی کا یہ بہت بڑا فائدہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان میں پہنچ کر اپنی خوبیوں سے اپنے والدین کا نام روشن کرے اور ان کی عزت کا سبب بنے۔ بیٹی اگر کسی گھر میں محبت والفت کے چراغ روشن کرتی ہے تو یہ ماں باپ ہی کی نیک نامی کا باعث ہوتا ہے کہ انہی کی اچھی تربیت نے اسے اس قابل بنایا۔ پس بیٹی کی پیدائش پر غم زدہ ہونے کی بجائے ماں باپ کو اس کی تعلیم وتربیت پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

اولاد کا چوتھا حق (تعلیم دِلانا)

تعلیم اولاد کا بنیادی اور اہم ترین حق ہے بالخصوص دینی تعلیم کیونکہ اس کی برکت سے ہی انسان صحیح معنوں میں انسان بنتا ہے اور دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کرتا ہے۔

مگر حیرت ہے والدین پر کہ اگر بچہ ذرا ذہین ہو تو ان کے دل میں اسے ڈاکٹر' انجینئر' پروفیسر' کمپیوٹر پروگرامر بنانے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگتی ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

والدین کو چاہیے کہ پہلے اپنی اولاد کو ضروری تعلیم دِلوائیں اسے کم از کم نماز' روزہ کے مسائل' دیگر فرائض و واجبات' حلال وحرام' خرید وفروخت' اجارہ (یعنی اجرت پر خدمت لینے یا دینے) حقوق العباد وغیرہ کے شرعی احکام سکھائیں۔

☆☆☆☆

اسلامی تہذیب کا زیور

اسلامی تہذیب کا زیور دین کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے...... دینی معلومات سے حاصل ہوتا ہے...... سب سے پہلے ماں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے جس کی تعلیم کے اثرات بچہ پر ساری زندگی رہتے ہیں اگر ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ان کی عظمت اور رفعت کا بنیادی سبب ماں کی تعلیم ہی ہے۔ پس ہر ماں کو چاہیے کہ وہ شروع سے ہی بچے کے لیے دینی ماحول فراہم (Provide) کرے۔ نیز بچے کے ہوش سنبھالنے سے پہلے اس کو دین سکھانے کی ابتدا کرے۔

زندگی کی کھیتی...... کیسے ہوگی ہری بھری

بچوں کے ہوش سنبھالنے کی ابتدائی عمر سات سال ہے اس عمر سے ہی نماز کی پابندی کرانے کا حکم دیا گیا تا کہ ابتدا سے ہی بچے کے ذہن میں یہ بات سما جائے کہ اسے شریعت کی پابندی کرنی ہے۔ دس سال کی عمر سے بچے میں سرکشی' بغاوت اور نافرمانی کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں جس کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ دین کی پابندی سے گریز کرنے لگتا ہے لہٰذا اس عمر میں مارنے کی اجازت دی گئی تا کہ اسے نماز اور دین کی پابندی کی اہمیت کا احساس ہو کہ جو باپ آج تک صرف مجھ سے محبت ہی کرتا تھا' آج میں اسی سے مار کھا رہا ہوں۔ نیز نماز کی پابندی پر زیادہ زور دیا کہ جب بچہ نماز پڑھے گا تو اسے پاک صاف رہنے کے طریقوں' وضو اور غسل کے

طریقوں کی بھی تعلیم دی جائے گی۔

قرآنِ کریم پڑھنا سکھایا جائے گا جب وہ نماز کے لیے مسجد جائے گا تو لوگوں سے بات کرنے، ملنے جلنے کا طریقہ سیکھے گا۔ نیز اسے ساری زندگی احساس رہے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا قدم کلبوں کی طرف نہیں مسجد کی طرف بڑھتا ہے۔ الغرض نماز دین کا اہم (Important) رُکن ہے جس کی پابندی دین کے دیگر احکام کی پابندی اور تعلیم کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی لیے نماز کی پابندی کرانے کے لیے اگر بچے کو مارنا بھی پڑے تو اجازت ہے۔

جس طرح بارش سے مرجھائی ہوئی کھیتی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اسی طرح بچوں کو باپ کی مار ہمیشہ کے لیے سرسبز و شاداب کر دیتی ہے اور ان کی زندگی کی کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے۔

معلم کا انتظام واہتمام

ماں باپ جس طرح بچوں کے لیے دنیوی تعلیم کا بہتر سے بہتر انتظام کرتے ہیں اسی طرح ان کی دینی تعلیم کا بھی بندوبست کرنا چاہیے۔ انہیں مذہبی تعلیم اتنی دِلا دی جائے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے زندگی میں شریعت کے جن مسائل کی ضرورت پیش آتی ہے، بچہ بڑا ہو کر ان میں غلطی نہ کرے۔ نیز وہ بڑوں، چھوٹوں، اپنوں اور غیروں کے حقوق پوری طرح جان لے لیکن وہ باپ جو اپنے بچے کو ڈاکٹر، انجینئر، وکیل وغیرہ بنانے اور دنیا کی اعلیٰ تعلیم دِلوانے کے لیے تو سب کچھ کر سکتا ہے لیکن دین کی تعلیم دِلوانے کے لیے وہ چند پیسے بھی خرچ نہیں کر سکتا۔ سکول اچھا ہو چاہے فیس کتنی ہی ہو کسی بھی طرح فیس کی ادائیگی کا انتظام کر ہی لیا جائے گا مگر مدرسہ کے لیے دس بیس روپے بھی خرچ کرنا دشوار ہوں بلکہ اگر مفت تعلیم کا انتظام ہو تب بھی بچہ کو پابندی سے مدرسے نہ بھیجا جا سکے تو ایسے باپ کو یقین کر لینا چاہیے

کہ ان کا بچہ ان کی خواہش کے مطابق دنیا کی تعلیم کی اعلیٰ ڈگریاں تو حاصل کر لے گا مگر وہ بڑھاپے میں والدین کو بالکل بھی برداشت نہیں کرے گا' وہ دنیا کی تعلیم حاصل کر کے دنیا کمانے میں لگ جائے گا۔

اس کے پاس والدین کی خدمت کے لیے وقت نہ ہوگا نہ اسے یہ احساس ہوگا کہ ان بوڑھے والدین کی خدمت بھی میری ذمہ داری ہے یہاں تک کہ ماں باپ کا جنازہ بھی دوسرے ہی پڑھیں گے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ماں یا باپ کی نمازِ جنازہ بیٹا خود پڑھاتا کہ یہی شرعی حکم ہے لیکن افسوس کہ آج اکثر ماں باپ اس خوش نصیبی سے محروم ہیں اور یہ قصور ان کا اپنا ہی ہے۔

اگر والدین نے ابتدائی عمر میں اولاد کو دینی تعلیم سکھانے کا آغاز کر دیا ہوتا تو آج علماء کی ضرورت نہ پڑتی کہ لوگوں کو وضو کے' تیمّم کے اور غسل کے مسائل بتائیں۔ نماز کے فرائض اور سنتیں بیان کریں۔ آج والدین اولاد کو کیا دیتے ہیں' اولاد کے لیے تو ان کا سب سے بڑا تحفہ دین کی تعلیم ہے جس سے اولاد محروم رہی اور بڑے ہونے کے بعد والدین کی نافرمان' سرکش اور آوارہ ہوگئی۔ یہ گلی کوچوں میں پھرنے والے بچے' یہ بدکاریوں میں مبتلا نوجوان والدین کی لاپرواہی کا چلتا پھرتا ثبوت ہیں اگر والدین نے انہیں شریعت کے احکام کے مطابق پالا پوسا ہوتا تو یہی اولاد ماں باپ کے لیے باعثِ فخر ہوتی۔

ہوم ورک کو اہمیت دیتے ہو...... نماز کو کیوں نہیں؟

باپ کی ذمہ داریوں کی ابتداء یہاں سے ہوتی ہے کہ وہ اولاد کو نماز کا پابند بنائے۔ ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری وہی باپ پوری کر سکتا ہے جو خود نماز کا پابند ہو اور جس کے ذہن میں دنیا سے زیادہ دین کی اہمیت ہو۔ آج کل مسجدوں میں بوڑھے افراد زیادہ دیکھے جاتے ہیں اور جب کسی سے کہا جائے کہ آپ اپنے بچوں کو بھی نماز

کے لیے لایا کریں تو جواب ملتا ہے کہ بچوں کو سکول کا کام (Work) بہت ملتا ہے۔ گویا جب باپ ہی کے ذہن میں نماز سے زیادہ سکول کی اہمیت ہے تو ایسا باپ خود ہی اولاد کو دین سے دُور کر رہا ہے ایسا شخص کبھی اولاد سے سکھ نہیں پا سکتا۔ اولاد سے سکھ اور چین وہی لوگ پاتے ہیں جو اپنی اولاد کو اسلامی ادب اور اسلامی تہذیب سے روشناس کراتے ہیں۔

اولاد کا پانچواں حق (اولاد پر خرچ کرنا)

اولاد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ان پر دولت خرچ کرنا والدین کی ذمہ داری ہے اس طرح کہ ماں باپ اپنی استطاعت کے مطابق بچوں پر فراخی کریں...... ان کی رہائش کے لیے اچھا مکان فراہم کریں...... اچھے لباس کا انتظام کریں...... کھانے کے لیے اچھی غذا کا انتظام کریں...... تعلیم کے اخراجات پورے کریں کہ اس عمل سے بھی اولاد کے دل میں والدین کے لیے محبت پیدا ہوتی ہے۔ ان کی نظروں میں ماں باپ کے لیے احترام پیدا ہوتا ہے جس سے وہ اخلاقاً والدین کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ ماں باپ جو استطاعت کے باوجود اولاد پر تنگی کرتے ہیں ان کے بچے جوان ہو کر ان کی موت کا انتظار کرنے لگتے ہیں تا کہ وہ دولت کو اپنی مرضی سے خرچ کر سکیں۔

☆☆☆☆

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۝

''آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ فرما دیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے) مگر اس کے حق دار تمہارے

ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں۔" (پ:۲، البقرہ:۲۱۵)

اس آیتِ کریمہ میں مال خرچ کرنے کا ذکر ہے کہ مال کے زیادہ حق دار ماں باپ ہیں اور پھر قریبی رشتہ دار تو ماں باپ کے لیے سب سے قریبی خونی رشتہ ان کی اولاد کا ہی ہوتا ہے اس لیے اولاد پر خرچ کرنا والدین کے لیے ضروری ہے۔

اولاد پر خرچ کرنے کے فضائل

ترازو میں سب سے پہلی چیز

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوجہاں، رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سب سے پہلے جو چیز انسان کے ترازوئے اعمال میں رکھی جائے گی وہ انسان کا وہ خرچ ہوگا جو اس نے اپنے گھر والوں پر کیا ہوگا۔"

(المعجم الاوسط:۴/۳۲۸، الرقم:۶۱۳۵)

سب سے زیادہ اجر ملے گا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، کہتے ہیں کہ محبوبِ ربِ العلمین، جنابِ صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جسے تم غلام پر خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جسے تم مسکین پر صدقہ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہو۔"

(صحیح مسلم، کتاب:الزکوٰۃ، ص:۴۹۹، الرقم:۹۹۵)

چہرہ چودھویں کے چاند جیسا ہوگا

حضورِ اکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اس لیے حلال کمائی کرتا ہے کہ سوال کرنے سے بچے، اہل و عیال کے لیے کچھ حاصل کرے اور پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔'' (شعب الایمان: ۷/۲۹۸، الرقم: ۱۰۳۷۵)

انتہائی احتیاط کی ضرورت

جب اولاد پر خرچ کیا جاتا ہے تو ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تمام ضروریات کو پورا کرے، ان کی خواہشات کو پورا کرے، انہیں دنیا کی ہر چیز مہیا کرے تو بعض اوقات اولاد اپنی ایسی خواہشات کا اظہار کر دیتی ہے جس کو پورا کرنا والدین کے بس میں نہیں ہوتا مگر پھر بھی والدین اولاد کی خواہشات کو پورا کرتے ہیں مگر اس کے لیے وہ حلال و حرام کی تمیز بھول جاتے ہیں۔۔۔۔۔ خیر و شر میں امتیاز ختم کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔ صحیح و غلط کا فرق پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور اولاد کی ضرورت سے زیادہ خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس سلسلے میں والدین کو انتہائی احتیاط کرنی چاہیے کہ اولاد کی خواہشات کو پورا کرتے کرتے کہیں وہ اللہ کریم کی حکم عدولی نہ کر بیٹھیں۔

رزق حلال سے پرورش کرنا فرض ہے

اولاد کی رزقِ حلال سے پرورش کرنا ماں باپ کا فرض ہے۔ ایامِ حمل اور ایامِ رضاعت میں بھی بچے کی نشو و نما حرام مال سے نہیں ہونی چاہیے ورنہ بچہ بڑا ہو کر حلال و حرام کی تمیز سے بے نیاز ہوگا۔

رزق حرام کامیابی کا ذریعہ نہیں

شریعتِ اسلامیہ میں مال کے متعلق حکم یہ ہے کہ وہ حلال ہو اور حلال ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو...... محنت و مشقت اور دیانت و ایمان داری سے کمائی ہوئی دولت ہو...... اس کے حصول میں کسی کو دھوکہ نہ دیا گیا ہو...... اسے ظلم وستم سے نہ چھینا گیا ہو...... سود رشوت کی دولت نہ ہو...... شراب اور دیگر حرام چیزوں کی تجارت کے ذریعے اسے نہ کمایا گیا ہو کیونکہ حرام کی دولت کسی بھی طرح آزمائش میں کامیابی کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ صرف حلال مال ہی کامیابی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

سو حرام کے قریب ہرگز نہ جائیں، تھوڑا کمالیں تھوڑا کھالیں، صبر وشکر کرلیں، قناعت کو اپنالیں اسی میں والدین اور اولاد کا بھلا ہے۔ ورنہ...... کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فانی زندگی کے چند دن عیش کرنے کی خاطر ابدی زندگی کو داؤ پر لگالیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِى الْاَبْصَارِ ۔

❁❁❁❁❁
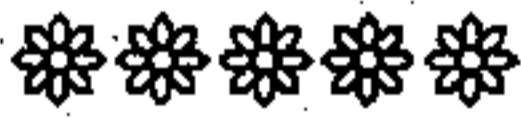
اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

❁❁❁❁❁
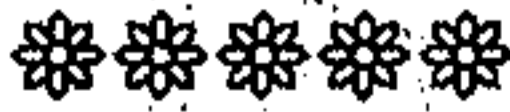
اولاد کی تعلیم وتربیت کی اہمیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِهٖ

كَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

❋❋❋❋❋

✿✿✿✿✿

کوئی کیا بتائے کہ چیز کیا گداز عشقِ رسول ﷺ ہے
جو نہاں ہو دل میں تو آگ ہے جو نظر میں آئے تو پھول ہے
جسے اس نظر سے ہیں نسبتیں وہی دل ہے عشق میں کام کا
جو نہ تابِ عکس بھی لا سکا تو وہ آئینہ ہی فضول ہے
تری جستجو میں جو آئے تو مجھے موت بھی ہے عزیز تر
تری آرزو میں ملے اگر مجھے زندگی بھی قبول ہے
درِ مصطفیٰ ﷺ کی تلاش تھی میں پہنچ گیا ہوں خیال میں
نہ تھکن کا چہرے پہ ہے اثر نہ سفر کی پاؤں پہ دھول ہے
کوئی اہلِ دل ہی بتائے گا کہ شعور کیا اصول کا
تری جستجو ہی شعور ہے تری آرزو ہی اصول ہے
یہی شاعر اپنی ہے آرزو وہ دیار ہو میرے روبرو
کہ جہاں عطا کی ہیں بارشیں کہ جہاں کرم کا نزول ہے

✿✿✿✿✿
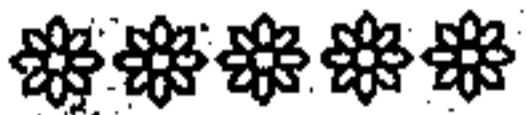
اولاد کی تعلیم وتربیت

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۝ (التغابن:۱۵)

''بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد بڑی آزمائش ہیں۔''

اللہ کریم کا بڑا کرم ہے کہ اس نے اپنی عطا کردہ نعمتوں کی حقیقت ہم پر واضح کر دی اور بتا دیا کہ یہ نعمتیں تمہاری آزمائش کے لیے تمہیں دی گئی ہیں کیونکہ یہ بڑی پیاری نعمتیں ہیں...... دل کو لبھانے والی...... پیار ومحبت کا مرکز...... عزت...... شہرت...... راحت وسکون کا ذریعہ ہیں اسی لیے ہر کوئی ان نعمتوں کو پسند کرتا ہے' ان کے پانے کی خواہش کرتا ہے' ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے' دنیا کی اس چہل پہل کی بنیاد اموال واولاد کی محبت ہی تو ہے' دولت کی قدر کسی غریب سے پوچھو اور اولاد کی قدر کسی بے اولاد سے پوچھو۔

اولاد والدین کے لیے عظیم نعمت ہے مگر اس میں آزمائش بھی ہے کہ جنہیں اللہ نے اس عظیم نعمت سے محروم رکھا' ان کی بھی آزمائش ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی ان گنت نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یا انہیں جو نصیب نہیں ہوئیں اس محرومی کی وجہ سے وہ مایوس وناامید ہو کر شریعت کے احکام کی پابندی سے منہ موڑ لیتے ہیں اور یہ ان لوگوں کے لیے بھی آزمائش ہے جنہیں اللہ کریم نے اس نعمت سے سرفراز فرمایا اور خوب حسین وجمیل اور صحت مند اولاد دی۔

پس جس شخص نے صاحب اولاد ہونے کے ناطے اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو نبھایا تو وہ یقیناً اس آزمائش میں کامیاب ہو گیا اور جو ایسا نہ کر سکا وہ ناکام ہو گیا۔

نیک اولاد کی اہمیت

نیک اولاد اللہ رب العزت کا عظیم انعام ہے' اولادِ صالح کے لیے اللہ عزوجل کے پیارے نبی حضرت سیّدنا زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دعا مانگی۔

قرآن پاک میں ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۔

''میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔'' (پ:۳' آل عمران:۳۸)

اور خلیل اللہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنے والی نسلوں کو نیک بنانے کی یوں دعا مانگی:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝

''اے میرے ربّ! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے۔

اے ہمارے ربّ! اور تو میری دعا قبول فرما لے۔'' (پ:۱۳' ابراہیم:۴۰)

نیک اولاد دنیا میں والدین کے لیے راحتِ جان بنتی ہے

نیک اولاد دنیا میں والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنتی ہے

نیک اولاد بچپن میں ان کے دل کا سرور بنتی ہے

نیک اولاد جوانی میں آنکھوں کا نور بنتی ہے

نیک اولاد بڑھاپے میں والدین کا سہارا بنتی ہے

اگر والدین اپنی اولاد کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کریں گے تو اولاد نیک ہوگی اور ایسی سعادت مند اولاد اپنے والدین کے لیے بخشش کا سامان بنے گی۔

اچھے کام میں والدین کے ساتھ تعاون کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے خواب کے متعلق آگاہ کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لب ولہجہ میں سختی، درشتگی، رعونت، تکبر یا بے زاری کا دُور دُور تک نام ونشان دِکھائی نہیں دیتا اس کے برعکس ان کے جواب میں محبت، پیار اور ادب واحترام ہے۔ خوش نصیب اولاد خیر کے کاموں میں اپنے والدین کی حوصلہ افزائی کرتی اور ان کے دست و بازو بنتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استفسار پر جلیل القدر بیٹے نے کس قدر استقلال واستقامت کے ساتھ باپ کی ذمہ داری کی تکمیل کے لیے تعاون ہی نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو پیش کیا۔

فَصَلَوَاتُ رَبِّی وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَعَلٰی أَبِیْهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الْكَرِیْمِ ۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں بھی خوش نصیب بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے ساتھ تعاون کرنے میں پس وپیش نہ کیا۔ امام بخاری کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کردہ روایت میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

یَا اِسْمَاعِیْلُ اِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِیْ أَنْ أَبْنِیَ لَهٗ بَیْتًا ۔

''اے اسماعیل! بے شک تمہارے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کا گھر تعمیر کروں۔''

انہوں نے عرض کیا:

أَطِعْ رَبَّكَ ۔

''اپنے رب کی اطاعت کیجیے۔''

انہوں نے فرمایا:

إِنَّهُ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي ۔

''بلاشبہ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اس بارے میں میری اعانت کرو۔''

انہوں نے عرض کیا:

إِذَنْ أَفْعَلُ ۔ أَوْ كَمَا قَالَ ۔

''پھر میں (رب تعالیٰ کا گھر تعمیر کرنے میں) آپ کی اعانت کروں گا۔'' (صحیح بخاری' کتاب: الانبیاء: ۲۹۹/۶' الرقم: ۳۳۶۵)

اے ربِ کریم! ہمیں خیر کے کام کرنے اور ہماری اولادوں کو ان کی تکمیل میں ہمارے ساتھ تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ذالجلال والاکرام!

تربیتِ اولاد کی اہمیت

اولاد سے محبت و مروت کا جذبہ انسان و حیوان میں مشترک ہے۔ گائے' بھینس' بکری اور جملہ حیوان بھی اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں' انہیں فرطِ محبت سے چومتے ہیں' ان کی جدائی محسوس کرتے ہیں' ان کا بچہ مرجائے تو شدتِ غم سے دودھ دینا بند کردیتے ہیں' بچے کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

''ماں باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے۔''

تربیتِ اولاد کا تاکیدی حکم

اسلام میں محض ذاتی نجات کافی نہیں وہ ہر شخص کو یہ ذمہ داری سپرد کرتا ہے کہ وہ دوسروں کی نجات کا بھی بندوبست کرے۔ خاندان کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ وہ

اہل و عیال کی ایسی تربیت کرے کہ وہ اللہ کی عظمت کے قائل ہوں' احکام الٰہی مانیں اور آخرت کی فکر کریں۔ دنیوی خوش حالی کے علاوہ ابدی زندگی میں سرخروئی کا خیال بھی دامن گیر رہے۔

مُنے تم بہت چھوٹے ہو...... تم جہنم میں نہیں جاؤ گے

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نہر کے کنارے چل رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک بچہ کنارے پر بیٹھا وضو کر رہا ہے اور رو بھی رہا ہے۔ آپ نے پوچھا:

''اے مُنے! تم کیوں رو رہے ہو؟''

اس نے عرض کی:

''میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا' جب میں اس آیت پر پہنچا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا ۔

''اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

(پ:۲۸' التحریم:۶)

تو میں ڈر گیا کہ اللہ تعالیٰ کہیں مجھے جہنم میں نہ ڈال دے۔''

آپ نے فرمایا:

''مُنے! تم تو بہت چھوٹے ہو' تم جہنم میں نہیں جاؤ گے۔''

وہ کہنے لگا:

''بابا جان! آپ تو سمجھ دار ہیں' کیا آپ نہیں جانتے کہ جب لوگ اپنی ضرورت کے لیے آگ جلاتے ہیں تو پہلے چھوٹی لکڑیوں کو رکھتے ہیں پھر بڑی لکڑیاں آگ میں ڈالتے ہیں۔''

وہ بزرگ اس ننھے مدنی مُنے کے اس انداز کو دیکھ کر بہت روئے اور فرمانے لگے:

''یہ بچہ ہم سے کہیں زیادہ جہنم کی آگ سے ڈرتا ہے تو ہمارا حال کیا ہونا چاہیے۔'' (درۃ الناصحین ص:۲۶۳)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا ۔

''اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔''

(پ:۱۸، التحریم:۶)

قرآنِ کریم کے اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچانے کی کوشش کرتا رہے کہ جہنم کی آگ بڑی سخت ہے۔ دنیا کی آگ سے بہت زیادہ کہ دنیا کی آگ تو لکڑیوں سے ہی جلتی ہے لیکن جہنم کی آگ کافروں اور پتھروں سے جلائی جائے گی اور اس پر ایسے فرشتے مقرر کیے جائیں گے جو نہ کسی پر رحم کریں گے نہ ہی کسی کی رعایت کریں گے بلکہ صرف اللہ کے حکم کے پابند ہوں گے۔

اے اہلِ ایمان! جہنم سے ڈرو......اور......دوسروں کو ڈراؤ

جہنم کی آگ سے ہر مسلمان ڈرتا ہے اور پناہ بھی مانگتا ہے اس سے بچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ نیکیاں بھی کرتا ہے لیکن مسلمان پر صرف اتنی ہی ذمہ داری نہیں بلکہ اس پر یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش کرے لیکن ایسا کیسے ہوگا؟ یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور ہمیں اس کا جواب مہیا کر دیا۔ آپ نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَقِیْ اَنْفُسَنَا فَکَیْفَ لَنَا بِاَهْلِیْنَا ۔

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم خود کو تو جہنم کی آگ سے بچاتے ہیں لیکن اپنے اہل وعیال کو کس طرح بچائیں؟''

سرکارِ دوعالم' نورِ مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَنْهَوْنَهُمْ عَمَّا نَهَاكُمُ اللّٰهُ وَتَأْمُرُوْنَهُمْ بِمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۔

''جن باتوں سے اللہ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل وعیال کو ان سے روکو اور جن کاموں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تم اپنے اہل وعیال کو ان کا حکم دو۔'' (الدرالمنثور للسیوطی: ۸/۲۲۵)

یعنی جس طرح تم خود شریعتِ اسلامیہ کی پابندی کرتے ہو اسی طرح اپنے اہل وعیال سے بھی کراؤ۔ تم نے جو دین کا علم حاصل کیا ہے ہو سکے تو اس سے زیادہ بیوی' بچوں کو سکھاؤ ورنہ کم از کم وہی سکھا دو جو تم جانتے ہو۔

جب تم نماز پڑھو تو اپنے بیوی بچوں کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دو۔

جب تم قرآن کی تلاوت کرو تو گھر والوں کو بھی تلاوت کا حکم دو۔

جب تم مسجد جاؤ تو اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ لو۔

گویا بچوں کے ساتھ اچھے سلوک کا آغاز یہ ہے کہ انہیں دین کا علم سکھایا جائے اور شریعتِ اسلامیہ کی پابندی کی عادت ڈالی جائے۔

اللہ کی بارگاہ میں......ہم سب جواب دہ ہوں گے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا:

يَقُوْلُ: اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ۔

''آپ ﷺ فرماتے' سن لو! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

اَلْاِمَامُ رَاعٍ، وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ۔

”حکمران نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ ۔

”آدمی اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا (یعنی گھر والوں) کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَمَسْئُوْلَۃٌ عَنْ رَّعِیَّتِھَا ۔

”عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا (یعنی شوہر کے گھر) کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ ۔

”نوکر اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ:

”(راوی کہتے ہیں میرے خیال میں یہ بھی فرمایا کہ)

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ مَالِ اَبِیْہِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ

”آدمی اپنے باپ کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

وَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ۔

”اور تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

(صحیح بخاری، کتاب: الجمعۃ: ۱/۳۰۴، الرقم: ۸۵۳، صحیح مسلم، کتاب: الامارۃ: ۳/۱۴۵۹، الرقم: ۱۸۲۹، سنن ترمذی: ۴/۲۰۸، الرقم: ۱۷۰۵)۔

درسِ عبرت

☆...... حکمران پوری سلطنت کے نگران ہوتے ہیں' سلطنت کے لوگوں کو جان و مال کا تحفظ فراہم کرنا...... ان کے لیے روزگار کا بندوبست کرنا...... عدل و انصاف فراہم کرنا...... تعلیمی اور فلاحی ادارے کھلوانا...... خوراک' رہائش وغیرہ کا بندوبست کرنا اور مختلف امور حکمرانوں کے ذمہ ہوتے ہیں جن لوگوں کو اللہ کریم نے حکمرانی عطا کی ہے وہ ذرا سوچیں کیا وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں؟

☆...... آدمی اپنے گھر کا نگران ہوتا ہے' اولاد کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرنا...... ان کی جائز ضروریات کو پورا کرنا...... ان کے لیے خوراک' رہائش' لباس وغیرہ کا انتظام کرنا اور بیوی کے حقوق پورے کرنا آدمی کی ذمہ داری ہے تو کیا آدمی اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دے رہا ہے؟

☆...... عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہوتی ہے۔ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے گھر اور عزت و مال کا تحفظ کرنا...... اولاد کی بہتر تعلیم و تربیت کرنا۔ علاوہ ازیں شوہر کے حقوق پورے کرنا' عورت کی ذمہ داری ہے تو کیا عورت ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہی ہے؟

☆...... نوکر اپنے مالک کے مال کا نگران ہوتا ہے۔ مالک کی غیر موجودگی میں اس کے مال' گھر کی رکھوالی کرنا' اس کے کام پوری ذمہ داری سے کرنا نوکر پر لازم ہے تو کیا نوکر اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہے؟

اگر میرے مخاطبین کا جواب ہاں میں ہے تو بہت بہتر...... ورنہ وہ اپنی آخرت کی فکر کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو بخیر و خوبی نبھائیں کیونکہ روزِ محشر حاکمِ مطلق کے سامنے ہر بندہ جواب دہ ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داریوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

تین عظیم خصلتیں

سرکارِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا، تین عظیم خصلتوں کو اولاد کے سینوں میں اُجاگر کرنے کی تلقین فرمائی۔

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَقِرَاْءَةِ الْقُرْاٰنِ ۔

اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تلقین کرو اور انہیں سکھاؤ۔

۱) اپنے نبی ﷺ کی محبت

۲) نبی ﷺ کے گھرانے (اہلِ بیت) کی محبت

۳) قرآن مجید کا پڑھنا۔

(الجامع الصغیر)

پہلی خصلت (حبِ رسول ﷺ کو سینوں میں اُجاگر کرنا)

بندے کو خود بھی محبِ رسول ﷺ ہونا چاہیے اور اپنی اولاد کو بھی عاشقِ رسول ﷺ بنانا چاہیے کیونکہ محبتِ رسول ﷺ ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔

محبتِ رسول ﷺ کے بغیر ایمان ادھورا ہے

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد (یعنی والدین)، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے

زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

(صحیح بخاری، کتاب: الایمان: ۱/۱۴، الرقم: ۱۵، صحیح مسلم، کتاب: الایمان: ۱/۶۷، الرقم: ۴۴)

محبتِ رسول کا ثمر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک مرتبہ مسجد سے نکل رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی ملا اور اس نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب آئے گی؟"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟"

وہ آدمی کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس کے لیے (فرائض میں سے) روزہ، نماز اور صدقہ وغیرہ (جیسے اعمال) تو زیادہ نہیں کیے لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔"

(صحیح بخاری، کتاب: الاحکام: ۶/۲۶۱۵، الرقم: ۶۷۳۴، صحیح مسلم، کتاب: البر والصلۃ والآداب: ۴/۲۰۳۲-۲۰۳۳، الرقم: ۲۶۳۹، سنن ترمذی، کتاب: الزہد: ۴/۵۹۵، الرقم: ۲۳۸۵)

جنت میں لے کے جائے گی چاہت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے:

"یارسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے میری جان اور میرے اہل و

عیال اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ ﷺ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ ﷺ کی زیارت نہ کرلوں لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ ﷺ تو جنت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ ﷺ کی زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیتِ مبارکہ لے کر اُترے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ...... الخ

(اور جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے۔)

پس آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

(منہاج السوی صفحہ ۵۷۴، بحوالہ المعجم الاوسط: ۱/۱۵۲، الرقم: ۴۷۷، المعجم الصغیر: ۱/۵۳، الرقم: ۵۲، الدر المنثور للسیوطی: ۲/۱۸۲)

دوسری خصلت (محبت اہلِ بیت کو سینوں میں اُجاگر کرنا)

سرکار ﷺ کے قرابت داروں سے محبت کرنا، آپ ﷺ کے ساتھ محبت کرنے کی طرح ہے اور اس کی بڑی برکتیں ہیں۔ آپ ﷺ نے باقاعدہ اس کی تاکید فرمائی ہے اور محبانِ اہلِ بیت کو اپنی شفاعت کی نوید سنائی ہے۔

جنت کی بشارت

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم اہلِ بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملا کہ وہ ہمیں محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب کے ساتھ۔''

(عرفان السنۃ صفحہ: ۲۲۲، مطبوعہ: منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، بحوالہ: المعجم الاوسط: ۳۶۰/۲، الرقم: ۲۲۳۰، مجمع الزوائد: ۱۷۲/۹)

محبتِ اہلِ بیت سال کی عبادت سے بہتر ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ يَوْمًا، خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ وَمَنْ مَاتَ عَلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اہلِ بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اسی محبت پر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

(مسند الفردوس: ۱۴۲/۲، الرقم: ۲۸۲۱)

تیسری خصلت (قرآنِ کریم کا قاری بنانا)

قرآن ایک نور ہے اگر بچوں کا دل و دماغ قرآن کی روشنی سے آراستہ کیا جائے تو ان شاء اللہ ان کا باطن بھی منور ہو جائے گا۔ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو تعلیمِ قرآن سے مزین کرنے والوں کو کئی بشارتیں عطا فرمائی ہیں۔

قرآن شفاعت کرے گا

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ.

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''قرآن مجید پڑھا کرو' یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرنے والا بن کرآئے گا۔''

(صحیح مسلم: ۱/۵۵۳' الرقم: ۸۰۴' مسند احمد بن حنبل: ۵/۲۵۴' الرقم: ۲۲۲۴۷۔۲۲۲۶۷)

عزت کا تاج نصیب ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بروزِ قیامت صاحب قرآن (قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا) آئے گا اور قرآن کہے گا' اے رب! اسے زیور پہنا تو صاحب قرآن کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر کہے گا' اے میرے رب! اسے اور بھی (اصلی لباس) پہنا تو اسے عزت و بزرگی کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا' اے میرے مولیٰ! اب اس سے راضی ہو جا (اس کی تمام خطائیں معاف فرما دے) تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا اور اس سے کہا جائے گا' قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے زینے) چڑھتا جا اور اللہ ہر آیت کے بدلے میں اس کی نیکی بڑھاتا جائے گا۔''

(سنن ترمذی: ۵/۱۷۸' الرقم: ۲۹۱۵' مستدرک حاکم: ۱/۷۳۸' الرقم: ۲۰۲۹' الترغیب والترہیب: ۲/۲۲۸' الرقم: ۲۱۹۸)

اگلے پچھلے گناہ معاف

سرکارِ دو جہاں ﷺ کا فرمان ہے:

''جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآنِ کریم سکھائے اس کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

(المعجم الاوسط: ۵۲۴/۱، الرقم: ۹۶۳۵)

بعض لوگ سوچتے ہیں کہ حافظِ قرآن کو بڑی فضیلت ہے ناظرہ خواں کو کم نیکیاں ملتی ہیں۔ وہ لوگ توجہ فرمائیں اگر قرآنِ کریم کی تلاوت ان کا معمول ہے تو اپنی قسمت پر ناز کریں اگر قرآن پاک نہیں پڑھتے تو پڑھنا شروع کر دیں اور وہ لوگ جو دنیاوی تعلیم پر بڑی توجہ دیتے ہیں لیکن قرآنِ کریم کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے وہ بھی قرآنِ کریم پڑھ کر اس کی برکتوں سے مالا مال ہوں۔

تربیتِ اولاد کا آغاز

والدین کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو اس انتظار میں رہتی ہے کہ ابھی تو بچہ چھوٹا ہے جو چاہے کرے، تھوڑا بڑا ہو جائے تو اس کی اخلاقی تربیت شروع کریں گے۔ ایسے والدین کو چاہیے کہ بچپن ہی سے اولاد کی تربیت پر بھرپور توجہ دیں کیونکہ اس کی زندگی کے ابتدائی سال بقیہ زندگی کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ پائے دار عمارت مضبوط بنیاد پر ہی تعمیر کی جا سکتی ہے۔

☆...... جو کچھ بچہ اپنے بچپن میں سیکھتا ہے وہ ساری زندگی اس کے ذہن میں راسخ رہتا ہے کیونکہ بچے کا دماغ مثلِ موم ہوتا ہے اسے جس سانچے میں ڈھالنا چاہیں ڈھالا جا سکتا ہے۔

☆...... بچے کی یادداشت ایک خالی تختی کی مانند ہوتی ہے اس پر جو لکھا جائے

گا ساری عمر کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔

☆...... بچے کا ذہن خالی کھیت کی مثال ہے اس میں جیسا بیج بوئیں گے اسی معیار کی فصل حاصل ہو گی۔

۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اسے بچپن ہی سے سلام کرنے میں پہل کرنے کی عادت ڈالی جائے تو وہ عمر بھر اس عادت کو نہیں چھوڑتا...... اگر اسے سچ بولنے کی عادت ڈالی جائے تو وہ ساری عمر جھوٹ سے بے زار رہتا ہے...... اگر اسے سنت کے مطابق کھانے پینے...... بیٹھنے' جوتا پہننے...... لباس پہننے...... سر پر عمامہ باندھنے اور بالوں میں کنگھی وغیرہ کرنے کا عادی بنا دیا جائے تو وہ نہ صرف خود ان پاکیزہ عادات کو اپنائے رکھتا ہے بلکہ اس کے یہ مدنی اوصاف اس کی صحبت میں رہنے والے دیگر بچوں میں بھی منتقل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

قصور کس کا ہے؟

اسلامی شریعت میں جہاں بچوں کو والدین کی اطاعت و فرماں برداری اور خدمت کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے' ماں باپ کو بھی ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینے...... ان کی ضروریات کو حسب استطاعت پورا کرنے...... اور ان سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ والدین جن کو اپنی اولاد سے شکایت رہتی ہے کہ ان کی اولاد ان کی بات نہیں مانتی' ان کے حقوق ادا نہیں کرتی' ان کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس کی وجہ صرف اولاد کی بے راہ روی ہے یا ان کا بھی کچھ قصور ہے؟

والدین کو غور کرنا چاہیے کہ اولاد کو اس حال تک پہنچانے میں ان کا کتنا ہاتھ ہے؟ انہوں نے اولاد کے حقوق پوری طرح ادا کیے یا نہیں؟

کیونکہ انہوں نے

اپنے بچے کو ABC بولنا تو سکھایا......... مگر قرآن پڑھنا نہ سکھایا
مغربی تہذیب کے طور طریقے تو سمجھائے مگر رسول عربی ﷺ کی سنتیں نہ سکھائیں
جنرل نالج کی اہمیت پر تو گھنٹوں کلام کیا.. مگر فرض دینی علوم کے حصول کی رغبت نہ دلائی
اس کے دل میں مال کی محبت تو ڈالی...... مگر عشقِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں نہ کی
اسے دنیاوی ناکامیوں کا خوف تو دلایا...... مگر امتحان قبر و حشر میں ناکامی سے وحشت نہ دلائی
اسے ہائے ہیلو کہنا تو سکھایا............ مگر سلام کرنے کا طریقہ نہ بتایا

آج کل اولاد کو گناہ کرنے اور آلاتِ لہو و لعب کو استعمال کرنے کی بلا روک ٹوک اجازت ہے۔ یاد رکھیے:

ارتکابِ گناہ کی مادر پدر آزادی اور لہو و لعب کے طرح طرح کے آلات کا بلا روک ٹوک استعمال، کیبل، وی سی آر کی کارستانیاں، رقص و سرور کی محفلوں میں انہماک اور بگڑا ہوا گھریلو ماحول یہ سب کچھ بچے کی طبیعت میں شیطانیت و نفسانیت کو اتنا قد آور کر دیتا ہے کہ اس سے پاکیزہ کردار کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔

تربیت سے غفلت کا نقصان

۱) اخلاقی قدریں پامال ہو جاتی ہیں

موجودہ دور میں اخلاقی قدروں کی پامالی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، نیکیاں کرنا بے حد دشوار اور ارتکابِ گناہ بہت آسان ہو چکا ہے۔ مسجدوں کی ویرانی اور سینما گھروں و ڈرامہ تھیٹروں کی رونق، دین کا درد رکھنے والوں کو آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے۔ ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا، انٹرنیٹ اور کیبل کا غلط استعمال کرنے والوں نے

اپنی آنکھوں سے حیا دھو ڈالی ہے۔ تکمیلِ ضروریات و حصولِ سہولیات کی جدوجہد نے انسان کو فکرِ آخرت سے یکسر غافل کر دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیاوی شان و شوکت اور ظاہری آن بان مسلمانوں کے دِلوں کو اپنا گرویدہ بنا چکی ہے مگر افسوس! اپنی قبر کو گلزارِ جنت بنانے کی آرزو دِلوں میں گھر نہیں کرتی۔ ان نامساعد حالات کا ایک بڑا سبب ماں باپ کا اپنی اولاد کی تربیت سے غافل ہونا بھی ہے کیونکہ فرد سے افراد اور افراد سے معاشرہ بنتا ہے تو جب فرد کی تربیت صحیح خطوط پر نہیں ہوگی تو اس کے مجموعے سے تشکیل پانے والا معاشرہ زبوں حالی سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔

جب والدین کا مقصدِ حیات حصولِ دولت، آرام طلبی، وقت گزاری اور عیش کوشی بن جائے تو وہ اپنی اولاد کی کیا تربیت کریں گے اور جب تربیتِ اولاد سے بے اعتنائی کے اثرات سامنے آتے ہیں تو یہی والدین ہر کس و ناکس کے سامنے اپنی اولاد کے بگڑنے کا رونا روتے ہیں۔

۲) اولاد باغی ہو جاتی ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اولاد کے لیے ماں باپ کا مقام و مرتبہ بہت ہی عظیم اور بلند ہے اور اللہ نے اپنی عبادت کے بعد سب سے بڑی نیکی والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو قرار دیا۔ سرکارِ دو جہاں ﷺ نے باپ کی رضا کو اللہ کی رضا کا وسیلہ قرار دیا۔ ماں کے قدموں تلے جنت کی خبر دی۔ بڑا مرتبہ ہے والدین کا اسی لیے والدین اولاد کے لیے جو تکالیف برداشت کرتے ہیں وہ کوئی کسی کے لیے نہیں کر سکتا۔

لہٰذا اولاد پر سب سے بڑا حق والدین ہی کا قرار پاتا ہے اور والدین اولاد سے اپنے حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ بھی کرتے ہیں اور نیک اولاد یہ حق بھی ادا کرتی

ہے لیکن والدین پر بھی اولاد کا حق ہے کہ وہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اولاد کی پرورش کریں' اس کی پوری خدمت کریں اور ان کی تربیت سے غافل نہ ہوں جو والدین یہ حق ادا کرتے ہیں اللہ کی طرف سے ان کے بھی حق کی حفاظت کی جاتی ہے کہ اللہ کریم ان کی اولاد کو نیک اور مطیع و فرماں بردار بنا دیتا ہے لیکن جو والدین اولاد کی حق تلفی کرتے ہیں' اولاد بھی ان کے حقوق ادا نہیں کرتی اور ان کی نافرمانی کرتے ہوئے باغی ہو جاتی ہے۔

۳) والدین کی توقیر ختم ہو جاتی ہے

جس باپ نے کبھی اپنی اولاد کے حقوق ادا نہ کیے ہوں' وہ کس طرح اپنے حق کی ادائیگی کی توقع کرتا ہے جس نے کبھی اپنے بچے کو گود میں نہ اُٹھایا کبھی اس کو پیار نہ کیا...... کبھی اس کے لیے اپنی نیند قربان نہ کی...... کبھی اس کی وجہ سے اپنے عیش میں خلل نہ آنے دیا...... کبھی باپ کو وقت نہ ملا کہ وہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا...... ان کی دل جوئی کے لیے' ان کے ساتھ کھیلتا۔ بس اس نے بچوں کے لیے نوکر مہیا کر دیے تھے جو ان کی خدمت کرتے اور ساری ضروریات پوری کرتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے بچے بڑے ہو کر باپ سے زیادہ نوکر ہی کی عزت (Respect) کریں گے۔ ان کی نظروں میں باپ کے لیے نہ عزت ہوگی نہ دل میں محبت اور نہ وہ اس کی فرماں برداری کریں گے۔

دعوتِ فکر

ماں کو فخر ہوتا ہے کہ اس کی عظمت یہ ہے کہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور اسی حوالے سے وہ اولاد سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہے اور جب اولاد اس کا حق ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی تو وہ اولاد کی نافرمان' جہنمی اور نہ جانے کیا کیا

کہتی ہے لیکن کاش! اس عظیم ہستی ماں نے یہ بھی غور کیا ہوتا کہ اس نے خود اپنے حق کی حفاظت کی ہے یا نہیں یعنی اس نے اولاد کے لیے کتنی تکالیف برداشت کیں اور اس کا کتنا حق ادا کیا جس ماں نے بچے کو اپنا دودھ نہ پلایا...... کبھی اپنے ہاتھوں سے غسل نہ دیا...... کبھی اس کے کپڑے نہ دھوئے...... کبھی وقت پر کھانا نہ دیا۔

بس بچہ پیدا کیا جو ایک فطری عمل تھا اس کے بعد اس نے کبھی بچے کی طرف توجہ تک نہ کی۔ بس ملازمہ کے سپرد کر دیا۔ بچے نے ملازمہ کی گود میں ہوش سنبھالا اس سے دودھ مانگا' اسی سے کھانا مانگا' اسی کو ہمہ وقت اپنی خدمت کرتے دیکھا' بچے نے ماں کو تلاش کیا تو دکان پر سودا بیچتے دیکھا یا دفتر میں ملازمت کرتے پایا' گھر میں دیکھا تو میک اپ کرتے یا ٹی وی کے سامنے دیکھا۔

غرضیکہ ماں کے کسی عمل نے بچے کے شعور میں ماں کی عظمت و محبت پیدا نہ کی اب ماں کس طرح چاہتی ہے کہ اولاد اس کی خدمت کرے اور اس کے قدموں تلے جنت تلاش کرے۔ ہاں یہ بچہ ضرور ایسا کرتا اگر ماں نے اس کا حق ادا کیا ہوتا اگر اس نے ماں کو اپنی خدمت کرتے دیکھا ہوتا یا اس نے ماں کو نماز پڑھتے دیکھا ہوتا۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے دیکھا ہوتا اگر ماں نے اس کو نماز سکھائی ہوتی۔ قرآنِ کریم پڑھنا سکھایا ہوتا' دینِ اسلام کا علم دیا ہوتا۔

مربی کو کیسا ہونا چاہیے

مربی (تربیت کرنے والے) کو حسنِ اخلاق کا مجسمہ اور حسنِ کردار کا پیکر ہونا چاہیے کیونکہ اس نے اپنی اولاد کی تربیت کر کے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دینا ہوتا ہے۔ اولاد بلاشبہ اللہ کی نعمت ہے لیکن صاحبِ اولاد ہوتے ہی انسان ایک بڑی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس پر ایک بہت بڑی ذمہ داری آ پڑتی ہے۔ اولاد کی پیدائش پر خوشی اور اللہ کا شکر بڑا ہی اچھا عمل ہے لیکن اگر

والدین کو اس نئی ذمہ داری کا احساس ہو جائے تو ان کی خوشی تفکرات میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اس آزمائش میں کامیاب وہی عقل مند ہو سکتا ہے جو اولاد کی پیدائش کے ساتھ ہی اپنی زندگی کو بدل دینے اور اپنی اصلاح کر لینے کا فیصلہ کر لے کیونکہ اب تک وہ اپنی مرضی کی زندگی میں مست تھا لیکن اب وہ اپنی اولاد کے لیے ایک ماڈل' ایک نمونہ ہے اس کی اولاد اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھے اور والدین ہی کی عادات واطوار کو اپنائے گی۔ پس اگر والدین ہی لاپرواہی کی زندگی بسر کرتے ہیں' والدین ہی غیر مہذب اور غیر متمدن ہیں والدین ہی بے دین ہیں تو اولاد خود بخود ماں باپ ہی کی طرح ہو گی۔

لیموں نچوڑ کر آم کے ذائقے کی امید رکھنا...... کہاں کی عقل مندی ہے؟

اگر ماں باپ کو گالیاں بکنے کی عادت ہے تو بچوں میں بھی گالیاں بکنے کی عادت ضرور آئے گی...... باپ اگر سگریٹ پیتا ہے تو ضرور بچے بھی اس عادت میں مبتلا ہوں گے...... لہٰذا ضروری ہے کہ والدین اولاد کے پیدا ہوتے ہی اپنی اصلاح کر لیں کہ جب والدین نمازی ہوں گے...... والدین قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہوں گے...... والدین بڑوں کا احترام کرتے ہوں...... تو یہ تمام خوبیاں بچے خود بخود اپنا لیں گے۔

یاد رکھیے!

بچوں کی تربیت کا ذریعہ صرف تعلیم نہیں بلکہ ان کی تربیت عملی صورت دیکھ کر ہوتی ہے۔ والدین اچھے ہو جائیں تو اولاد خود بخود اچھی ہو جاتی ہے۔ پس جن والدین نے اپنی اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت پر توجہ دی اور انہیں ایک اچھا مسلمان بنا دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوں گے۔

والدین کا اندازِ زندگی......اولاد کا اندازِ زندگی ہوتا ہے

اولاد کی تربیت کا آغاز والدین سے ہی ہوتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ مرد و عورت شادی کے بعد اپنی ان تمام خامیوں اور کمزوریوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں جو شادی سے پہلے ان میں تھیں کیونکہ اب وہ تنہا نہیں بلکہ اب ان سے نسل جاری ہوگی جس کے لیے انہیں مثال اور نمونہ بننا ہوگا کہ بچہ آنکھ کھولتا ہے تو وہ باپ کے کردار کو دیکھتا ہے اور جو کچھ اسے اپنے ماں باپ میں نظر آتا ہے' غیر شعوری طور پر اسے اختیار کرتا جاتا ہے...... والدین کی زبان بولتا ہے...... انہی کے اُٹھنے بیٹھنے کا انداز اختیار کرتا جاتا ہے...... والدین ہی کی طرح وہ کھاتا پیتا ہے گویا ماں باپ کا ہر عمل اس کی ابتدائی تربیت ہوتی ہے جو اس قدر مؤثر اور گہری ہوتی ہے کہ بچے کو بڑے ہونے کے بعد اس اندازِ زندگی سے ہٹانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

نام کے مسلمان نہیں......کام کے مسلمان بنیں

اگر والدین بس نام کے مسلمان ہوں...... ان کے طور طریقے یہودیوں جیسے ہوں...... کھانا پینا عیسائیوں جیسا ہو...... لباس مجوسیوں جیسا ہو تو ظاہر ہے بچہ بھی وہی اطوار اختیار کرے گا اور مسلمان ہونے کے باوجود دین پر عمل کی صلاحیتوں پر والدین کی بدعملی کے بادل چھا جائیں گے جن گھروں میں مغربی تہذیب کے بادل چھائے ہوتے ہیں' ان میں پروان چڑھنے والے بچے دین سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں لیکن جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اپنی جوانی کی بدتمیزی کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب اختیار کرتے ہیں تو انہیں بچوں کی تربیت کا خیال آتا ہے اور بچوں کی وہی حرکتیں بُری لگنے لگتی ہیں جو بچوں نے انہیں سے سیکھی تھیں۔

اب وہ بچے سے کہتے ہیں کہ نماز پڑھو...... روزہ رکھو...... قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرو...... لباس پورا پہنو لیکن اب جوان بچوں کو بوڑھے ماں باپ کی باتیں

بُری معلوم ہوتی ہیں اور وہ ان پر عمل کے لیے کسی صورت آمادہ نہیں ہوتے۔ بس والدین کی اولاد کی نافرمانی اور سرکشی کا شکوہ کرنے لگتے ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ بچوں کا قصور بالکل نہیں۔

انہوں نے جب آنکھ کھولی تو ماں باپ کو

بدتہذیبی کی دلدل میں ڈوبا ہوا پایا.......... کلبوں میں ناچتے ہوئے پایا

کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے پایا..... ہوٹلوں میں گاتے ہوئے پایا

کبھی وضو کرتے نہ دیکھا.......... اللہ کے دربار میں سر جھکاتے نہ دیکھا

مصلیٰ پر بیٹھے نہ دیکھا.......... قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے نہ دیکھا

کسی عالمِ دین سے ملتے نہ دیکھا.......... دین کی باتیں کرتے نہ دیکھا

پس جو دیکھا وہی ذہن میں رچ بس گیا۔ وہ حقیقت معلوم ہونے لگی، وہی اصلیت نظر آئی اب یہ ماں باپ بڑھاپے سے مجبور ہو کر اپنی موت اپنے سامنے کھڑی دیکھ کر بدل گئے تو بچے کیا کریں جب ان کا بڑھاپا آئے گا..... جب انہیں اپنی موت نظر آنے لگے گی تو یہ بھی بدل جائیں گے اور ماں باپ اسی آرزو میں مر جائیں گے کہ کاش ہماری اولاد ہمارے سامنے سُدھر جائے لیکن یہ تو جب ہوتا جب ماں باپ ابتدا ہی سے بچوں کی تعلیم و تربیت اچھے طریقے سے کرتے، خود ایک اچھا ماڈل بنتے مگر جب دیر ہو جائے تو پھر شکوہ کرنا فضول ہے۔

اپنی اولاد کو بتایئے کہ:

جھوٹ بولنا	حرام ہے
غیبت کرنا	حرام ہے
چوری کرنا	حرام ہے
دل میں بغض و کینہ رکھنا	حرام ہے

شراب پینا	حرام ہے

اسی طرح

تکبر کرنا	گناہ ہے
کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا	گناہ ہے
عیب اُچھالنا	گناہ ہے
کسی کا اُلٹا نام ڈالنا	گناہ ہے
بدنگاہی کرنا	گناہ ہے

اور

وعدہ خلافی سے	اللہ ناراض ہوتا ہے
گالی گلوچ سے	اللہ ناراض ہوتا ہے
آتش بازی سے	اللہ ناراض ہوتا ہے
حسد کرنے سے	اللہ ناراض ہوتا ہے
گناہ کرنے سے	اللہ ناراض ہوتا ہے

یاد رکھیے!

پتنگ بازی	وقت کا ضیاع ہے
کبوتر بازی	وقت کا ضیاع ہے
فلم بینی	وقت کا ضیاع ہے
ڈرامے دیکھنا	وقت کا ضیاع ہے
فضول گوئی	وقت کا ضیاع ہے
چوکوں میں بیٹھنا	وقت کا ضیاع ہے

قابلِ قدر والدین! اپنی اولاد کو بتایئے......

سونے جاگنے کے آداب	کیا ہیں؟
گفتگو کے آداب	کیا ہیں؟
گھر میں داخلے کے آداب	کیا ہیں؟
بال سنوارنے کے آداب	کیا ہیں؟
ناخن کاٹنے کے آداب	کیا ہیں؟
جوتا پہننے کے آداب	کیا ہیں؟
لباس پہننے کے آداب	کیا ہیں؟

عزیز بچو!

کھانا ہو تو	سرکار ﷺ کی سنت کو دیکھو
چلنا ہو تو	سرکار ﷺ کی سنت کو دیکھو
پینا ہو تو	سرکار ﷺ کی سنت کو دیکھو
بولنا ہو تو	سرکار ﷺ کی سنت کو دیکھو
ہنسنا ہو تو	سرکار ﷺ کی سنت کو دیکھو
کسی سے ملنا ہو تو	سرکار ﷺ کی سنت کو دیکھو
پڑھنا ہو تو	سرکار ﷺ کی سنت کو دیکھو

معزز والدین اپنی اولاد کا ذہن بنایئے کہ......

حسنِ اخلاق میں	برکت ہے
صبر میں	برکت ہے
شکر میں	برکت ہے
دیانت میں	برکت ہے

سخاوت میں — برکت ہے
عبادت میں — برکت ہے
ریاضت میں — برکت ہے

ان شاء اللہ تعالیٰ......

صداقت سے — جنت نصیب ہوگی
شجاعت سے — جنت نصیب ہوگی
والدین کے ادب سے — جنت نصیب ہوگی
بزرگوں کی عزت سے — جنت نصیب ہوگی
قناعت سے — جنت نصیب ہوگی
اللہ کی محبت سے — جنت نصیب ہوگی
نبی ﷺ کی اُلفت سے — جنت نصیب ہوگی

جنت میں لے کے جائے گی چاہت رسول ﷺ کی
ملنے دو بس مجھے بھی اجازت رسول ﷺ کی

پوچھیں جو دین و ایمان نکیرین قبر میں
اس وقت میرے لب پہ ہو مدحت رسول ﷺ کی

سرکار ﷺ نے بُلا کے مدینہ دِکھا دیا
ہو گئی مجھے نصیب شفاعت رسول ﷺ کی

❁❁❁❁❁

اَللّٰھُمَّ حُبَّکَ وَحُبَّ نَبِیِّکَ الْکَرِیْم
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ

جان کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَتَحَ قُلُوْبَ الْعُلَمَاءِ بِمَفَاتِیْحِ الْاِیْمَانِ ○ وَشَرَحَ صُدُوْرَ الْعُرَفَاءِ بِمَصَابِیْحِ الْاِیْقَانِ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانُ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی بَدْرِ التَّمَامِ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ○

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهٖ

وَاللَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَّفْرَتِهٖ

فَاِنَّ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّعُلَا

اَهْدَ السُّبُلَا لِدَلَا لَتِهٖ

❋❋❋❋❋
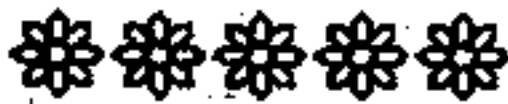
نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونین ﷺ

آؤ مل کر احمد مختار کی باتیں کریں
لشکر اسلام کے سردار کی باتیں کریں

ظلمتوں میں پیکر انوار کی باتیں کریں
حرف لا کے شارح اسرار کی باتیں کریں

جذبۂ عشق و محبت کی تسلی کیلئے
ہم مدینے کے در و دیوار کی باتیں کریں

مانگتے ہیں بھیک شاہان زمانہ بھی جہاں
آج ہم اس کوچہ و بازار کی باتیں کریں

جس پر قربان ہیں جہان حسن کی رعنائیاں
خامۂ فطرت کے اس شہکار کی باتیں کریں

دید سے ملتا ہے جس کے دیدہ و دل کو سرور
گنبد خضریٰ کے اس مینار کی باتیں کریں

❁❁❁❁❁

اللہ رب العزت کے اتنے عظیم انعامات ہیں۔ جو انسان کے عالم وجود میں قدم رکھنے سے پہلے بن مانگے عطا کیے گئے۔ لیکن ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ ان تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ جن کی التجا رب کائنات سے کی جاتی ہے اس کے انعامات اتنے کثیر ہیں۔ اگر ان کا شمار کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں۔

ہند سے ختم ہو جائیں، زبانیں گنتے گنتے تھک جائیں۔ لیکن ان کو کوئی گن نہیں سکتا۔ انسان اگر اپنے گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے صرف اپنے وجود پر ہی غور کرے۔ تو اسے معلوم ہو جائے۔ اس پر پروردگار کی بے حد و بیشمار نوازشات ہیں۔

ذرا سوچو! اگر ہاتھوں پر انگلیاں ہی نہ ہوں۔ اور انگلیوں کے سروں سے ناخن ہی جھڑ جائیں۔ تو آپ کے بازو کی ساری قوت بیکار ہو جائے گی۔ اگر آنکھوں پر چھپر نہ ہوں۔ تو آنکھوں کی حفاظت کیسے کر سکیں گے۔ یہ بظاہر معمولی چیزیں ہیں۔ جن کی افادیت کے متعلق شاذ و نادر ہی ہم غور کرتے ہیں۔ ان کی اہمیت اتنی ہے۔ تو بڑی بڑی نعمتوں کی اہمیت کتنی ہوگی۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ہماری پیشانیاں اپنے پروردگار کے سامنے جھکی رہتیں۔ لیکن یہ تو دہ خاص جس کی عزت کے لئے اتنے سامان کیے گئے۔ اتنا ظالم اور ناشکرا ہے کہ اپنے آپ پر ہی ظلم کر کے خودکشی کر بیٹھتا ہے۔ یہ رب کی بہت بڑی نافرمانی ہے۔ رب کی نافرمانی کرنا ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس کی گراں بہا نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود ''خودکشی کرنا'' اس کی ناشکری کرنا کیا کفران نعمت کی حد نہیں۔ تو اور کیا ہے؟

بندے کو صبار اور شکور ہونا چاہیے تھا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ نعمتوں کا حقدار

ٹھہرتا۔ بندے کو چاہئے تھا کہ تمام پریشانیوں کو بھلا کر اپنی دوستی اور محبت کا رشتہ رب قدوس سے استوار کرتا۔ تاکہ عیش ولذت اور کیف وسرور حاصل کرتا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ بندہ رب کائنات کی ناشکری کے بجائے، شراب محبت الٰہی سے مخمور ہو کر ساری پریشانیوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر شاداں وفرحاں رہتا۔ اس کا عقاب ہمت بلند پروازی کی صفت سے متصف رہتا۔ اگر بیمار ہوتا۔ تو بجائے خودکشی کی طرف بڑھنے کے خالق دو جہاں کی بارگاہ میں دست طلب پھیلا کر صحت کی دعا مانگتا۔ دینی علوم کی روشنی سے اس کا سینہ منور ہوتا۔ تو اپنی جان کے حقوق کبھی ضائع نہ کرتا۔

☆☆☆

؎ دور دنیا کے ہو جائیں رنج و الم
مجھ کو مل جائے پیارے مدینے کا غم
ہو کرم ہو کرم یا خدا ہو کرم
واسطہ نبی کا جو شاہ ابرار ہے

اے مقدر کی روٹھی ہواؤ سنو
حال دل پر نہ یوں مسکراؤ سنو
آندھیو ! گردشو ! تم بھی آؤ سنو
مصطفٰی میرا حامی و غمخوار ہے

ٹوٹے گو سر پہ کوہ بلا صبر کر
اے مسلماں نہ تو ڈگمگا صبر کر
لب پہ حرف شکایت نہ لا صبر کر
کہ یہی سنت شاہ ابرار ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ؕ (پ:۳، البقرہ:۲۸۶)

اس آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ کریم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا...... کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ چنانچہ وہ مریض جو نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی گئی...... وضو نہ کر سکنے کی صورت میں تیمّم رکھا گیا...... مسافر اور مریض کو سفر اور مرض میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی...... اسی طرح جو حج نہیں کر سکتا وہ حج بدل کروا دے۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا اور اعتدال کو اختیار کیا تو انسان کو بھی اپنی زندگی میانہ روی سے گزارنی چاہئے۔ کوئی بھی کام حد سے گزر کر نہیں کرنا چاہئے۔ کھانے پینے میں...... اوڑھنے، پہننے میں...... بات چیت میں...... خواہشات میں غرض ہر کام میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

اپنے آپ کو دوزخ سے بچائیں

ارشاد خداوندی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ○ (پ:۲۸، التحریم:۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت مزاج طاقتور فرشتے (مقرر) ہیں جو کسی بھی امر میں جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے اللہ کی

نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام انجام دیتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچائیں۔ انسان جب اللہ کریم کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے.....جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ نہیں کرتا اور جن کاموں سے منع کیا ہے وہ کرتا ہے تو وہ خود اپنی جان پر گناہوں کا بوجھ ڈال لیتا ہے جس وجہ سے اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی لیے اللہ کریم نے یہ حکم دے دیا کہ اپنے آپ کو دوزخ میں جانے سے روکو اور ایسے کام نہ کرو جن کی وجہ سے تمہیں دوزخ کی آگ میں جلنا پڑے۔ اور پھر ایسی دوزخ میں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں جلنا پڑے گا۔

عذاب دوزخ کی تباہ کاریاں

جب آنکھیں زخمی ہو جائیں گی

دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر ﷺ کا فرمان عبرت نشان ہے: اے لوگو! رویا کرو، اگر رو نہ سکو تو رونے جیسی صورت بنا لیا کرو، اس لیے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو رخساروں پر بہنے لگ جائیں گے گویا کہ وہ نہریں ہوں، آنسو ختم ہو جائیں گے تو (خون کے) آنسو بہنے لگیں گے اور آنکھیں زخمی ہو جائیں گی۔ (مسند ابو یعلیٰ، ۳/۴۰۶، الرقم: ۴۱۲۰)

سب سے کم عذاب

سرکار مدینہ، قرار قلب و سینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا جسے آگ کے جوتے اور تسمے پہنائے جائیں گے جن سے اس کا دماغ ایسے

کھولے گا جیسے ہنڈیا کھولتی ہے اور وہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں حالانکہ اسے سب سے کم عذاب ہوگا۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۱۷، الرقم: ۵۱۷)

گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہو گی
ہائے! میں نار جہنم میں جلوں گا یا رب!
درد سر ہو یا بخار آئے تڑپ جاتا ہوں
میں جہنم کی سزا کیسے سہوں گا یا رب!

درسِ ہدایت

گرمی کی شدت ہم سے	برداشت نہیں ہوتی
سردی کی شدت ہم سے	برداشت نہیں ہوتی
آگ کی شدت ہم سے	برداشت نہیں ہوتی
بچھو کے کاٹنے کی تکلیف ہم سے	برداشت نہیں ہوتی
سانپ کے کاٹنے کی تکلیف ہم سے	برداشت نہیں ہوتی

تو دوزخ کا عذاب کیسے برداشت کریں گے؟

مشروب

تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت ﷺ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان:

(كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح)

(پ: ۱۵، الکہف: ۲۹)

کے متعلق مروی ہے: وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، جب وہ جہنمی کے چہرے کے قریب ہوگا تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر جائے گی۔

(جامع ترمذی، ص: ۱۹۱۱، الرقم: ۲۵۸۱)

دعوتِ فکر

دنیا میں ہر موسم کے لحاظ سے الگ الگ مشروف ہوتے ہیں سردی میں کوئی بھی ٹھنڈا مشروب پینا پسند نہیں کرتا اور گرمی میں کوئی بھی گرم مشروب پسند نہیں کرتا...... مگر جب دوزخ میں پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کا مشروب پینا پڑے گا اور وہ مشروب تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا تو اس وقت کسی سے اس کی پسند ناپسند نہیں پوچھی جائے گی بلکہ دوزخ کا مشروب ہی دوزخیوں کو پلایا جائے گا جس سے ان کے چہرے کی کھال اکھڑ جائے گی۔

اے جبرئیل تم کیوں رو رہے ہو؟

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام خلاف معمول آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور دریافت فرمایا: اے جبرئیل! کیا ہوا کہ میں آپ کا رنگ متغیر دیکھ رہا ہوں؟'' تو انہوں نے عرض کی: ''میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ اللہ عزوجل نے جہنم کو بھڑکانے کا حکم ارشاد فرما دیا ہے۔'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے جبرئیل! میرے سامنے آگ یا جہنم کا پورا پورا ذکر کرو۔'' تو حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی:

اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اگر جہنم کو سوئی کے ناکے کے برابر کھول دیا جائے تو اس کی حرارت سے تمام اہل زمین مر جائیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اگر جہنم کے داروغوں میں سے ایک داروغہ اہل دنیا کی طرف جھانکے تو اس کے چہرے کی بدصورتی اور بدبو کی اذیت سے تمام اہل دنیا مر جائیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا! جہنمیوں کی کڑیوں کی جو صفت اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے، اگر ان میں سے ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ

دی جائے تو وہ بہہ پڑیں اور (اپنی جگہ) برقرار نہ رہ سکیں یہاں تک کہ وہ زمین کی نچلی تہہ تک چلے جائیں۔

سرکار دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل! مجھے اتنا ہی کافی ہے (کہیں ایسا نہ ہو کہ) میرا دل پھٹ جائے اور میں فوت ہو جاؤں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے حضرت سیدنا جبریئل علیہ السلام کو روتے دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے جبریئل! تم رو رہے ہو؟ حالانکہ تم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں خاص مقام پر فائز ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: میں کیوں نہ روؤں بلکہ میں تو رونے کا زیادہ حقدار ہوں، شاید میں اللہ عزوجل کے علم (یعنی خفیہ تدبیر) میں موجودہ حال کے علاوہ ہوں اور میں نہیں جانتا کہ شاید میں بھی ایسے ہی آزمایا جاؤں جیسے اِبلیس آزمایا گیا حالانکہ وہ فرشتوں میں (ہوتا) تھا اور کیا معلوم کہ میں بھی ایسے ہی آزمایا جاؤں جیسے ہاروت و ماروت کو آزمایا گیا۔

راوی فرماتے ہیں کہ پھر اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ بھی رونے لگ گئے اور حضرت سیدنا جبریئل امین علیہ السلام بھی رونے لگ گئے، دونوں روتے رہے یہاں تک کہ دونوں کو ندا دی گئی: اے جبریئل (علیہ السلام) اور اے محمد (ﷺ)! اللہ عزوجل نے تم دونوں کو اپنی نافرمانی سے امان عطا فرمائی ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۲/۹۲۴، بحوالہ المعجم الأوسط، ۲/۷۸، الرقم: ۲۵۸۳)

دعا مانگتے رہا کریں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (پ:۲، البقرہ:۲۰۱)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور

آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز۔

کوئی مال ودولت کے حصول کے لیے دعا مانگتا ہے......کوئی اولاد کے لیے دعا مانگتا ہے......کوئی جائیداد کے لیے دعا مانگتا ہے......کوئی شان وشوکت کے لیے دعا مانگتا ہے......کوئی پرسکون زندگی کے لیے دعا مانگتا ہے......کوئی دنیاوی منافع کے لیے دعا مانگتا ہے......مگر......مومن صرف دنیاوی مقاصد پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دنیا و آخرت کے لیے وسیع دامن پھیلاتا ہے......اللہ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرتا ہے......دنیا وآخرت میں بھلائی کے حصول کی دعا کرتا ہے۔

اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ (پ:۲، البقرہ:۱۹۵)

اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

راہ خدا میں خرچ کرنے کو ترک کرنا بھی ہلاکت کا سبب ہے......فضول خرچی بھی ہلاکت ہے...... جہاد ترک کرنا بھی ہلاکت ہے......یونہی اس طرح کی ہر وہ چیز جو ہلاکت کا باعث ہو ان سب سے باز رہنے کا حکم ہے حتیٰ کہ بے ہتھیار میدان جنگ میں جانا یا زہر کھانا یا کسی طرح خودکشی کرنا سب حرام ہے۔

اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے کئی مواقع ہیں چند ایک درج ذیل ہیں۔

ہلاکت کے چند مواقع

(۱) جوا

جوئے سے ایک فریق کو بغیر کسی محنت اور عمل کے بہت فائدہ ہوتا ہے اور دوسرا فریق ناگہانی طور پر بہت بڑے نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے وہ

ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات یہ دشمنی قتل اور خون ریزی کی طرف پہنچاتی ہے۔ بعض اوقات بندہ جب جوئے میں ہار جائے تو خودکشی بھی کر لیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (پ:۷، المائدہ:۹۰)

اے ایمان والو! بے شک شراب اور جواء اور (عبادت کے لیے) نصب کیے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سوتم ان سے (کلیتاً) پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

جوئے کا شرعی حکم

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی بصاص حنفی لکھتے ہیں:

اہل علم کا جوئے کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگانا بھی جوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا آپس میں شرط لگانا جوا ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا، بعد میں اس کی تحریم نازل ہوگئی، جب سورۂ روم نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے ایرانیوں سے غالب ہونے پر مشرکین سے شرط لگائی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو، پھر بعد میں اس سے منع فرما دیا اور جوئے کی حرمت نازل ہوگئی۔ اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ شتر سواری، گھوڑے سواری اور نیزہ بازی میں سابقیت کی

شرط لگانے کی رخصت ہے، یعنی سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے اور پیچھے رہنے والے کو انعام نہ دیا جائے۔ (یہ انعام کوئی تیسرا شخص یا مقابلہ کرانے والا دے گا) اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں سے جو آگے نکل جائے گا، وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا، وہ دے گا تو یہ شرط ناجائز ہے، اور اگر وہ کسی تیسرے شخص کو داخل کر دیں، تو یہ جائز ہے اور اس کو نبی ﷺ نے محلل فرمایا ہے۔

(تبیان القرآن، ۳/۳۰۵، بحوالہ، احکام القرآن، جز:۱، ص:۳۲۹)

جوئے کی دینی اور دنیاوی تباہ کاریاں

جوئے کی دینی اور دنیاوی تباہ کاریاں درج ذیل ہیں:

☆ ...... جوا حرام ہے۔

☆ ...... جوئے کو رجس یعنی ناپاک فرمایا ہے اور ناپاک چیز حرام ہے...... اس لیے جوا بھی حرام ہے۔

☆ ...... اس کو شیطان کا عمل فرمایا اور شیطان کا عمل حرام ہے۔

☆ ...... اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور جس سے اجتناب کرنا واجب ہو...... اس کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

☆ ...... اس کا ارتکاب فوز و فلاح کے منافی ہے...... اور جو چیز اخروی فوز و فلاح کے منافی ہو، وہ حرام ہے۔

☆ ...... اس کے ذریعے شیطان تمہارے درمیان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔

☆ ...... اس کے ذریعے شیطان تمہارے درمیان عداوت پیدا کرتا ہے اور عداوت حرام ہے۔

☆ ...... اس کے ذریعے شیطان تمہیں اللہ کی یاد سے روکتا ہے اور جو چیز اللہ

کی یاد سے روکے، وہ حرام ہے۔

☆......اس کے ذریعے شیطان تمہیں نماز سے روکتا ہے اور جو چیز نماز سے روکے وہ حرام ہے۔

☆......اس سے باز آنا فرض ہے اور اس میں مشغول ہونا حرام ہے۔

(تبیان القرآن، ۳/۳۰۹)

(۲) مٹی کھانا

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جو چیزیں نقصان دہ ہوں، ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً زہر، شیشہ، مٹی اور پتھر اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

ترجمہ:۔ ''اپنے آپ کو قتل نہ کرو'' اور یہ ارشاد ہے: ''اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'' اور ان چیزوں کا کھانا ہلاکت ہے۔

(تبیان القرآن، ۳/۳۰۵، بحوالہ: شرح المہذب، ۹/۳۵)

اسی طرح چھت سے چھلانگ لگانے کی شرط لگائی جاتی ہے اور اپنے آپ کو بلندی سے گرایا جاتا ہے اور لوگ اپنی ہلاکت کا باعث خود ہوتے ہیں...... اسی طرح ریس لگائی جاتی ہے۔ اور گاڑیوں کی سپیڈ بڑھا کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ گاڑیوں کے آپس میں ٹکرانے سے ہلاک ہو جاتے ہیں...... اسی طرح کچھ لوگ حد سے زیادہ کھانے کی شرطیں لگاتے ہیں اور (Over eating) کر کے اپنی موت کا خود باعث بنتے ہیں۔

(۳) نشہ آور اشیاء کا استعمال

وہ تمام اشیاء جن کے استعمال سے انسان اپنے ہوش و حواس میں نہ رہے نشہ آور اشیاء کہلاتی ہیں۔ نشہ آور اشیاء کے استعمال سے انسان اس قدر غافل ہو جاتا

ہے کہ اس کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں...... وہ اپنی عزتوں کو بیچ دیتا ہے...... گھر بار شرطوں میں ہار جاتا ہے...... اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دیتا ہے۔

نشے کا شرعی حکم

جو چیز نشہ آور ہو اس کی کثیر مقدار کو استعمال کرنا تو مطلقاً حرام ہے اور قلیل مقدار اگر بہ طور لہو و لعب ہو، تب بھی حرام ہے۔ (تبیان القرآن، ۳/۳۰۲)

درسِ ہدایت

نشے کے عادی انسان کو نہ تو اپنی عزت کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی دوسروں کی عزت کا خیال ہوتا ہے۔ اپنی اس عادت کو پورا کرنے کے لیے یہ لوگ کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ اور اپنی عزت کو نیلام کر دیتے ہیں وہ لوگ جو نشہ آور اشیاء کو ان کی حرمت کے جاننے کے باوجود استعمال کرتے ہیں ان کی نہ صرف دنیا تباہ ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بھی رسوائی ہوگی...... دنیا میں تو وہ ذلیل ہوں گے ہی مگر آخرت میں بھی ان کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ دنیا میں لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں مگر آخرت میں جب وہ رسوا ہوگا تو اپنے آپ کو ہلاکت میں خود ڈالے گا۔

﴿چند ایک نشہ آور اشیاء﴾

(الف) شراب

شراب انسان کی عقل زائل کر دیتی ہے اور انسان نشہ کی حالت میں ایسے کام کرتا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور آبرو گر جاتی ہے اور اس کا وقار نہیں رہتا۔ نیک کاموں کی قدرت جاتی رہتی ہے اور برائی سے دور نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ شراب نوشی سے اس کی صحت تباہ ہو جاتی ہے اور اعصاب

کمزور ہو جاتے ہیں، اس کا اثر اس کی اولاد پر بھی پڑتا ہے۔ اور اس کی اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے اور اس میں کئی بیماریوں کی استعداد ہوتی ہے اور نشہ کی حالت میں انسان اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالتا ہے اور اس سے اس کا گھر تباہ ہو جاتا ہے اور بچے ویران ہو جاتے ہیں۔

شراب کا شرعی حکم

حضور نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: ''ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

(صحیح مسلم، ص:۱۱۰۹، الرقم:۲۰۰۳)

جہنمیوں کی پیپ پیئے گا جو پیتا شراب ہے
اس کا یہ جہاں خراب ہے اس کا وہ جہاں خراب ہے
ہر طرف ہے بے کاری، عریانی و مے خواری
جس پہ قبر و حشر میں ملنا عذاب ہے

شراب کے نقصانات

کثیر شراب نوشی کی وجہ سے عارضہ قلب (Heart Problem)، فشار خون (Blood Pressure)، ذیابیطس (Sugar)، جگر اور گردوں (Kidney) کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

شراب کا سب سے زیادہ اثر جگر پر پڑتا ہے اور وہ سکڑنے لگتا ہے، گردوں پر اضافی بوجھ پڑتا ہے جو بالآخر نڈھال ہو کر انجام کار ناکارہ (Fail) ہو جاتے ہیں...... شراب کے استعمال کی کثرت دماغ کو متورم کرتی ہے...... اعصاب میں سوزش آ جاتی ہے نتیجتاً اعصاب کمزور اور پھر تباہ ہو جاتے ہیں...... شرابی کے معدہ میں سوجن ہو جاتی ہے...... ہڈیاں نرم اور خستہ (بہت کمزور) ہو جاتی ہیں...... شراب

جسم میں موجود وٹامنز کے ذخائر کو تباہ کرتی ہے......وٹامن B اور C اس کی غارتگری کا بالخصوص نشانہ بنتے ہیں۔

(ب) بھنگ

بھنگ پینے سے انسان نشے میں مست ہو کر اپنی ذات سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ بیگانے تو بیگانے اسے اپنوں کا بھی احساس نہیں رہتا۔

بھنگ کا شرعی حکم

کوئی شخص لہو ولعب کے قصد سے بھنگ پیئے اور اس کی عقل ماؤف ہو جائے، تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ معصیت ہے اور اگر اس نے علاج کی غرض سے بھنگ پی تھی تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اب اس کا کھانا اور پینا معصیت نہیں ہے۔

(تبیان القرآن، ۳/۳۰۴، بحوالہ، ردالمختار، ۵/۲۹۴)

بھنگ کے نقصانات

بھنگ پینے کے بہت سے دینی و دنیاوی نقصانات ہیں۔ مثلاً

عقل کو فاسد اور زائل کرنا......ذکر خدا بھلانا......گھٹیا سوچ کا مالک ہونا......ابلیس کا ہم نشین ہونا......نمازوں کا چھوڑنا......حرام کاموں کا ارتکاب کرنا......عقل مندی کا ضائع ہونا......بھولنے کی بیماری لگنا...... بدن میں امراض پیدا ہونا۔ نظر کا کمزور ہونا......نسل ختم ہونا......وغیرہ

عزت والا	ذلیل ہو جاتا ہے
صحیح	بیمار ہو جاتا ہے
بہادر	بزدل ہو جاتا ہے

کریم	حقیر و کمزور ہو جاتا ہے
ماہر زبان	گونگا ہو جاتا ہے
ذہین	کند ذہن ہو جاتا ہے

بھنگ پیٹ کا مرض پیدا کرتی ہے...... جنت سے دوری پیدا کرتی ہے...... مرتے وقت کلمہ شہادت بھلا دیتی ہے۔

(ج) افیون

افیون کھانے والے کی حالت سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی صورت بگڑ جاتی ہے۔ ایسے برے فعل کی وجہ سے انسان اپنا مقام کھو بیٹھتا ہے۔

افیون کا شرعی حکم

بغیر غرض علاج کے افیون کھانا حرام ہے۔

(تبیان القرآن، ۳/۳۰۴، بحوالہ، رد المختار، ۵/۲۹۴)

افیون کے نقصانات

افیون کھانے والے میں بے شمار قباحتیں پائی جاتی ہیں مثلاً:

بدن اور عقل کا بگڑ جانا...... گھٹیا ترین، بوسیدہ اور گندی صورت کی طرف پھر جانا...... وہ کبھی سیدھے راستے کی طرف مائل نہیں ہوتا...... مروت کو خراب کرنے والی چیزوں کی طرف ہی جاتا ہے۔

ان بڑے بڑے نقصانات کے باوجود جن کا مشاہدہ کیا گیا ہے ان کے چہروں پر موجود غبار اور چھائے ہوئے دھوئیں سے تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے کوئی جاہل ہی یہ پسند کرتا ہے کہ ان کے نقصان دہ اور بھٹکے ہوئے گروہ میں شامل ہو۔

(د) نشہ آور دوائیں

بعض اوقات انسان جب ڈپریشن کا شکار ہوتا ہے تو سکون کی تلاش میں مختلف قسم کی نشہ آور ادویات کا استعمال کرتا ہے۔

دواؤں کا شرعی حکم

سکون آور ادویہ مثلاً اے۔ ٹی ون، ڈائزوپام، والیم، لبریم اور تفرانیل وغیرہ بطور عادت یا نشہ استعمال کرنا جائز نہیں۔ (تبیان القرآن،۳/۳۰۵)

دوائیوں کے نقصانات

یہ تمام دوائیں وقتی طور پر اعصابی تشنج (ٹینشن) کو دور کرتی ہے۔ لیکن ان کے مابعد اثرات زندگی اور صحت کے لیے بہت مضر ہیں، ان دواؤں کو بہ کثرت استعمال کرنے سے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور اخیر عمر میں رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔

(ہ) تمباکو

تمباکو نوشی کے نقصان دہ اثرات بہت زیادہ ہیں جو لوگ تمباکو نوشی کرتے ہیں ان کو ہائی بلڈ پریشر، سٹروک اور ہارٹ اٹیک کا شدید خطرہ رہتا ہے۔

تمباکو کا شرعی حکم

تمباکو نوشی کو عادت بنالینا اور مستقل تمباکو پینا جائز نہیں ہے۔

(تبیان القرآن،۳/۳۰۵)

تمباکو نوشی کے نقصانات

جدید میڈیکل سائنس کی اس تحقیق کو تمام دنیا میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تمباکو نوشی انسانی صحت کے لیے مضر ہے۔ تمباکو پینے سے بالعموم لوگوں کو کھانسی ہو جاتی

ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، تمباکو سے پھیپھڑوں کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ خون کی شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں، بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے، کینسر ہو جاتا ہے اور بہت امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، ہمیں اس جسم کو نقصان پہنچانے کا کوئی حق نہیں اور ہر وہ چیز جس سے اس جسم کو نقصان پہنچے، اس سے احتراز لازم ہے اور اس کا ارتکاب کرنا ممنوع ہے۔

خودکشی سے بچنا

خودکشی اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی و کریمی کا عملی انکار ہے۔ نہایت ہی کم ہمتی اور بزدلی ہے لہٰذا اسلام اس کو بدترین گناہ قرار دیتا ہے اور اس کے مرتکب کا ٹھکانہ جہنم بتاتا ہے کیونکہ انسان کا جسم اور اس کی جان اللہ کی ملکیت ہے، یہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے انسان کو خوبصورت جسم دیا، صحیح اعضاء دیئے اور ان میں جان ڈالی، پس انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہر عضو کو اللہ ہی کی مرضی کے مطابق استعمال کرے، ورنہ یہی اعضاء قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیں گے، فرمایا گیا:

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ:۱۸، نور:۲۴)

جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔

خودکشی کیا ہے؟

اپنے آپ کو قتل کرنا، خودکشی ہے، چاہے کسی طرح ہو، گردن میں پھندا ڈال کر...... زہر کھا کر...... گولی مار کر، یہ اور ان جیسے تمام طریقے، جن سے موت واقع ہو جائے، خودکشی ہے۔ جس کا سبب کسی نہ کسی قسم کی تکلیف، مثلاً بیماری، بے

روزگاری وغیرہ سے نجات حاصل کرنا ہوتا ہے یا کسی ناکامی کا صدمہ یا شرمندگی برداشت نہ کر سکنے کے باعث کی جاتی ہے، بہرحال سبب کوئی بھی ہو، یہ اللہ کے فیصلوں سے فرار کی کوشش ہے۔

خودکشی کا شرعی حکم

خودکشی حرام قطعی ہے۔اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور حرمت کا انکار تو نہ کرے مگر پھر بھی ایسی مذموم حرکت کرلے تو سخت عذاب کا مستحق ہے۔

(الترغیب والترہیب،۲/ ۲۲۹،فتاویٰ رضویہ،۱۴/ ۱۴۷)

خودکشی کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ (پ:۲،البقرہ:۱۹۵)

اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

درسِ ہدایت

اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے کئی طریقے ہیں مثلاً کئی کئی دن تک کھانا نہ کھانا یا پھر بہت زیادہ کھانا کھالینا......ون ویلنگ کرنا یعنی سڑک (Road) پر ایک پہیئے پہ گاڑی چلانا جس سے بہت سے جوان لڑکے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔بعض اوقات ڈپریشن کے شکار لوگ بھی اپنی جان لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

خودکشی سے بچنے کا طریقہ

جب کوئی بیمار......بے روزگار......قرضدار......سخت ٹینشن کا شکار......یا کوئی غصیلا اور جذباتی آدمی دلبرداشتہ......یا کوئی امتحان میں فیل ہوئے پر طعنہ زنی سے خائف......یا پسند کی شادی میں جب ناکام ہوجاتا ہے تو شیطان ہمدرد بن کر آتا اور

بہکاتا ہے کہ تم اتنے پریشان ہو تو آخر خودکشی کیوں نہیں کر لیتے کہ ان جھنجھٹوں سے جان چھوٹے۔ جذباتی مرد و عورت کی عقل ایسے مواقع پر بسا اوقات ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور وہ خودکشی پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا شیطان جب خودکشی کے وسوسے ڈالے تو ایسی صورت میں آپ بالکل ٹھنڈے دماغ سے شیطان کے وسوسوں کو رد کیجئے۔

یہ کیسی بے مروتی، اور بے وفائی ہے کہ بندہ خاندان والوں اور عزیزوں کے گلے میں بدنامی و شرمندگی کا ہار ڈال کر دنیا سے رخصت ہو نیز بندے کو چاہئے کہ شیطان کو بالکل مایوس کر دے۔ ایمان پر استقامت کے عزم صمیم سے اس مردود شیطان کا اس طرح کہہ کر منہ پھیر دے کہ میں کیوں کروں خودکشی؟ خودکشی کرے میری بلا! مجھے تو اپنے رب اکرم عزوجل کے فضل و کرم سے بہت امید، امید اور امید ہے۔ اور خودکشی تو وہ کرے جسے اللہ رب العزت کی رحمت سے مایوسی ہو۔ اللہ رب العزت کی رحمت بہت زبردست ہے۔ وہ ضرور ضرور میری پریشانیاں بھی دور فرما دے گا۔

بالفرض بظاہر پریشانیاں دور نہیں بھی ہوتیں تب بھی میں اس کی رضا پر راضی ہوں میں خودکشی کر کے اپنی آخرت کو داؤ پر لگا کر اے نامراد شیطان! تجھے ہرگز خوش نہیں کروں گا۔

خودکشی کی سزا

خودکشی کے دنیوی نقصانات اور اخروی عذابات بے شمار ہیں۔

1 ...... یہ فعل اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کو ناراض اور عزیز و اقارب کو غمگین کرنے والا اور ہمارے دشمنوں یعنی شیاطین اور ان کے متبعین یعنی کافرین کو راضی کرنے والا ہے۔

2......اس سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ خودکشی کرنے والے کے عزیز و اقارب دکھوں اور پریشانیوں میں مزید گھر جاتے ہیں۔

3......خودکشی سے جان چھوٹتی نہیں بلکہ مزید اور وہ بھی شدید پھنس جاتی ہے۔ تو اس شخص کے لیے کس قدر نقصان اور خسران کی بات ہوگی جو شیطان کے وسوسوں میں آکر خودکشی کر کے خود کو عذاب قبر و حشر و نار کا حقدار بنا لے۔

آگ کی سزا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ (پ:۵، النسآء:۲۹-۳۰)

اور اپنی جانوں کو مت ہلاک کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو کوئی تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اسے (دوزخ کی) آگ میں ڈال دیں گے، اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔

جس چیز کے ہم مالک ہی نہیں ہمیں اس کو ضائع کر دینے کا کیسے حق مل سکتا ہے، جس نے اس جسم کو ضائع کیا، یعنی خودکشی کر لی، گویا اس نے اللہ اور اس کے رسول سے کھلی بغاوت کی، اب اس کی سزا یہی ہو سکتی ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہو، نیز دیگر گناہوں سے تو توبہ کی جاسکتی ہے کہ توبہ کا وقت ملتا ہے، یہ ایسا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ ہی توبہ کا وقت بھی ختم ہو جاتا ہے اب اس کا مرتکب جہنم کی آگ سے، اللہ کے عذاب سے کس طرح بچ سکتا ہے۔

پہاڑ سے گرنے کی سزا

سرکار دو جہاں ﷺ جنہیں اپنے غلاموں کی بد عملی سے سخت تکلیف ہوتی ہے

اور جو اپنے غلاموں کی بخشش پر حریص ہیں، خودکشی کرنے والے کا خود ہی انجام بیان فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ''جس نے اپنے آپ کو کسی پہاڑ سے گرایا اور اپنے آپ کو قتل کردیا وہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا اور جس نے گھونٹ گھونٹ زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اسے جہنم کی آگ میں گھونٹ گھونٹ کرکے پیتا رہے گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو کسی لوہے (کے آلے) سے قتل کیا وہ لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں اپنے آپ کو اس سے مارتا رہے گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا۔ (صحیح بخاری، ص: ۴۹۳، الرقم: ۵۷۷۸، الترغیب والترہیب، ۲/۳۵۳)

جہاد کرنے والا جہنم میں

مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک شخص ایسا تھا جس نے جتھے سے چھوٹنے والے یا جدا ہونے والے کسی فرد کو نہ چھوڑا یعنی مشرکین کی جماعت سے جدا ہونے والے ہر فرد کا پیچھا کیا اور اسے اپنی تلوار سے مار ڈالا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم میں سے کسی کو بھی ایسا ثواب نہ ملے گا جیسا فلاں کو ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جہنمیوں میں سے ہے۔

(صحیح بخاری، ص: ۲۳۳، الرقم: ۲۸۹۸)

ایک روایت میں ہے، اس پر لوگ کہنے لگے: اگر یہ بھی جہنمی ہے تو جنتی کہاں ہیں؟ لیکن ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں ہر لمحہ اس کے ساتھ رہوں گا۔ راوی

فرماتے ہیں: وہ اس کے ساتھ نکل پڑا، جب بھی وہ ٹھہرتا یہ بھی اس کے ساتھ ٹھہر جاتا اور جب وہ تیز چلتا یہ بھی تیز چلنے لگ جاتا۔

اس شخص کا کہنا ہے کہ ''اس مجاہد کو شدید زخم لگ گیا تو اس نے موت میں جلد بازی کی اور اپنی تلوار زمین پر رکھ کر اس کی نوک سینے کے درمیان رکھی پھر اپنی تلوار پر بوجھ ڈالا اور خود کو قتل کر دیا، وہ شخص کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ عزوجل کے رسول (ﷺ) ہیں۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے عرض کی: ایک شخص کے متعلق ابھی آپ ﷺ نے جہنمی ہونے کی پیشین گوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اسے بہت برا سمجھا تھا تو میں نے کہا: میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ لہٰذا میں حقیقت حال جاننے کے لیے نکل پڑا میں نے دیکھا کہ اسے شدید زخم لگا تھا جس کی وجہ سے اس نے [موت] میں جلدی کی اور اپنی تلوار زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے سینے کے درمیان رکھی پھر اپنی تلوار پر بوجھ ڈالا اور خود کو قتل کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بندہ لوگوں کے سامنے جنتیوں جیسے اعمال کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور ایک شخص ظاہراً جہنمیوں جیسے اعمال کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، ص: ۳۴۵، الرقم: ۴۲۰۳، ۴۲۰۷)

درسِ عبرت

بظاہر کوئی کتنی ہی عبادت و ریاضت کرے، دین کی خوب تبلیغ کرے، لیکن اگر دل میں منافقت اور کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی عداوت ہو تو نیکیوں اور عبادت کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ بھی پتا چلا کہ اعمال میں خاتمے کا مکمل عمل دخل ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ

اعمال کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ۸/۴۳۴، الرقم: ۲۲۸۹۸)

جس پر جنت حرام ہو گئی

سرکار مدینہ، قرار قلب و سینہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کے بدن میں پھوڑا نکلا جب اس کو سخت تکلیف محسوس ہونے لگی۔ تو اس نے اپنے ترکش (تیر دان) سے تیر نکالا اور پھوڑے کو چیر دیا، جس سے خون بہنے لگا اور رک نہ سکا یہاں تک کہ اس سبب وہ ہلاک ہو گیا۔ تمہارے رب عزوجل نے فرمایا: ''میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔ (صحیح مسلم ص:۱۷، الرقم: ۱۸۰)

خود کشی کے اسباب

خود کشی کے چند ایک اسباب درج ذیل ہیں:

(1) جھگڑے

خود کشی کا ایک بہت بڑا سبب گھریلو شکر رنجیاں بھی ہیں۔ کسی بھی خاندان میں آپس کے اختلافات باہمی جدال و نزاع اس خاندان کے لیے زہر قاتل اور اس کی بنیادوں کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لیے خطرناک قسم کی دیمک کی طرح ہوا کرتا ہے۔ ایک مسلمان مرد و عورت کی یہ صفت ہونی چاہئے کہ وہ جھگڑوں اور تنازعات سے کوسوں دور رہے اور جھگڑوں سے طبعاً نفرت ہو۔ گھریلو جھگڑوں سے تنگ آ کر کبھی بیوی خود کشی کر لیتی ہے تو کبھی شوہر، کبھی بیٹی خود کشی کر لیتی ہے تو کبھی بیٹا، یوں ہی کبھی ماں تو کبھی باپ۔

جھگڑوں کی وجوہات

فرائض سے غفلت ہو گی تو جھگڑا ہی ہو گا

سنت سے دوری ہو گی تو جھگڑا ہی ہو گا

اخلاقی قدریں پامال ہوں گی	تو جھگڑا ہی ہوگا
اخلاقی تربیت کی کمی ہوگی	تو جھگڑا ہی ہوگا
دین سے دوری ہوگی	تو جھگڑا ہی ہوگا
محبت کی کمی ہوگی	تو جھگڑا ہی ہوگا
احساس کی کمی ہوگی	تو جھگڑا ہی ہوگا

ذرا سوچئے! اور اپنی کمزوریاں دور کیجئے۔

جھگڑوں کا حل

جھگڑے کا نقصان...... ذہن میں رکھیے

جھگڑوں کے کافی نقصانات ہیں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نگاہ رحمت سے گر جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: تمہیں نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ ان سب سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ضرور فرمایئے یا رسول اللہ! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے۔

(ترمذی، الرقم:۲۵۰۹)

شب قدر کی تعیین کیوں نہ ہوئی؟

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ اس لیے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں۔ مگر وہ مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھا لی گئی کیا بعید ہے کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں

تلاش کرو۔ (بخاری، الرقم: ۲۰۲۳)

درسِ عبرت

اس حدیث پاک سے یہ اہم مضمون ملتا ہے کہ جھگڑا اس قدر سخت بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔

جھگڑا چھوڑیئے...... جنت لیجئے

جو بھائی جھگڑے سے بچنے کے لیے اپنا جائز اور قیمتی سے قیمتی حق صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائیں گے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا کہ اس بندہ یا بندی نے مجھے راضی کرنے کے لیے اپنا حق چھوڑ دیا، اپنی غلطی نہ ہونے کے باوجود معافی مانگ لی اور آخرت میں جنت میں ایسے شخص کو جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے جنت کے بیچوں بیچ گھر ملے گا۔ حدیث پاک میں ہے:

اَنَا زَعِیْمٌ بِبَیْتٍ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا ۔

میں اس شخص کے لیے جنت کے بیچوں بیچ گھر دلوانے کی ضمانت لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔

(ابوداؤد، ۲/۳۰۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط (پ:۴، آل عمران: ۱۸۵)

پس جو کوئی دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ واقعۃً کامیاب

ہوگیا۔

فائدہ

حقیقی کامیابی جہنم سے بچنا اور جنت میں داخل ہونا ہے، تو وہ اعمال جو جنت میں داخل ہونے کا سبب بنیں وہ کتنے قیمتی ہوں گے، لہٰذا جھگڑے سے بچنا یہ بھی ایک سبب ہے جنت میں داخل ہونے کا۔

اللہ کی رضا کی خاطر...... جھگڑا چھوڑ دیجیے

مَنْ تَرَكَ شَيْئًا لِلّٰهِ عَوَّضَهُ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا ۔

جو کوئی اللہ کے لیے کوئی چیز چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اس کا عوض اس کو عطا کرے گا۔

درسِ ہدایت

جھگڑے سے بچنے کے لیے اگر ہمیں اپنی ذاتی مملوکہ کتنی بھی اہم، مہنگی اور قیمتی سے قیمتی چیز چھوڑنی پڑے (جس پر کسی اور کا کوئی شرعی حصہ یا حق نہ ہو) تو وہ اللہ کو راضی کرنے کی خاطر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ اس سے بہتر عوض عطا فرمائے گا۔

(2) تنگدستی (خودکشی کا دوسرا سبب)

اس میں شک نہیں کہ انسان موقع، دولت، جائیداد اور بہت زیادہ ساز و سامان کو اپنے سے دور نہیں کرنا چاہتا۔ جب تک انسان محنت کرتا رہتا ہے اور مضبوط قوت ارادی کا احساس اس کے دل میں پیدا ہوتا رہتا ہے تب تک وہ دولت و جائیداد حاصل کرتا رہتا ہے لیکن حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے زندگی کے نشیب و فراز (Ups and downs) انسان کو مصروف عمل رکھتے ہیں۔ جہاں عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے مواقع ملتے ہیں وہاں تنگدستی بھی مقدر ضرور بنتی ہے۔

تنگدستی کی فضیلت

جا کے مسجد میں جو ہوتے ہیں صف آرا تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضا غربا کے دم سے

غریب جنت میں...... پہلے جائیں گے

حضور، پرنور ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: بروز قیامت فقراء مالداروں سے 500 سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (سنن ترمذی، ۴/ ۱۵۷، الرقم: ۲۳۵۸)

درسِ ہدایت

اگر بینک میں کسی کا بل پہلے ادا ہو جائے	تو وہ بہت خوش ہوتا ہے
اگر شادی میں کسی کو کھانا پہلے مل جائے	تو وہ بہت خوش ہوتا ہے
اگر کسی دفتر میں کسی کی باری پہلے آجائے	تو وہ بہت خوش ہوتا ہے
اگر کالج میں کسی کی فیس پہلے ادا ہو جائے	تو وہ بہت خوش ہوتا ہے
اگر گھر میں کسی کی شاپنگ پہلے ہو جائے	تو وہ بہت خوش ہوتا ہے
اگر دعوت میں کسی کو پہلے بلایا جائے	تو وہ بہت خوش ہوتا ہے

تو دنیا میں اگر کسی کو پہلے پہلے کچھ مل جائے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی تو کتنا خوش نصیب ہوگا وہ شخص جس کو قیامت کے دن جنت میں سب سے پہلے داخل کیا جائے گا۔

صرف ایک قمیص میں گزارا

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ مسلمہ بن عبدالملک عیادت کے لیے آئے دیکھا کہ کرتا بہت میلا ہو رہا ہے، اپنی ہمشیرہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا: ''ان کی قمیص دھو دو۔'' اگلے دن انہوں نے دیکھا تو قمیص اسی طرح تھی تو اپنی بہن سے ناراض ہوئے اور کہا: فاطمہ! کیا میں نے تمہیں امیر المومنین کی قمیص دھونے کا نہیں کہا تھا؟ لوگ عیادت کرنے آتے ہیں۔ بہن نے جواب دیا: وَاللهِ! مَالَهُ قَمِيصٌ غَيْرُهُ

اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کے پاس بس یہی ایک قمیص ہے۔ یعنی اگر اسے اتار کر دھوئیں تو اتنی دیر ان کو بغیر قمیص کے رہنا ہوگا۔ (سیرت ابن جوزی، ص:۱۸۲)

دو قمیصوں والے...... پیچھے رہ گئے

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: ''اے مالک بن دینار! اے محمد بن واسع! (رحمۃ اللہ علیہما) تم دونوں جنت میں جاؤ۔'' میں دیکھنے لگا کہ دونوں میں سے کون پہلے جاتا ہے تو حضرت سیدنا محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ جنت میں پہلے داخل ہوئے میں نے سبب دریافت کیا تو بتایا گیا کہ دنیا میں محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک قمیص تھی جب کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ دو قمیصوں کے مالک تھے (اس لیے پیچھے رہ گئے)۔ حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میزان میں فقر و غنا نہیں رکھا جائے گا بلکہ صبر و شکر رکھا جائے گا، لہٰذا آؤ! ہم سب صبر و شکر کرنے والے بن جائیں۔

(الروض الفائق، ص:۹۳)

تنگدستی کا حل

دنیا میں عمارت کی تعمیر کا بہت زیادہ سامان موجود ہے۔ اتنا کہ ہر ایک انسان

کے لیے ایک گھر حاصل ہو سکے۔ مگر اپنی کاہلی کے باعث اپنی حالت سے سمجھوتہ کرنے کے باعث ہی انسان بے گھر بنا رہتا ہے۔ قسمت کا انداز فکر، لگا تار قسمت پر انحصار اور بار بار قسمت کی کشش بار بار کوشش کرنے سے کسی بھی چیز کو حاصل کرنا مشکل نہیں رہ جاتا۔ جسے ایک شخص کر سکتا ہے، اسے دوسرا شخص بھی کر سکتا ہے۔ ہم اپنے دل کو کچل کر رکھتے ہیں۔ خود اعتمادی کو کمزور رکھتے ہیں۔ امکانات کو حقیر رکھتے ہیں۔ اس سے ہم اپنے بے انتہا اور وسیع دولت و جائیداد کے وسیع چشموں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وسیع اور بے شمار مال و دولت کے اصول اسی طرح بے قصور ہیں۔ جیسے علم ہندسہ کے اصول۔ اگر ہم بے حد مال و دولت کے اصولوں کی پابندی کریں تو وہ وسیع چشمہ ہماری طرف بہنے لگے گا۔

جن کے دل کا ہر ایک کونہ شبہ، پریشانی اور خوف سے بھرا ہوا ہے ان کے لیے بڑی کامیابی حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ وہ اپنی دولت مندی کے جذبات کے دروازے ہی بند کر لیتے ہیں۔ دبے، کچلے، حقیر، خوفزدہ، وہمی اور مایوسی پرست دل کبھی بھی ازحد دولت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ ''ہاں'' یا ''نہ'' میں سے ایک راستہ پکڑ لیں۔

فیصلہ کریں کہ ''نہ'' کے راستے کو ہرگز قبول نہیں کرنا۔ بس، پھر آپ کے سامنے تکمیل کے سب راستے کھلتے جائیں گے۔ جو دل ڈرتا ہے، وہم کرتا ہے، وہ اپنی طاقتوں کا نقصان کر لیتا ہے۔ وہ تخلیقی نہیں رہتا۔ وہ مال و دولت کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ مال و دولت کو دور پھینکتا ہے۔ اس لیے اسے اپنی طرف کیسے کھینچ سکتا ہے۔

استغفار کیجئے...... برکات لیجئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ

عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ (پ:۲۹،نوح:۱۰تا۱۲)
پھر میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر بڑی زوردار بارش بھیجے گا۔ اور تمہاری مدد اموال اور اولاد کے ذریعے فرمائے گا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر استغفار کرتے ہیں۔ اللہ کریم ان کی مالی حالت بھی بہتر بنا دیتا ہے۔ اگر سچے دل سے توبہ کی جائے تو نہ صرف آخرت سنورتی ہے بلکہ دنیا بھی سنور جاتی ہے۔ مال و دولت میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا ہے۔ قحط سالی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تنگدستی دور ہو جاتی ہے اور اللہ کریم کی ایسی نوازشیں ہوتی ہیں کہ تنگدست دولت مند بن جاتے ہیں۔

ٹکڑے کھائیے...... مفلسی سے نجات پائیے

مشہور محدث ہدبہ بن خالد کو خلیفہ بغداد مامون رشید نے اپنے دستر خوان پر مدعو کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب دستر خوان اٹھایا گیا تو طعام کے دو ٹکڑے جو زمین پر گر گئے تھے محدث موصوف نے اٹھا اٹھا کر کھانا شروع کر دیئے۔ مامون نے حیران ہو کر کہا کہ اے شیخ! کیا آپ ابھی آسودہ نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں! لیکن مجھ سے حماد بن سلمہ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے:

قَالَ سَمِعْتُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ الْتَقَطَ مَا تَحْتَ مَائِدَتِهٖ اَمِنَ الْفَقْرَ

''جو شخص دستر خوان کے نیچے گرے ہوئے ٹکڑوں کو چن چن کر کھائے گا وہ مفلسی و فاقہ کشی سے بے خوف ہو جائے گا۔''

میں اسی حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر مامون بے حد متاثر ہوا اور اپنے ایک خادم کی طرف اشارہ کیا تو وہ اچانک ایک ہزار دینار رومال میں باندھ کر لایا۔

مامون نے اس کو ہدبہ بن خالد کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دیا۔ ہدبہ بن خالد نے فرمایا کہ یہ اسی حدیث پر عمل کی برکت ہے۔

(روحانی حکایات، ص:۵۱، بحوالہ ثمرات الاوراق ۱/۸)

روزی میں برکت کے لیے...... عظیم وظیفہ

اگر آپ تنگدستی کے حالات سے گزر رہے ہیں تو اس عظیم وظیفے پر عمل کیجئے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی مفلسی و محتاجی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہونے لگو اور گھر میں کوئی ہو تو سلام کر کے داخل ہوا کرو۔ پھر مجھ کو سلام عرض کرو اور ایک بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ شریف (پوری سورت) پڑھو۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا پھر اللہ عزوجل نے اس کو اتنا مالا مال کر دیا کہ اس نے اپنے ہمسایوں کی بھی خدمت کی۔

(الجامع لاحکام القرآن، ۱۰/۱۸۳-۱۸۴)

قناعت

حقیقی خوش نصیب وہ شخص ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے مگر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی اپنی حالت پر مطمئن (Satisfied) نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے دل میں بے شمار خواہشات رکھتا ہے۔ کسی کو سائیکل مل جائے تو اسکوٹر کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکوٹر مل جائے تو کار کی خواہش جنم لے لیتی ہے۔ کار مل جائے تو پجارو کے لیے دل میں خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ پجارو مل جائے تو انسان چاہتا ہے کہ اسے مرسڈیز (Mercedes) مل جائے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ جو مستجاب الدعوات تھے (یعنی ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں) ان کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اپنی تنگ دستی کا رونا روتے ہوئے

کہنے لگا: حضرت! میرے گھر میں چار آدمی کھانے والے ہیں اور میری آمدنی صرف پانچ ہزار روپے ماہانہ ہے جس سے میرے اخراجات پورے نہیں ہوتے، آپ میرے حق میں دعا کیجئے کہ میری آمدنی میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ انہوں نے دعا کر دی۔

پھر ایک دکاندار آیا اور عرض کی: حضور! میرے یہاں چار آدمی کھانے والے ہیں جبکہ کمانے والا میں اکیلا ہوں، مجھے دس دینار روپے مہینے کے ملتے ہیں، میرا خرچ پورا نہیں ہوتا۔ آمدنی میں اضافے کی دعا کر دیجئے۔

جب وہ چلا گیا تو ایک تاجر آیا اور التجاء کی: حضرت! میرا کنبہ چار افراد پر مشتمل ہے اور میری ماہانہ آمدنی فقط پچاس ہزار ہے۔ خرچہ پورا نہیں ہوتا میرے لیے دعا کیجئے۔ وہ بزرگ حاضرین سے فرمانے لگے:

لگتا ایسا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی قسمت پر راضی نہیں اگرچہ اس کو دوسرے سے زیادہ ملتا ہے، اگر انسان خود کو دنیا میں خوش اور عاقبت میں سرفراز رکھنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے اس پر قناعت کرے اور صبر و شکر کرتا رہے کہ اس کی برکت سے مالک کریم عزوجل اس کو زیادہ دے گا۔

(حرص، ص:178 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

(3) قرض (خودکشی کا تیسرا سبب)

دنیا میں سب انسان ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے لین دین بھی کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو قرض لیتے ہیں ان کو جلد از جلد قرض کی ادائیگی کر دینی چاہیے کیونکہ انسان جب تک مقروض رہتا ہے اس کا ضمیر مطمئن نہیں رہتا اس کو یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ سب کے سامنے مجھ سے قرض طلب نہ کر لے اور پھر شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔

ادائیگی قرض کی فکر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کے متعلق بتایا کہ اس نے بنی اسرائیل ہی کے کسی آدمی سے ایک ہزار دینار بطور قرض مانگے۔ اس نے کہا:

اِئْتِنِیْ بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ

کچھ آدمی لے کر آؤ جنہیں گواہ رکھ کر تجھے قرض دوں۔

قرض طلب کرنے والے نے کہا:

کَفٰی بِاللّٰہِ شَهِیْدًا

اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے۔

دوسرے آدمی نے (جس سے قرض طلب کیا جا رہا تھا) کہا: کسی ذمہ دار کی ضمانت ہی دے دو۔

قرض طلب کرنے والوں نے کہا:

کَفٰی بِاللّٰہِ کَفِیْلًا

اللہ تعالیٰ ہی کی ضمانت کافی ہے۔

دوسرے نے کہا: تم نے سچ کہا۔

پھر اس نے قرض طلب کرنے والے آدمی کو ایک معینہ مدت تک کے لیے قرض دے دیا۔

مقروض نے سمندری سفر طے کیا اور اپنی ضرورت پوری کر لی۔ پھر واپسی کے لیے اس نے کسی کشتی کی تلاش کی تا کہ وہ مقررہ مدت پر پہنچ کر اپنے قرض کی ادائیگی کر سکے مگر اسے کشتی نہیں مل سکی، چنانچہ اس نے ایک لکڑی لی اور اسے پھاڑ کر اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور اپنی طرف سے قرض خواہ کے نام ایک خط بھی

رکھ دیا۔ پھر لکڑی کا شگاف بند کر کے ٹھیک کر دیا اور سمندر کے پاس کھڑا ہو کر گویا ہوا:

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار بطور قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے کسی ذمہ دار کی کفالت کا سوال کیا تو میں نے کہا کہ اللہ کی کفالت کافی ہے۔ چنانچہ وہ تجھ پر راضی ہو گیا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ کوئی کشتی مل جائے تاکہ میں قرض خواہ کی امانت اسے بھیج دوں مگر مجھے کوئی کشتی نہ مل سکی۔ اب میں اس کو تیری امانت میں دیتا ہوں (تو اسے اس کے صاحب تک پہنچا دے)

یہ کہہ کر مقروض نے وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی اور واپس ہو گیا۔ اس کے بعد بھی وہ کسی کشتی کی تلاش میں رہا تاکہ اپنے شہر کو روانہ ہو سکے۔

قرض کی معین مدت کے بعد قرض خواہ سمندر کی طرف دیکھنے کے لیے نکلا کہ شاید کوئی کشتی آ جائے جس میں اس کا مال بھی ہو۔ یکا یک اس کی نگاہ مقروض کی بھیجی ہوئی لکڑی پر پڑی جس کے اندر مال رکھا ہوا تھا۔ اس نے وہ لکڑی اٹھا لی تاکہ گھر جلانے کے کام آ سکے۔ گھر لے جا کر جب اس نے لکڑی کو پھاڑا تو اس کے اندر ایک ہزار دینار اور ایک خط تھا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ مقروض بھی قرض خواہ کے پاس ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہو گیا۔ مقروض نے قرض خواہ سے کہا:

اللہ کی قسم! میں مسلسل کسی کشتی کی تلاش میں تھا تاکہ تمہارا مال لا کر تمہیں واپس کر دوں مگر مجھے بروقت کوئی کشتی نہیں مل سکی (اس لیے میں وقت مقررہ پر حاضر نہیں ہو سکا)۔

قرض خواہ نے پوچھا: کیا تم نے کوئی چیز میرے پاس بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: میں تجھے بتا رہا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں مل سکی تھی۔

قرض خواہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے لکڑی کے اندر تمہاری بھیجی ہوئی امانت مجھ تک پہنچا دی ہے، یہ اپنے ہزار دینار لے کر صحیح سلامت بخوشی واپس جاؤ۔

(صحیح بخاری، الرقم: ۲۲۹۱)

قرضے کا حل

قناعت...... اختیار کیجیے

ایک دن کوہستانی علاقہ کے بادشاہ امیر ابودلف کا شاہزادہ ''دلف'' اپنے خدم وحشم کے ساتھ قبیصہ بن عقبہ کے دروازے پر ملاقات کے لیے حاضر ہوا مگر قبیصہ نے مکان سے نکلنے میں بہت دیر لگا دی تو خادموں نے انہیں پکارا اور یہ کہا کہ ملک الجبال کا شاہزادہ دروازے پر کھڑا ہوا ہے اور آپ ہیں کہ گھر سے نکلتے ہی نہیں۔ یہ سن کر قبیصہ اپنے مکان سے اس حال میں نکلے کہ خشک روٹی کے چند ٹکڑے ان کے تہہ بند میں بندھے ہوئے تھے۔ ان ٹکڑوں کو دکھا کر فرمایا کہ جو شخص دنیا میں بس اتنے پر ہی قناعت کر کے راضی ہو چکا ہو اس کو ملک الجبال سے کیا کام؟ میں خدا کی قسم اس سے بات بھی نہ کروں گا یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔

(تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۴۰)

اس سے ثابت ہوا کہ قناعت اختیار کی جائے تو قرضے سے بچا جا سکتا ہے۔

قرضہ اتارنے کا طریقہ سیکھیے

قرض اُتارنے کی ایک عظیم دعا درج ذیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

(اے اللہ! مجھے حرام سے بچاتے ہوئے (صرف) حلال کے ساتھ کفایت کر اور اپنے فضل وکرم کے ذریعے اپنے سوا سے بے پرواہ فرما دے)۔

تاحصول مراد ہر نماز کے بعد 11، 11 بار اور صبح وشام 100، 100 بار روزنہ (اول وآخر ایک ایک بار درود شریف) پڑھیے۔

اس دعا کے بارے میں حضرت مولائے کائنات، علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد شفقت بنیاد ہے: "اگر تجھ پر پہاڑ جتنا بھی قرض ہوگا تو ان شاء اللہ عزوجل ادا ہو جائے گا۔

(سنن ترمذی، ۵/۳۲۹، الرقم: ۳۵۷۴)

(4) بیماری (خودکشی کا چوتھا سبب)

بعض لوگ شدید بیماری میں اپنی ذات سے اس قدر بیزار ہو جاتے ہیں کہ خودکشی کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ یہ سراسر حماقت ہے۔

بیماری کی حکمت

اللہ جل شانہٗ چاہتے ہیں کہ جب بندہ میرے پاس آئے تو گناہوں سے پاک صاف ہو کر آئے۔ اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں اس کو بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بیمار آدمی کی پریشانی کا حل

صحت کے بنیادی اصولوں کا......خیال رکھیں

عزم اور اس پر عمل کرنا دو الگ الگ باتیں ہیں آپ ورزش میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں، کافی کو ترک کر دینے کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں یا روحانی حقائق کا

تجربہ کرنا چاہتے ہیں یا صرف انگلیاں چٹخانے کی عادت کو چھوڑنا چاہتے ہیں تو ان امور پر عمل کرنے میں کامیابی آپ کے ارادے کی قوت پر موقوف ہوگی۔ عادات کو بدلنا خاص طور پر عمر بھر کی عادت کا بدل ڈالنا اور چھوڑ دینا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ آرام کے جمود اور بری عادات کی خاصیت ہے کہ وہ آپ کو اپنی جگہ سے ٹلنے نہیں دیتیں۔ ان سے نمٹنے کے لیے عمل کے آغاز سے ان کو زوردار دھکا دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

صحت بخش طریقہ کار پر قائم رہنے کے لیے حسب ذیل ہدایات پر عمل کریں۔

☆ آپ خود اپنی صحت کے ذمہ دار بنیں۔ اور اپنی صحت کا پور پورا ریکارڈ رکھیں۔

☆ مایوسی کو دعوت مت دیں۔ حقیقی مقاصد کو معین کریں۔ جتنا زیادہ کام ہو سکے، اچھا ہے۔ لیکن اگر اپنی توقعات کے مطابق عمل پیرا نہ ہو سکیں تو مایوس مت ہوں۔ ہار مت مانیں۔ ڈٹے رہیں۔ البتہ آپ کی توقعات آپ کے ذاتی تجربات کے مطابق ہونی چاہئیں۔

☆ اپنی قدرتی چال چلیں۔ آپ کے لیے یہ قطعی معیار ہے آپ کا قدم نہ جلدی بڑھنا چاہیے اور نہ سست بلکہ ایسا ہونا چاہیے کہ آپ مدت العمر اس پر قائم رہ سکیں۔

☆ تھوڑے سے دکھ کے متوقع رہیں۔ لوگ بے آرامی اور بیماری کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

☆ ایسا ماحول پیدا کیا جائے جو تبدیلی میں معاون ہو۔ ایسی فضا سے اجتناب کریں جس میں سگریٹ نوشی، ٹیلی ویژن کے اشتہارات کی گرم بازاری ہو۔

☆ ناکامی کو ترک کر دینے کا بہانہ مت بنایئے۔ اپنے آپ کو یقین دلائیں کہ

میں کامرانی سے ہم کنار ہو رہا ہوں۔ اگر آپ دس مرتبہ بھی گر پڑیں تب بھی اٹھ کھڑے ہوں اور گرے ہوئے پڑے نہ رہیں اور چلنا ترک نہ کریں۔ اگر آپ چلنا ترک نہیں کریں گے تو کامیاب ہو کر رہیں گے۔

☆ اس خیال کو جھٹک کر دل سے نکال دیجئے کہ اب تو بہت تاخیر ہو گئی ہے۔ وہ لوگ جو صحت کے اصولوں (Principles of Health) پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کو اپنی عمر کی زیادتی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں سفید بال، جلد اور چہرے کی جھریاں وغیرہ جن کو ہم بڑھاپے کی علامات سے تعبیر کرتے ہیں درحقیقت بیمار ہونے کی علامات اور نشانیاں ہیں۔

بیماری کی فضیلت...... ذہن میں رکھیں

نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: بخار کو گالی نہ دو کیونکہ یہ آدمی کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم، ص:۱۱۲۹، الرقم: ۶۵۷۰)

نماز کبھی قضا نہ کریں

نماز انسان کی ہر حالت درست کرتی ہے۔ برے کاموں سے بچاتی ہے یہ تو آزمائی ہوئی بات ہے کہ بڑے بڑے فاسق و بدکار لوگوں نے جب صدق دل سے نماز پڑھنی شروع کر دی تو رب عزوجل کے فضل سے سارے گناہوں سے بچ گئے۔ نماز صدہا بیماریوں کا علاج ہے اس وقت کے اطباء بھی کہتے ہیں کہ وضو کرنے والا آدمی دماغی بیماریوں میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔ نمازی آدمی اکثر تلی کی بیماریوں اور جنون (پاگل پن) وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے نیز پنج وقتہ نمازی کے اعضاء دھلتے رہتے ہیں، کپڑے پاک رہتے ہیں۔ گھر بھی اس کا پاک رہتا ہے اس لیے وہ گندگی سے بچا رہتا ہے اور گندگی بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے۔

نماز ہر مصیبت کا علاج ہے اسی لیے اسلام نے ہر مصیبت کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ بارش نہ ہو تو نماز استسقاء پڑھو، سورج یا چاند کو گرہن لگے تو نماز کسوف (یا نماز خسوف) پڑھو، کوئی حاجت درپیش ہو تو نماز حاجت پڑھو۔ غرضیکہ نماز ہر مصیبت میں کام آنے والی چیز ہے۔ (تفسیر نعیمی، ۱/۱۲۷)

ذرا ادھر ادھر دیکھتے رہا کریں

سرکار دو عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ عزوجل شاکر و صابر لکھتا ہے جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ عزوجل کا شکر کرے اس پر کہ اللہ عزوجل نے اسے اس شخص پر بزرگی دی تو اللہ عزوجل اسے شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے اللہ عزوجل اسے نہ شاکر لکھے نہ صابر۔

(ترمذی، ۴/۲۲۹، الرقم: ۲۵۲۰)

نیکیوں میں کمزور	زیادہ نیکیوں والے کی طرف دیکھے
مریض	اپنے سے بڑے مریض کی طرف دیکھے
جوڑوں کے درد والا	پیٹ کے درد والے کی طرف دیکھے
T.B والا	کینسر والے کی طرف دیکھے
کٹے ہوئے ایک ہاتھ والا	کٹے ہوئے دو ہاتھ والے کی طرف دیکھے
جس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی	وہ نابینا کی طرف دیکھے
کم تنخواہ والا	بے روزگار کی طرف دیکھے
فلیٹ میں رہنے والا	بے گھر کو دیکھے

نابینا — ہاتھ پاؤں سے معذور کی طرف دیکھے
کینسر والا — دل کے مریض اور فالج والے کو دیکھے

بہرحال دنیا میں ہر آفت سے بڑی آفت مل جائے گی۔ خدا کی قسم! سب سے بڑی مصیبت کفر ہے ہر وہ مسلمان جو کتنا ہی بڑا مریض وغمزدہ ہو وہ اللہ کریم کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے ایمان کی دولت سے نوازا اور کفر کی مصیبت سے محفوظ رکھا ہے۔

(5) مصیبت/ابتلاء (خودکشی کا پانچواں سبب)

مصیبت وپریشانی ایسی آزمائش ہے جو کسی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ ہر شخص مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہے مگر بعض لوگ اتنے کم ہمت ہوتے ہیں کہ دنیاوی آزمائشوں کے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے خودکشی کا سہارا لیتے ہیں۔

﴿مصیبت آنے کی وجوہات﴾

انسان کے اپنے کیے کی سزا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ○ (پ:۲۵، الشوریٰ:۳۰)

اور جو مصیبت بھی تم کو پہنچتی ہے تو اس (بداعمالی) کے سبب سے ہی (پہنچتی ہے) جو تمہارے ہاتھوں نے کمائی ہوتی ہے حالانکہ بہت سی (کوتاہیوں) سے تو وہ درگزر بھی فرما دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس آیت کی خبر نہ دوں جو اللہ کی کتاب

میں سب سے افضل ہے، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ کی تفسیر میں یہ بتایا: اے علی! تم پر جو بیماری آتی ہے یا کوئی سزا ملتی ہے، یا دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ وہ تم کو دوبارہ پھر آخرت میں سزا دے اور اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کو دنیا میں معاف فرما دیا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ حلیم ہے کہ وہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ سزا دے۔

(مسند احمد، ۲/۸۷، الرقم: ۶۴۹، مسند ابو یعلیٰ، الرقم: ۶۰۸-۴۵۳)

فائدہ

عام بندہ مومن پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ البتہ انبیاء علیہم السلام پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے درجات میں ترقی کے لیے ہوتے ہیں۔ اور صالحین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے امتحان کے لیے ہوتے ہیں اور دیوانوں اور بچوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے والدین کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہیں بہ شرطیکہ وہ صبر کریں اور کافروں اور زندیقوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کی توہین کے لیے ہوتے ہیں۔

(تبیان القرآن، ۱۰/۶۰۹)

مصیبت......اللہ کی محبت کی نشانی ہے

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو اسے (آزمائش میں) مبتلا فرما دیتا ہے، پھر جو (آزمائش پر) راضی رہا اس کے لیے رضا ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لیے ناراضی۔ (سنن ابن ماجہ، ۴/۳۷۴، الرقم: ۴۰۳۱)

مصیبت کا اجر

کیسا خوش نصیب ہے مسلمان کہ اس کی تکالیف بھی اس کے لیے گناہوں

سے نجات کا باعث بنتی ہیں مسلمان کو اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ اس پر بھی اجر دیتا اور اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے لیکن کیسا ظالم ہے وہ مسلمان جو اللہ کے سایہ رحمت میں پناہ گزیں ہونے کے بجائے اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور بدنصیب بن جاتا ہے، جہنم کا سزاوار ہو جاتا ہے۔

کانٹا چبھنے کا اجر

رسول بے مثال، آمنہ کے لال ﷺ نے فرمایا: مومن کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے بدلے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، ص: ۱۱۲۸، الرقم: ۶۵۶۵)

روز محشر...... پرسکون زندگی گزارنے والوں کی حسرت

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: جب بروز قیامت اہل بلا (بیماروں اور آفت زدوں) کو ثواب عطا کیا جائیگا تو عافیت والے تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی جاتیں۔

(سنن ترمذی، ۴/ ۱۸۰، الرقم: ۲۴۱۰)

بچہ جنت میں استقبال کرے گا

ایک شخص پر بیٹے کی موت گراں گزری تو آپ ﷺ نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تمہیں ان دو باتوں میں سے کون سی بات پسند ہے کہ

(۱) تم اپنی زندگی میں اس سے نفع اٹھاؤ یا (۲) جنت کے جس دروازے پر بھی آؤ وہ پہلے ہی سے وہاں موجود ہو اور تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھولے۔

اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ دوسری بات مجھے زیادہ پسند ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے ایسا ہی ہے۔ تو عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ خوشخبری صرف انہی کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے

ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

(سنن نسائی ج ص: ۲۲۲۴، الرقم: ۲۰۹۰، سنن دار قطنی ۳/ ۵۷، الرقم: ۲۹۶۵)

مصیبت کا حل

مصیبت کا بہترین حل یہ ہے کہ سیرت رسول عربی ﷺ کو سامنے رکھیے:۔

دکھ درد کے ماروں کو غم یاد نہیں رہتے
جب سامنے آنکھوں کے سرکار نظر آئے

منظر ہو بیاں کیسے الفاظ نہیں ملتے
ہم نے تو جدھر دیکھا سرکار نظر آئے

اگر صابر بننا ہے	تو حضرت ایوب علیہ السلام کو آئیڈیل بنالو
خدا کے لیے قربانی دینے کا وقت آئے	تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یاد کرلو
دین میں آزمائش آجائے	تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرلو
اولاد کی طرف سے آزمائش آجائے	تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یاد کرلو
شوہر کی طرف سے آزمائش آجائے	تو حضرت آسیہ کو یاد کرلو
فیصلہ کرنے میں دشواری ہو	تو حضرت عمر کو یاد کرلو
فاقہ کشی کی آزمائش ہو	تو سیرت فاطمہ کو یاد کرلو
جوان بیٹا فوت ہوجائے	تو سیدنا امام حسین کو یاد کرلو

جب مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی میں آنے والی مصیبتوں کو یاد کرلو۔

حضرت شیخ سعدی کا فرمان سنیے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھے جوتے پہننے کو میسر نہ ہوئے۔ اس سے میں تھوڑا غمزدہ ہو رہا تھا۔ خدائے تعالیٰ کی قدرت کہ اسی وقت

میری نظر ایک شخص پر پڑی جو دونوں پاؤں سے معذور تھا۔ یہ دیکھ کر میں پروردگار عزوجل کا شکر بجالایا اور جوتے نہ ہونے پر صبر کیا۔ (گلستان سعدی، ص:۹۵)

(6) بے روزگاری (خودکشی کا چھٹا سبب)

خودکشی کا ایک سبب بے روزگاری بھی ہے۔ آسائشوں...... عمدہ غذاؤں...... شادیوں وغیرہ کے موقعوں پر فضول خرچیوں...... گھر کے اندر کی سجاوٹوں...... گاڑیوں وغیرہ کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم طلب اور بہت بڑا سرمایہ دار بن جانے کے خواب دل میں رہتے ہیں۔ آمدنی کم ہوتی ہے۔ یہ خواہشات پوری ہو نہیں پاتیں تو لوگ خودکشی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔

بے روزگاری کا حل

محنت اور لگن کی ضرورت

جو شخص اپنے خیالات اور عمل کو وسیع ذرائع میں لگاتا ہے۔ بہترین کوشش اور سوچ بچار کرتا ہے، وہ عظیم مال و دولت حاصل کرتا ہے۔ چکی میں جتنا اناج ڈالو گے، اتنا ہی آٹا نکلے گا۔ اگر آپ نے خود اعتمادی کے ساتھ اپنے خیالات، سوچ اور کوششوں کو بے حد مال و دولت کے حصول میں لگا دیا۔ تو یقین رکھیں، آپ جلد ہی اچھی فصل کاٹیں گے۔ معمولی انسان بننے کی بجائے محنت اور لگن سے کام کریں۔ اپنے چھوٹے سے چھوٹے کام کو اتنی خوبی سے کریں کہ وہ فخریہ اور عظیم کام بن جائے۔

صبح سویرے کام پر جانا

کسی بھی شخص کی ترقی کو معراج اور کامیابی کا زینہ صرف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنے کام کو وسیع تر اختیارات دے دے اور ان اختیارات کو اپنی زندگی

کے ایک ایک لمحے میں سمو دے۔ اس کے لیے دن رات محنت کرے۔ رات کو پروگرام بنائے اور صبح سویرے اس پر عمل درآمد شروع کر دے۔ تمام وقت اخلاق اور مروت کے ساتھ گزارنا ہی ایک کامیاب انسان کی زندگی کا اولین حصہ ہے۔

اللہ کریم پر توکل کیجئے

توکل اور استقامت کی زندگی دراصل انسانیت کی معراج ہے اگر ہم اپنی ذہنی پریشانیوں، الجھنوں اور نفسیاتی بیماریوں سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں یقیناً توکل اور اعتماد کی زندگی گزارنی چاہیئے جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد، بھروسہ اور یقین بڑھتا جائے گا اتنا انسان خود اعتماد ہوگا اور محنت اور لگن سے کام کر کے بے روزگاری سے بچ سکے گا۔

قسمت کا لکھا مل کر رہے گا (ہمیشہ ذہن میں رکھیئے)

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ! اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّہٗ اِنْ کَانَ لِاَحَدِکُمْ رِزْقٌ فِیْ رَأْسِ جَبَلٍ اَوْ حَفِیْضِ اَرْضٍ یَّاْتِیْہِ

لوگو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور حلال ذریعے سے رزق تلاش کرو کیونکہ اگر تمہارا رزق کسی پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہے یا زمین کی تہہ میں، تمہیں مل کر رہے گا۔ (سیرت ابن جوزی، ص:۲۳۴)

یاد رہے کہ

روزی……اللہ کریم کے ذمہ کرم پر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (پ:۱۲، ھود:۶)

اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر (یہ کہ) اس کا رزق اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ہے۔

چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک...... چرند پرند...... حیوانات......اور جاندار کو عطا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ روزگار کے معاملے میں اللہ کریم پر عملی طور پر حقیقی معنوں میں توکل کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہر جاندار کو رزق دینا اسی کے ذمہ کرم پر ہے۔

(7) عشق مجازی (خودکشی کا ساتواں سبب)

عشق مجازی کی سب سے بڑی وجہ آج کل مسلمانوں میں اکثر اسلامی معلومات کی کمی اور شرعی احکامات پر عمل سے دوری ہے۔ V.C.R،T.V اور انٹرنیٹ وغیرہ میں عشقیہ فلمیں......ڈرامے دیکھ کر...... یا عشق بازیوں کی مبالغہ آمیز اخباری خبروں...... نیز جریدوں...... ناولوں...... اور بازاری ماہناموں میں فرضی عشقیہ افسانوں کو پڑھ کر...... یا کالج یونیورسٹی کی مخلوط کلاسوں میں بیٹھ کر...... نامحرم رشتے داروں کے ساتھ خلط ملط ہو کر آپسی بے تکلفی کے دلدل کے اندر اتر کر اکثر کسی نہ کسی کو کسی سے عشق ہو جاتا ہے۔

عشق مجازی کی تباہ کاریاں

عشق مجازی کے سبب سے ہر طرف گناہوں کا سیلاب اُمڈ آیا ہے۔ یہ عشق عموماً گناہ وعصیان کا طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔ فون پر جی بھر کر بے شرمانہ بات بلکہ بے حجابانہ ملاقات کے سلسلے ہوتے ہیں۔ مکتوبات وسوغات کے تبادلے ہوتے ہیں۔ شادی کے خفیہ قول وقرار ہو جاتے ہیں اگر گھر والے دیوار بنیں تو بسا اوقات دونوں فرار ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اخبار میں ان کے اشتہار چھپتے ہیں۔ خاندان کی آبرو کا سرِ عام نیلام ہوتا ہے۔ کبھی ''کورٹ میرج'' کی ترکیب بنتی ہے نیز ایسا بھی

ہوتا رہتا ہے کہ بھاگتے نہیں بنتی تو خودکشی کی راہ لی جاتی ہے۔

اس بے راہ روی کا حل

دنیا کی محبت عارضی ہے۔ جس طرح یہ دنیا فانی ہے اسی طرح اس کی ہر چیز فانی ہے۔ دنیا میں انسان جب کسی سے عشق کرتا ہے تو دنیا کی طرف مائل رہتا ہے اور اپنی آخرت کو بھول جاتا ہے۔ اس لیے انسان کی محبت کے اصل حقدار اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ کیونکہ جب اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت ہوگی تو پھر انسان دنیاوی رنجشوں میں نہیں پڑتا اور اپنے محبوب کی پیروی کرتے کرتے جنت میں اعلیٰ مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

؎ جو مسلمان بندہ نیکوکار ہے
رب کے محبوب کا عاشق زار ہے
قبر بھی اس کی جنت کا گلزار ہے
باغ فردوس کا بھی وہ حقدار ہے

ایک عظیم وظیفہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ

باوضو یہ قرآنی آیات مبارکہ تین (3) بار پڑھ کر (اول و آخر ایک بار درود شریف) پانی پردم کر کے پی لے۔ یہ عمل چالیس (40) دن تک کرے۔
نماز کی پابندی اشد ضروری ہے۔ اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ عشق مجازی سے جان چھوٹ جائے گی اور اللہ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو جائے گی جو باعث نجات ہے۔

کاش! یہ رات اللہ کی بندگی میں گزاری ہوتی

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک عام سے نوجوان تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کنیز سے عشق ہو گیا تھا اور معاملہ کافی طول پکڑ چکا تھا۔ سخت سردیوں کے موسم میں ایک بار دیدار کے انتظار میں اس کنیز کے مکان کے باہر ساری رات کھڑے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

رات بے کار گزرنے پر دل میں ملامت کی کیفیت پیدا ہوئی اور اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ اس کنیز کے پیچھے ساری رات برباد کر دی مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ کاش! یہ رات عبادت میں گزاری ہوتی۔ اس تصور سے دل کی دنیا زیروزبر ہو گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قلب میں انقلاب برپا ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خالص توبہ فرمائی، کنیز کی محبت سے جان چھڑائی، اپنے پروردگار سے لو لگائی اور قلیل ہی عرصے میں ولایت کی اعلیٰ منزل پائی۔

جلتے چراغ پر ہاتھ رکھ دیا

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھے جو کہ صدیق (اول درجے کے ولی) کے منصب پر فائز تھے۔ شان یہ تھی کہ خانقاہ پر بادشاہ حاضر ہو کر حاجت دریافت کرتا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ منع فرما دیتے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عبادت خانے پر انگور کی بیل لگی ہوئی تھی جو ہر روز ایک انوکھا انگور اگاتی تھی کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف اپنا مبارک ہاتھ آگے بڑھاتے تو اس میں سے پانی ابل پڑتا جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نوش فرما لیتے۔

ایک دن مغرب کے وقت ایک جوان لڑکی نے دروازے پر دستک دے کر کہا۔ اندھیرا ہو گیا ہے، میرا گھر کافی دور ہے، مجھے رات گزارنے کے لیے اجازت دیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ترس کھا کر اسے اپنی خانقاہ میں پناہ دے دی۔ رات جب

گھری ہوئی تو وہ ایک دم گلے پڑ گئی کہ میرے ساتھ ''کالا منہ'' کرو!!! یہاں تک کہ معاذ اللہ اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً آنکھیں بند کر لیں اور اس کو کپڑے پہننے کا حکم دیا مگر وہ نہ مانی بلکہ برابر مطالبہ کرتی رہی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مضطرب ہو کر اپنے نفس سے پوچھا: اے نفس! تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا، خدا کی قسم! میں تو اس نادر موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تیرا ناس! کیا تو میری عمر بھر کی عبادت ضائع کرنے کا امیدوار ہے؟ کیا تو طالب عذاب نار ہے؟ کیا تو دوزخ کے گندھک کے لباس کا خواستگار ہے؟ کیا تو جہنم کے سانپوں اور بچھوؤں کا طلبگار ہے؟ یاد رکھ! زانی کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم کے گہرے غار میں جھونک دیا جائے گا۔ مگر اس بدنیت لڑکی کے ساتھ ساتھ نفس نے بھی اپنی تحریک برابر جاری رکھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نفس سے فرمایا: چل پہلے تجربہ کر لے کہ آیا تو دنیا کی معمولی آگ بھی برداشت کر سکتا ہے یا نہیں! یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جلتے ہوئے چراغ پر ہاتھ رکھ دیا! مگر وہ نہ جلا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جلال میں آ کر پکارا، اے آگ! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو کیوں نہیں جلاتی؟ اس پر آگ نے پہلے انگوٹھا جلایا، پھر انگلیوں کو پگھلایا حتیٰ کہ ہاتھ کا سارا پنجہ ہی کھا گئی! یہ دردانگیز منظر دیکھ کر اس لڑکی پر ایک دم خوف طاری ہو گیا۔ اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ بلند ہو کر فضا کی پہنائیوں میں گم ہو گئی وہ دھڑام سے گری۔ اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اس کی برہنہ لاش پر چادر اوڑھا دی۔

صبح دم ابلیس نے چلا کر اعلان کیا۔ اس عابد نے فلانہ بنت فلاں کے ساتھ رات کو زیادتی کر کے اس کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر وحشت اثر سن کر بادشاہ آگ بگولہ ہو کر سپاہیوں کے ساتھ عابد رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر آ پہنچا۔ جب وہاں سے لڑکی کی برہنہ لاش برآمد ہو گئی تو عابد رحمۃ اللہ علیہ کے گلے میں زنجیر ڈال کر گھسیٹ کر باہر نکالا گیا اور پھر

سپاہیوں نے خانقاہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

وہ عابد رحمۃ اللہ علیہ صبر وشکیبائی کا دامن تھامے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنا جلا ہوا ہاتھ بھی کپڑے میں چھپائے رکھا اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا! اس وقت دستور یہ تھا کہ زانی کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے عابد رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر آرا رکھ کر ان کے بدن کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔

عابد کی وفات ہو جانے کے بعد اللہ عزوجل نے اس عورت کو زندہ کیا اور اس نے ازابتداء تا انتہا ساری روداد سنائی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے کپڑا اٹھایا گیا تو لڑکی کے بیان کے مطابق واقعی وہ جلا ہوا تھا اس کے بعد لڑکی حسب سابق پھر مردہ ہو گئی۔ حیرت انگیز حقیقت سن کر لوگوں کے سر عقیدت سے جھک گئے اور خوش نصیب عابد کی اس دردناک رحلت پر ہر ایک تاسف وحسرت کرنے لگا۔

جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس سے مشک وعنبر کی لپٹیں آنے لگیں۔ جوں ہی دونوں کے جنازے لائے گئے تو آسمان سے صدا آنے لگی:

اِصْبِرُوْا حَتّٰی تُصَلِّیْ عَلَیْهِمَا الْمَلٰٓئِكَةُ

صبر کرو یہاں تک کہ ان پر فرشتے نماز جنازہ پڑھ لیں۔

تدفین کے بعد اللہ رب العزت نے خوش نصیب عابد کی قبر پر چنبیلی کو اگایا۔ لوگوں نے مزار پر انوار پر ایک کتبہ آویزاں پایا جس میں کچھ اس طرح مضمون تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندے اور ولی کی طرف۔ میں نے اپنے فرشتوں کو جمع فرمایا، جبریئل (علیہ السلام) نے خطبہ سنایا اور میں نے پانچ ہزار دلہنوں کے ساتھ جنت الفردوس میں اس (اپنے ولی) کا نکاح فرمایا۔ میں اپنے فرمانبرداروں اور مقربوں کو ایسے ہی انعاموں سے نوازتا ہوں۔

(بحر الدموع ملخصا، ص:۱۶۹)

(8) مایوسی (خودکشی کا آٹھواں سبب)

مایوسی گناہ اور کفر ہے اسلامی تعلیمات میں قطعی مایوسی اور بے دلی کو جگہ نہیں حتیٰ کہ جب بھی ہم بے دل اور مایوس ہوں گے اس وقت حالات ہمارے برعکس ہو جائیں گے۔

خودکشی کا سب سے اہم سبب ذہنی دباؤ، مایوسی (Depression) ہے جس کی وجہ سے آدمی کا دماغ مفلوج ہو جاتا اور اسلامی تعلیمات سے دوری کی صورت میں وہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر سمجھ بیٹھتا ہے کہ ٹینشن اور مایوسی سے میری جان چھوٹ جائے گی اور مجھے سکون حاصل ہوگا اور یوں خودکشی کر کے اپنے لیے خوفناک بے سکونی کا سامان کر گزرتا ہے۔

تفکرات/ٹینشنز

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے
میں بلبل نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے!

انسان کو زندگی میں بہت سے مسائل (Problems) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کوئی گھریلو معاملات کی وجہ سے پریشان ہوتا ہے..... کوئی دوستوں میں تنازعہ ہو جانے پر پریشان ہوتا ہے..... کہیں میاں بیوی کا جھگڑا پریشانی کا باعث ہوتا ہے..... کوئی اولاد کی وجہ سے پریشان ہوتا ہے..... کوئی اخراجات کی زیادتی سے Disturb رہتا ہے۔ جب زندگی میں ہر طرف پریشانیوں کے بادل منڈلا رہے ہوں تو انسان اس قدر مایوس ہو جاتا ہے کہ وہ فرار کا راستہ تلاش کرتا ہے اور ان ٹینشنز سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے خودکشی کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔

تفکرات کے نقصانات

ٹینشنز انسان کو بہت سی بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ دمہ، ذیابیطس یا کسی معذوری وغیرہ کی وجہ سے طبیعت میں اس کیفیت کا پیدا ہونا لازمی ہے لیکن یہ اگر بڑھ جائیں تو بہت سی بیماریوں کو بڑھا دیتی ہیں۔ جسم میں ان بیماریوں سے مزاحمت کرنے والے خلیئے (Resistant Cells) میں کمی ہونے لگتی ہے۔ ان بیماریوں کا حملہ ٹینشنز کی حالت میں زیادہ تیز ہو جاتا ہے کئی لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جنہیں کوئی بیماری نہیں ہوتی لیکن ٹینشنز کی حالت میں کئی بیماریوں کا گمان ہونے لگتا ہے اور محض واہمہ کی بنا پر انہیں ڈاکٹرز اور (Tests) کے خرچوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ احساس میں شکستگی، مایوسی اور اچاٹ پن غالب آنے لگتا ہے۔ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے ہی یہ خیال آتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے وہ پورا بھی ہو سکے گا کہ نہیں۔ اس طرح اس کی نیم دلی بڑھنے لگتی ہے۔

تفکرات کا حل

درود شریف کی کثرت کریں

درود پاک پڑھنے کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی برکت سے غم اور پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں (سارے ورد، وظیفے، دعائیں چھوڑ دوں گا اور) اپنا سارا وقت درود خوانی میں صرف کروں گا۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری فکروں کو دور کرنے کے لیے کافی ہوگا اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (سنن ترمذی،۴/۲۰۷، الرقم:۲۴۶۵)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیجیے

آج کل مسائل کی بھرمار کی وجہ سے انسان بہت جلد Depress ہو جاتا ہے...... ہر طرف وہم اور وسوسوں کا اندھیرا چھانے لگتا ہے...... زندگی کی تاریک راتیں اور لمبی ہونے لگتی ہیں۔ مگر اس کا علاج انتہائی سادہ اور آسان ہے کہ انسان اللہ کریم کی نافرمانی چھوڑ دے۔ برے کام کو چھوڑنے کے لیے فیصلے اور قوت ارادی کی ضرورت ہے۔ باقی سارا کام اللہ تعالیٰ کی مدد سے آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ کریم کی نافرمانی چھوڑ دینے سے مسائل خود بخود حل ہوتے جائیں گے...... اللہ سے دوری خود بخود دور ہو جائے گی...... ہر طرف اعتماد...... ایمان...... اور یقین کی روشنی پھیل جائے گی...... دلوں کی سیاہی دور ہو جائے گی...... زندگی میں آسانیاں پیدا ہوتی جائیں گی...... کوئی مشکل، مشکل نہیں رہے گی...... کوئی پریشانی، پریشانی نہیں رہے گی۔ ہر طرف خوشیوں بھرا ماحول ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب ہم اللہ کریم کی نافرمانی چھوڑ دیں گے اور اپنے رب کریم کو راضی کر لیں گے۔

پریشانی کا علاج

پریشانیوں کا تعلق (Relation) دل سے ہوتا ہے۔ دل پرسکون ہو تو روح بھی پرسکون ہوتی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

60 بار روزانہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجیے ان شاء اللہ رنج و غم دور ہوں گے۔ دل کی گھبراہٹ کے لیے بھی یہ عمل مفید ہے۔

پریشانی بھول جائیے

اپنی پریشانی کو بھول جائیے اور پریشانی کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیجیے کہ

میں بہت بیمار ہوں...... میں پریشان ہوں...... میں مسائل میں گھرا ہوا ہوں۔ اگر آپ ایسا سوچتے رہیں گے تو ذہنی دباؤ اور پریشانی میں اضافہ ہوگا۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا۔

مَنْ كَثُرَ هَمُّهُ سَقِمَ بَدَنُهُ

"جس کی فکریں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کا بدن سقیم (بیمار) پڑ جاتا ہے۔"

(شعب الایمان، ۶/۳۴۲، الرقم: ۸۴۳۹)

مایوس ہونے کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط (پ: ۲۴، الزمر: ۵۳)

تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

اس آیت طیبہ میں ان لوگوں کو نوید رحمت دی جا رہی ہے جو عمر بھر اپنے اوپر زیادتیاں کرتے رہے۔ جن کے شب و روز فسق و فجور میں بسر ہوتے رہے۔ جنہوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بالکل برباد کر دیا۔ ایسے لوگوں کو کہا جا رہا ہے کہ آؤ میری رحمت کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہوا ہے۔ اگر تم سچے دل سے تائب ہو کر نئی اور پاکیزہ زندگی شروع کرنے کا عزم کر چکے ہو تو تمہارے گناہ بے شمار اور نہایت سنگین کیوں نہ ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔ تمہیں یہاں سے مایوس نہیں لوٹایا جائے گا۔ (ضیاء القرآن، ۴/ ۲۷۸)

تمہاری عہد شکنیوں کی مغفرت ہو جائے گی

انسان اللہ کی رحمت سے مایوس اس وقت ہوتا ہے جب فطرت سلیمہ اور اللہ پر ایمان لانے کی صلاحیت بالکل زائل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو غرغرہ موت

تک توبہ کرنے کی مہلت دی ہے۔ جو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہوں۔ خواہ ان کی تعداد سمندر کے جھاگ، درختوں کے پتوں، ریت کے ذروں اور آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہو۔ خواہ یہ مغفرت کچھ سزا دینے کے بعد ہو یا بغیر سزا کے ہو اور یہ مغفرت بندوں کی توبہ سے ہو یا رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء اور مقربین یا ملائکہ کی شفاعت سے ہو یا بغیر کسی کی شفاعت کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو۔ (تبیان القرآن، ۱۰/۲۸۱)

مایوس نہ ہونے کا فائدہ

حضور نبی کریم، رؤوف الرحیم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک بندے کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جب وہ جہنم کے کنارے پر پہنچا تو اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگا: ''یارب عزوجل! تیری قسم! میں تو تیرے ساتھ اچھا گمان رکھتا تھا۔'' تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اسے لوٹا دو کیونکہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہی معاملہ کرتا ہوں۔

(شعب الایمان، ۶/۵۴۶، الرقم: ۹۲۳۶)

(9) بے صبری (خودکشی کا نواں سبب)

اے ایمان والو! مصائب و آلام سے گھبرا کر...... ناکامی و نامرادی پر شرمندہ ہو کر...... اپنی جان نہ لو۔ بلکہ ان کو بھی اللہ کی رحمت جانو، کہ وہ تمہارے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ ان پر صبر کرو، تو اللہ اِن کے بدلے تمہیں بے شمار نعمتوں، راحتوں اور خوشیوں سے نوازے گا۔

بے صبری مسائل کا حل نہیں

اللہ تعالیٰ مصیبتیں دے کر آزماتا ہے تو جس نے ان میں بے صبری کا مظاہرہ

کیا، واویلا مچایا، ناشکری کے کلمات زبان سے ادا کیے یا بیزار ہو کر معاذ اللہ خود کشی کی راہ لی، وہ اس امتحان میں بری طرح ناکام ہو کر پہلے سے کروڑہا کروڑ گنا زائد مصیبتوں کا سزاوار ہوگا۔ بے صبری کرنے سے مصیبت تو جانے سے رہی الٹا صبر کے ذریعہ ہاتھ آنے والا عظیم الشان ثواب ضائع ہو جاتا ہے جو کہ بذات خود ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔

﴿بے صبری کا حل﴾

یاد رہے کہ......دنیا کے مسائل عارضی ہیں

مصیبت پر صبر کو آسان بنانے کا ایک عمل یہ بھی ہے کہ اس طرح اپنا ذہن (Mind) بنائیے کہ یہ مصیبت قلیل المدت، عارضی اور ہلکی ہو کر جلد ختم ہو جانے والی ہے مگر صبر کی صورت میں ملنے والا اجر و ثواب کبھی ختم نہ ہوگا لہٰذا صبر ہی میں بھلائی ہے۔

مصیبت جب نازل ہوتی ہے تو بڑی ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ چھوٹی ہوتی جاتی ہے۔ اس کا واقعی بہت سوں کو تجربہ ہوگا مثلاً جب کوئی ٹینشن آتی ہے تو انسان دم بخود رہ جاتا ہے اور نیند اڑ جاتی ہے! پھر آہستہ آہستہ عادی ہو جاتا ہے۔ اس کو اس مثال سے سمجھ کر نیکی کی کوشش کیجئے مثلاً کوئی مزے سے T.V پر بیہودہ ڈرامہ دیکھ رہا ہو کہ یکا یک اس کی آنکھوں کے دونوں چراغ گل ہو جائیں، یقیناً وہ رو رو کر آسمان سر پر اٹھا لے گا جبکہ جو پہلے سے نابینا ہوتا ہے وہ ہنسی مذاق سب کچھ کر رہا ہوتا ہے......کیوں؟

اس لیے کہ اس کے لیے نابینا ہونا پرانی بات ہو چکی ہے! اس سے زیادہ واضح مثال جس سے سب کو واسطہ پڑتا ہے کہ گھر میں میت ہو جائے تو رونا دھونا مچ جاتا

ہے۔ اور پھر دھیرے دھیرے سب غم غلط ہو جاتے اور خوشیوں، دھما چوکڑیوں نیز شادیوں کا سلسلہ از سر نو شروع ہو جاتا ہے۔

صبر کی برکات......ذہن میں رکھیئے

سر پہ ٹوٹے گو کوہ بلا صبر کر، اے مسلمان نہ تو ڈگمگا صبر کر

لب پہ حرف شکایت نہ لا صبر کر، کہ یہی سنت شاہ ابرار ہے

اللہ رب العزت جس طرح اپنے بندوں پر بے شمار نعمتیں نچھاور فرما کر احسان عظیم فرماتا ہے اسی طرح کبھی انہیں مصائب و آلام کے امتحان میں ڈال کر کامیابی کی صورت میں بلندئ درجات کے علاوہ بے شمار دنیوی واخروی انعامات بھی عطا فرماتا ہے اور ایسے خوش نصیبوں کو جو سب سے بڑا انعام ملتا ہے اس کے بارے میں قرآن کریم اس طرح مژدۂ جاں فزا سنا رہا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (پ:۲، البقرہ:۱۵۳)

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ذات باری تعالیٰ کا قرب وہ عظیم نعمت ہے کہ جس کے حصول کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ایسی ایسی تکالیف پر صبر کیا کہ جن کے تصور ہی سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل ان بزرگ ہستیوں کے صدقے ہمیں دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے اور جو مصائب ہمارے مقدر میں ہیں ان پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نصیحت آموز واقعہ

جب حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کی آزمائش کا وقت قریب آیا تو حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: اے ایوب (علیہ السلام) عنقریب آپ کا رب عزوجل آپ پر ایسی آزمائش اور ہولناک معاملہ نازل فرمائے گا کہ جسے پہاڑ بھی

برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں محبوب کے ساتھ تعلق میں ثابت قدم رہا تو ضرور صبر کروں گا یہاں تک کہ میرے بارے میں یوں کہا جائے:

''یہ انتہائی تعجب خیز بندہ ہے۔''

پھر آپ علیہ السلام کو یہ ندا کی گئی: اے ایوب (علیہ السلام)! آزمائش کے لیے تیار ہو جاؤ اور میرا حکم وفیصلہ نازل ہونے تک صبر کرتے رہو۔ آپ کی آزمائش کا سبب یہ تھا کہ ابلیس لعین نے حسد کی وجہ سے طرح طرح کے مکر و حیلے سے آپ پر غالب ہونا چاہا لیکن نہ ہو سکا تو کہنے لگا:

''یا اللہ عزوجل! ایوب شکر گزار بندہ ہے، وہ اس لیے فرمانبردار ہے کہ تو نے اسے مال، رزق اور اولاد میں وسعت عطا فرمائی اور صحت بخشی ہے، اگر تو یہ سب واپس لے لے تو ایک لمحہ بھی تیری اطاعت نہ کرے گا۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: وہ اپنی حالت ہرگز تبدیل نہ کرے گا۔ چنانچہ آزمائش شروع ہوئی اور آپ کی ساری اولاد لے لی گئی اس پر آپ علیہ السلام اور زیادہ عبادت کرنے لگے۔ دوسرے دن مال جلا دیا گیا تو فرمایا:

تمام عطائیں اسی کی ہیں: چاہے لے لے چاہے باقی رکھے۔ تیسرے دن آپ علیہ السلام صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان لعین نے آپ علیہ السلام کے جسم پر پھونک ماری تو آپ علیہ السلام جسمانی بیماری میں مبتلا ہو گئے، لیکن آپ علیہ السلام ظاہر و باطن میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہے۔ مال و اولاد کی آزمائش کے بعد جب آپ علیہ السلام جسم کی آزمائش میں مبتلا ہوئے تو فرمایا:

تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنی عبادت کے لیے چن لیا اور مجھ پر اپنا خاص فضل اور بھلائی فرمائی اور مجھے اپنے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ

رکھا۔ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام ہمیشہ ذکر کرتے رہے اور اپنے رب عزوجل کی حمد اور شکر بجالاتے رہے۔

آزمائش انسان کے احوال کو ظاہر اور محبت کے دعوے دار کی حالت بہت جلد واضح کر دیتی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے پیارے نبی حضرت ایوب علیہ السلام پر ستر ہزار قسم کی آزمائشیں نازل فرمائیں لیکن آپ علیہ السلام نے صبر وشکر کیا اور شکوہ نہ کیا۔ تم تو ایک کانٹا بھی برداشت نہیں کر سکتے جبکہ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کو اولاد لے کر آزمایا گیا مگر آپ علیہ السلام نے عبادت میں اضافہ کر دیا۔ مال لے لیا گیا مگر محبت الٰہی میں ذرہ برابر کمی نہ آئی، تمام آزمائشوں پر راضی رہے اور ظاہری و باطنی طور پر بالکل کوئی شکوہ نہ کیا۔

چنانچہ آپ علیہ السلام کو ندا دی گئی: ''اے ایوب (علیہ السلام)! تو نے ہماری آزمائشوں پر صبر کیا تو ہم تجھے تیرا مال اور اولاد لوٹا دیں گے اور تیرے جسم کو آزمائش سے عافیت بخشیں گے اور تیرا نام اپنی آخری کتاب میں لکھ دیں گے اور تیرا ذکر محبوب بندوں کے رجسٹر میں پھیلا دیں گے۔

اللہ کریم ہمیں مصیبتیں برداشت کرنے اور خودکشی جیسے گناہِ کبیرہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(الروض الفائق، ص: ۸۷)

❀❀❀❀❀

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

❀❀❀❀❀

رشتہ داروں کے حقوق (صلہ رحمی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

❁❁❁❁❁

نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونین ﷺ

میری قسمت کا چمکا دو ستارا یا رسول اللہ ﷺ
نہیں تیرے سوا میرا سہارا یا رسول اللہ ﷺ

گناہوں کے سمندر میں بھنور کی زد میں آیا ہوں
میری کشتی کو مل جائے کنارا یا رسول اللہ ﷺ

مری فردِ عمل کا آپ کو تو علم ہے آقا
نہ ہو یہ روزِ محشر آشکارا یا رسول اللہ ﷺ

میں مجرم بھی ہوں خاطی بھی مگر بخشش ضروری ہے
اگر ہو چشمِ رحمت کا اشارہ یا رسول اللہ ﷺ

بلاتے ہو ہمیشہ تم غلاموں کو مدینہ میں
کرم ہم پر بھی ہو جائے خدارا یا رسول اللہ ﷺ

تڑپتا ہے یہ ہاشم رات دن درد جدائی میں
کرو چشمِ کرم اس پر خدارا یا رسول اللہ ﷺ

❁❁❁❁❁

اعلیٰ اخلاقی قدروں میں صلہ رحمی کا مقام بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صلبی رشتوں میں تقدس...... ایثار...... محبت...... خلوص...... اور بے غرضی کی جو کیفیات ودیعت فرما رکھی ہیں، ان پر انسان جتنا غور کرتا ہے اتنا ہی حیرت کے سمندر میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کے جذبے کو انسانی معاشرے کی بنیاد بنایا ہے۔ گھر...... کنبے...... خاندان...... قبیلے...... اور قوم کے افراد میں جو باہمی کشش ہوتی ہے اس کی بنیاد یہی جذبہ ہے۔ یہ جذبہ زندہ رہے تو معاشرے کی بنیاد ایثار، محبت اور اخوت کے جذبات پر استوار ہوتی ہے اور معاشرے کے ہر فرد کو زندگی ایک عظیم نعمت معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر یہ جذبہ مفقود ہو جائے تو معاشرے کی بنیاد خود غرضی اور مطلب پرستی پر استوار ہوتی ہے اور مفادات کا ٹکراؤ ہر ایک کے لیے زندگی کو عذاب بنا کر رکھ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کے ذمہ یہ مقدس فریضہ لگایا ہے کہ وہ خدا کی زمین سے باطل کے ہر نقش کو مٹا کر وہاں توحید خداوندی کے پھریرے بلند کرے۔ ہر زمانے کے فرعونوں، نمرودوں، ہامانوں، قارونوں اور ابوجہلوں سے ٹکر لینا ملت اسلامیہ کا بنیادی فریضہ ہے۔ اس کٹھن فریضہ سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ پوری ملت اسلامیہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد اور یکجان ہو۔

ملت کی صفوں میں اتحاد کی یہ قوت پیدا کرنے کے لیے اسلام نے صلہ رحمی پر بہت زور دیا ہے اور قطع رحمی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے قول وعمل سے صلہ رحمی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور آپ ﷺ نے صلہ رحمی کی ایسی ایسی مثالیں بھی قائم فرمائی ہیں کہ انسان ان کو دیکھ کر آپ ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کو سلام کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

صلہ کا لغوی معنیٰ

صلہ وصل سے اسم مصدر ہے اس کے لغوی معنیٰ ملانا، جوڑنا، عطیہ اور انعام کے ہیں۔

صلۃ الارحام کا مطلب

صلۃ الارحام کا مطلب نسبی رشتہ داروں سے وابستہ رہنا ہے ان کے ساتھ تعلق کو استوار رکھنا، ان کے ساتھ حسن سلوک، خوش روئی اور محبت ومودت سے پیش آنا۔ ان کی دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا ان کے غم وخوشی میں برابر کا شریک ہونا۔

﴿صلہ رحمی کرنے کا حکم﴾

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے جس کے افراد باہمی مددگار اور ایک دوسرے کے ذمہ دار ہوں۔ صلہ رحمی ان عظیم امور اور اعلیٰ صفات میں سے ہے جن کے ساتھ اچھا مسلمان متصف ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ (پ:۵، النسآء:۳۶)

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے)، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو، (ان سے نیکی کیا

کرو)، بیشک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا (مغرور) فخر کرنے والا (خود بین) ہو۔

اللہ سے ڈرتے رہو......اور......صلہ رحمی کرتے رہو

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

"اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ عزوجل سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو کیونکہ کسی نیکی کا ثواب صلہ رحمی سے جلد نہیں ملتا اور سرکشی سے بچو کیونکہ کسی گناہ کی سزا سرکشی کی سزا سے جلد نہیں ملتی اور والدین کی نافرمانی سے بچو کیونکہ جنت کی خوشبو ہزار (1000) سال کی مسافت سے آئے گی اور اللہ عزوجل کی قسم! والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے اپنے تہبند کو لٹکانے والا اس کی خوشبو نہ پا سکے گا، بے شک کبریائی اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔"

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۲/۲۸۹، المعجم الاوسط، ۴/۱۸۷، الرقم: ۵۶۶۴)

صلہ رحمی کی شرعی حیثیت

صلہ رحمی کرنا اور حق رحم کی تعظیم کرنا فرض ہے، قطع رحمی حرام ہے، قرآن مجید میں کثیر آیات میں اور احادیث طیبہ میں متعدد بار اس کی تاکید کی گئی ہے۔

اللہ کریم کے ارشاد کی تعمیل

جب مسلمان صلہ رحمی کرتا ہے تو درحقیقت رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ○ (پ:۴، النسآء:۱)

اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

نماز و روزہ سے افضل نیکی

سرکارِ دو جہاں ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "جی ہاں۔" تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آپس میں صلح کروانا۔"

(سنن ابی داؤد، ص:۱۵۸۴، الرقم:۴۹۱۹)

درسِ ہدایت

روزے کی جزا اللہ کریم خود عطا فرمائے گا...... نماز رب کائنات سے ملاقات کا ذریعہ ہے...... صدقہ قبر کی آگ کو بجھاتا ہے...... جب ان اعمال کی جزائیں اتنی اعلیٰ ہیں تو ان سے افضل عمل کی جزا کس قدر عظیم ہوگی۔ مگر صد افسوس! ہم فریقین میں صلح کروانے کی بجائے لڑائی کو ہوا دے کر اتنے بڑے اجر سے محروم ہو رہے ہیں۔

عمر اور رزق میں برکت کا بہترین ذریعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں برکت ہو اور اس کی عمر دراز فرمائی جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتے داروں سے اچھا سلوک (صلہ رحمی) کرے۔

(صحیح بخاری، ص:۵۰۸، الرقم:۵۹۸۵، الترغیب والترہیب، ۲/۲۵۶، تبیان القرآن، ۱/۴۴۳)

جنت میں داخلہ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور آنکھوں کو قرار ملتا ہے (یارسول اللہ) مجھے ہر چیز کی خبر عطا کیجئے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز پانی سے بنی ہے۔ میں نے عرض کی:

أَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ؟

اس چیز کی بھی خبر دیجئے جس پر عمل کر کے میں جنت میں جا سکوں۔

قَالَ: أَطْعِمِ الطَّعَامَ

فرمایا: کھانا کھلاؤ۔

وَ أَفْشِ السَّلَامَ، سلام کو پھیلاؤ۔

وَصِلِ الْأَرْحَامَ، اور صلہ رحمی کرو۔

وَصَلِّ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ، رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں۔

تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ، تم سلامی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ گے۔

(مسند امام احمد، ۳/۴۷۱، الرقم: ۷۹۱۹)

محروم رکھنے والوں کو......عطا کرنے کا اجر و ثواب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○ (پ:۱۳، الرعد: ۲۲ تا ۲۴)

اور نیکی کے ذریعے برائی کو دور کرتے رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت کا (حسین) گھر ہے۔ (جہاں) سدا بہار باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی نیکوکار ہوگا اور فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے۔ (انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارکباد دیتے ہوئے کہیں گے) تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں پس (اب دیکھو) آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔

یعنی برائی کرنے کے بعد نیکی کرتے ہیں...... یا گناہ کے بعد توبہ کرتے ہیں...... یا یہ کہ اگر ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اس کے بدلے میں زیادتی نہیں کرتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں...... اگر انہیں محروم کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتے ہیں...... جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ درگزر کرتے ہیں...... اگر ان کے ساتھ قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

(ضیاء القرآن، ۲/ ۴۸۶)

قسم کا کفارہ ادا کرو...... لیکن...... حسن عمل نہ چھوڑو

اسلام نے قسم پوری کرنے کی بڑی شدت سے تاکید کی ہے مگر کوئی شخص اگر ایسی قسم کھالے جس کو پورا کرنے کی شکل میں قطع رحمی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اسلام نے صلہ رحمی کو قسم پوری کرنے پر ترجیح دی ہے اور حضور ﷺ نے ایسی قسم کھانے والے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور قطع رحمی نہ کرے۔

حضرت ابو الاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ذرا میرے مسئلے پر غور فرمائیے۔ میرا ایک چچا زاد بھائی ہے میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے کوئی سوال کرتا ہوں تو وہ نہ

مجھے کچھ دیتا ہے اور نہ میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے۔ پھر اس کو میری ضرورت پڑتی ہے تو میرے پاس آکر مجھ سے مانگتا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کو کچھ نہیں دوں گا اور نہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کے ساتھ پیش آؤں گا۔ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو اچھا ہے (یعنی صلہ رحمی کروں) اور قسم کا کفارہ ادا کروں۔ (سنن نسائی، ۲/۱۴۴)

ایمان والا کون ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام و احترام کرے۔

وَمَنْ یُّؤْمِنُ بِااللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ

جو آدمی اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے (اپنے رشتے داروں سے اچھا سلوک کرے) اور جو بندہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔
(الترغیب والترہیب، ۲/۲۵۵)

دعوتِ فکر

جس شخص کا اللہ پر اور قیامت پر ایمان مکمل ہوتا ہے وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا ہوتا ہے...... مہمانوں کی عزت و تکریم کرنے والا ہوتا ہے...... رشتے داروں سے حسن سلوک کرنے والا ہوتا ہے۔ تو جو شخص قطع رحمی کرتا ہے...... رشتے داروں سے اچھا سلوک نہیں کرتا...... مہمانوں کی عزت نہیں کرتا...... بری باتوں سے نہیں بچتا...... اس کا مطلب ہے کہ اس شخص کا ایمان کمزور ہے اور جس شخص کا اللہ پر ایمان کمزور ہوگا اس کے باقی اعمال کا کیا حال ہوگا؟

صلہ رحمی کی صورتیں

دین اسلام میں حقوق العباد کی بہت زیادہ اہمیت ہے، بلکہ احادیث میں یہاں تک ہے کہ حقوق اللہ پورے کرنے کے باوجود بہت سے لوگ حقوق العباد میں کمی کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہوں گے۔ مثلاً کسی کی دل آزاری کرنا...... قطع رحمی کرنا...... درگزر سے کام نہ لینا...... ضرورت مندوں کی ضرورت پوری نہ کرنا...... ایسے بہت سے افعال ہیں جن کے کرنے سے بہت سے لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے۔

صلہ رحمی کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: مال و دولت کے ساتھ صلہ رحمی کرنا...... ضروریات پوری کر کے صلہ رحمی کرنا...... ملاقات کے وقت مسکرا کر ملنا بھی صلہ رحمی کی ایک شکل ہے...... دوسروں کی تکلیف دور کرنا...... اور ان کے لیے دعا کرنا بھی صلہ رحمی میں شامل ہے۔

فی الجملہ ان تمام صورتوں کا جامع مفہوم یہ ہے کہ صلہ رحمی درحقیقت یہ ہے کہ دوسروں سے ہر ممکن نیکی اور بھلائی کی جائے اور حتی المقدور ان کی تکالیف دور کی جائیں۔

صلہ رحمی کی اہمیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ۝ وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ۝ (پ:۱۳، الرعد:۲۰-۲۱)

جو لوگ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو نہیں توڑتے اور جو لوگ ان سب (حقوق اللہ، حقوق الرسول، حقوق العباد اور اپنے حقوق

قرابت) کو جوڑے رکھتے ہیں، جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اور اپنے رب کی خشیت میں رہتے ہیں اور برے حساب سے خائف رہتے ہیں۔

یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے تمام ان امور پر حاوی ہے جن کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ نے حکم دیا ہے۔ تمام آسمانی کتب اور تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا ملت اسلامیہ کے ساتھ ہمدردی اور اس کے لیے ایثار اور اپنے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک سب اس میں مندرج ہیں۔ لیکن اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت قریبی رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی، حسن معاملہ اور ان کی ایذا رسانی کے باوجود ان سے محبت و پیار پر خصوصی دلالت کرتی ہے اور اس کی اہمیت سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کر سکتا۔

اگر کسی خاندان کے افراد میں باہمی محبت ہوگی ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور فراخدلی کے جذبات پائے جائیں گے تو اس کے افراد رنج و غم کی گھڑیوں میں ایک دوسرے کے مونس وغم خوار ہوں گے اور فرحت و سرور کے لمحوں میں شریک ہو کر خاندان کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کا موجب ہوں گے۔

لیکن جس خاندان میں محبت کی جگہ عداوت لے لے۔ جب ایک عزیز اپنے عزیز کا، ایک بھائی اپنے بھائی کا بدخواہ بن جائے تو دماغ سازشی ہو جاتا ہے۔ اس کی ذہانت کوئی مفید کام کرنے کی بجائے تخریبی منصوبے بناتی ہے۔ اس خاندان کے وسائل اس کا سرمایہ اور اس کی قوتیں اسی خاندان کی بنیادوں کو اکھیڑنے میں صرف ہو جاتی ہیں۔ بھائی، بھائی کو سہارا دینے کی بجائے ایسی فرصت کی تاڑ میں رہتا ہے کہ وہ اسے ایسا دھکا دے کہ پھر وہ سنبھل نہ سکے۔ بے دریغ روپیہ، بڑی عزیز عمریں اور بڑی نادر صلاحیتیں اسی ادھیڑ بن میں برباد ہو جاتی ہیں۔ ہادی مشفق،

مرشد کریم ﷺ نے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے اور ان کی زیادتیوں سے بھی اغماض کرنے کی بار بار تاکید فرمائی۔ (ضیاء القرآن، ۲/۴۸۵)

ظلم کے باوجود صلہ رحمی کا حکم

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے (یا ان کے دادا سے) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! میرے رشتے دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں، وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ میں درگزر کرتا ہوں، وہ ظلم کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں تو کیا میں بھی ان سے ایسا ہی برتاؤ کروں جیسا وہ کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! ورنہ تم سبھی ایک جیسے ہو جاؤ گے اور لیکن تم ان پر مال کی سخاوت کرو اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو کیونکہ جب تک تم ایسی حالت پر رہو گے، اللہ عزوجل کی طرف سے تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک مددگار رہے گا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۶۰)

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اساء

برائی کا بدلہ برائی سے دینا تو آسان ہے مگر جوانمردی یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے، اس کے ساتھ بھی نیکی کا سلوک کرو۔

لوگوں میں سب سے بہتر کون؟

حضرت عبداللہ بن عمیر اپنی بیوی درہ بنت ابی لہب سے روایت کرتے ہیں، درہ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ گر تھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں کون سا شخص بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

☆......ان میں جو سب سے زیادہ قرآن مجید کا علم رکھتا ہو (سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہو)

☆......جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

☆......جو سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا ہو۔

☆......جو سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والا ہو۔

☆......جو سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا ہو (یعنی رشتہ داروں کے حقوق کا سب سے زیادہ خیال رکھنے والا سب سے زیادہ اچھا آدمی ہے)

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۴۹)

جنت کی قربت...... کیسے نصیب ہو

سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ ایک سفر میں تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یا کہا: یا محمد ﷺ! ''مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے؟'' تو آپ ﷺ رک گئے پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف دیکھ کر اشارہ فرمایا: ''اس شخص کو نیکی کی توفیق دی گئی یا فرمایا: اسے ہدایت دی گئی۔ اس کے بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر استفسار فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے اپنا سوال دہرایا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ (پھر فرمایا) اب اونٹنی کو چھوڑ دو۔

(صحیح مسلم، ص: ۶۸۲، الرقم: ۱۰۴، شرح موطا امام محمد، ۳/ ۵۰۲، بحوالہ الادب المفرد، ص: ۱۰-۱۳)

جو رشتے جوڑے...... اللہ اسے اپنی رحمت سے جوڑے گا

اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کرنے والے سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسے آخرت میں

اپنی رحمت سے نوازے گا اور جو قطع رحمی کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے محروم کر دے گا۔

والدین کے بعد تمام قریبی رشتہ داروں سے احسان کا حکم دیا گیا جن میں بھائی، بہنیں، ان کی اولاد، چچے، پھوپھیاں اور ان کی اولاد، ماموں، خالائیں اور ان کی اولاد سب شامل ہیں۔ ان سے حسن سلوک یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے اگر وہ حاجت مند ہوں تو ان کی مدد کی جائے اور کبھی احسان نہ جتلایا جائے۔ اور اگر ان سے غلطی ہو جائے تو درگزر سے کام لیا جائے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا الرَّحْمٰنُ اَنَا خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَ شَقَّقْتُ لَهَا اِسْمًا مِّنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَ صَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهٗ وَمَنْ بَتَّهَا بَتَتُّهٗ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں رحمٰن ہوں میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور میں نے اپنے اسم سے اسے نام دیا ہے، (رحمٰن اور رحم کی مناسبت ظاہر ہے) تو جو صلہ رحمی کرے گا میں اسے ملا لوں گا اور جو قطع رحمی کرے گا میں اسے دور کر دوں گا۔ جو اسے کاٹ دے گا میں اسے کاٹ دوں گا۔

(صحیح بخاری، الرقم: ۵۹۸۸، صحیح مسلم، الرقم: ۲۵۵۴، جامع ترمذی، الرقم: ۱۹۰۷)

رشتہ دار پر صدقہ کے دو اجر

حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی ہے وہ صدقات دیتے وقت اپنے قرابت داروں کو ترجیح (Prefer) دیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک صاحب حیثیت شخص کی امداد کے سب سے زیادہ مستحق اس کے عزیز اور رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی عمدہ مالی حیثیت سے عام مسلمان تو مستفید ہوتے رہیں اور اس کے اپنے عزیز اس سے محروم رہیں تو یہ صلہ رحمی کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اس

لیے اسلام نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ پہلے اپنوں کی ضروریات کو پورا کریں اور اگر پھر بھی کچھ بچ جائے تو وہ عام مسلمانوں پر خرچ کریں۔

صلہ رحمی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کو دیئے جانے والے صدقات کا اجر دہرا بنا دیا ہے۔ صدقہ کا اجر اور صلہ رحمی کا اجر، اس لیے اپنے صدقات کے اولین مصارف اپنے مستحق رشتہ داروں کو بناؤ۔ حدیث شریف میں ہے۔

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِى الرَّحِمِ اِثْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَ صِلَةٌ

محتاج کو صدقہ دینا ایک صدقہ (ایک اجر) ہے، اور قریبی رشتہ دار کو صدقہ دینا دہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اجر اور صلہ کا اجر۔

(سنن ترمذی، ۱/۴۷۴، الرقم: ۶۵۸؛ سنن ابن ماجہ، ۲/۴۱۲-۴۱۳، الرقم: ۱۸۴۴، سنن نسائی، ۳/۹۷، الرقم: ۲۵۸۲)

صلہ رحمی کی فضیلت

صلہ رحمی سے اموال میں برکت ہوتی ہے۔ عمر میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ کریم کی قربت و رحمت نصیب ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ خاندان میں عزت و توقیر ہوتی ہے اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

اس کا باپ...... میرے باپ کا گہرا دوست تھا

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوال طیبہ میں صلہ رحمی پر جو زور دیا تھا اور اپنے عمل سے صلہ رحمی کی جو خوبصورت مثالیں قائم کی تھیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان تعلیمات کے رنگ میں اپنی زندگیوں کو رنگ لیا تھا۔ کتب احادیث میں جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی صلہ رحمی کے بے شمار واقعات ملتے ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات بھی جا بجا ملتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ جب مکہ مکرمہ کا سفر کرتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی لے جاتے تھے۔ جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو بغرض راحت گدھے پر سواری کرتے تھے۔ وہ ایک عمامہ بھی پاس رکھتے تھے۔ ایک دن وہ گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک اعرابی ان کے پاس سے گزرا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: کیا تم فلاں شخص کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے اپنا گدھا اسے دے دیا اور کہا: اس پر سوار ہو جاؤ، پھر اپنا عمامہ بھی اسے دے دیا اور کہا: اسے اپنے سر پر باندھ لو۔ اس پر ان کے ایک ساتھی نے کہا: اللہ آپ کی بخشش فرمائے! آپ نے اس اعرابی کو اپنا وہ گدھا دے دیا جس پر آپ آرام سے سفر کرتے تھے اور اپنا عمامہ بھی دے دیا جو آپ خود اپنے سر پر باندھتے تھے۔

انہوں نے فرمایا: اس کا باپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گہرا دوست تھا (اسی لیے میں نے اس کی تعظیم کی ہے اور اپنا گدھا اور پگڑی اس کے حوالے کر دی ہے)

(صحیح مسلم، الرقم: (13)۲۵۵۲)

حساب میں تخفیف کا سبب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بر (نیکی اور حسن سلوک) سے عمریں دراز کر دی جاتی ہیں...... اس سے شہروں کی آبادی اور رونق ہے...... اموال میں کثرت ہوتی ہے...... اگرچہ وہ لوگ گنہگار ہی ہوں اور بے شک "بر و صلة" (نیکی اور حسن سلوک) قیامت کے دن حساب میں تخفیف کا سبب ہیں۔ (علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلة (اردو)، ص: ۱۵۱)

عادل اور ظالم بادشاہ کا دلچسپ واقعہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم بنی اسرائیل میں دو بھائی دو مختلف شہروں

پر حکمرانی کرتے تھے، ان میں سے ایک بھائی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرتا تھا اور دوسرا بھائی رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا اور اپنی رعایا پر ظلم کرتا تھا۔

ان دونوں بھائیوں کے زمانہ میں جو اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم علیہ السلام تھے، اللہ تعالیٰ نے ان نبی مکرم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس نیک بادشاہ کی عمر میں سے تین سال باقی رہ گئے ہیں اور اس بدسلوک بادشاہ کی عمر سے تیس سال ابھی باقی ہیں، اس نبی علیہ السلام نے ان دونوں بادشاہوں کی رعایا کو اللہ تعالیٰ کی اس وحی کے متعلق خبر دی تو اس خبر سے عادل بادشاہ اور ظالم بادشاہ کی رعایا کو غم ہوا۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کر دیا، اور کھانا پینا ترک کر دیا اور صحرا کی طرف نکل گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے:

اے اللہ! ہمیں اس عادل بادشاہ کے ذریعے نفع پہنچا اور اس ظالم بادشاہ کے ظلم کو ہم سے دور فرما دے اور وہ لوگ تین دن صحرا میں مقیم رہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے بندوں کو بتا دو کہ میں نے ان پر رحم کر دیا ہے اور ان کی دعا کو قبول فرما لیا ہے اور میں نے اس نیکوکار بادشاہ کی عمر اس ظالم بادشاہ کو اور اس ظالم بادشاہ کی باقی رہتی عمر اس نیکوکار کو لگا دی ہے۔ پس وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے اور تین سال پورے ہونے پر وہ ظالم اور بدسلوک بادشاہ مر گیا اور وہ انصاف کرنے والا اور صلہ رحمی کرنے والا بادشاہ پورے تیس سال باقی رہا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص:۱۵۱)

دعوتِ عمل

جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے...... رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے...... انصاف کا بول بالا کرتا ہے...... کسی کی حق تلفی نہیں کرتا...... ایسے شخص کو ہر کوئی پسند

کرتا ہے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش کرتا ہے۔

صلہ رحمی کی برکت سے...... گھر آباد ہوتے ہیں

اپنے والدین کے عزیز و اقارب کے ساتھ نیک سلوک کا حد درجے اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ پھر صلہ رحمی کی برکت سے گھر آباد اور مال و اولاد میں برکت ہوتی ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: جس کو نرمی کا کچھ حصہ عطا فرمایا گیا، اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرما دی گئی۔

وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَ حُسْنُ الْجِوَارِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ يُعَمِّرَانِ الدِّيَارَ وَ يَزِيْدَانِ فِي الْاَعْمَارِ

رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ اور پڑوسیوں سے حسن سلوک یا حسن خلق شہروں کی آبادی اور عمروں میں برکت کا باعث ہوتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب، ۲/۲۵۸)

اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ

قبیلہ بن خثعم کے ایک صاحب سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپ صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ ہی وہ صاحب ہیں جنہوں نے رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو میں عرض گزار ہوا:

یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)

اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ

''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟''

فرمایا: اللہ پر ایمان رکھنا۔ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے

بعد؟ فرمایا: پھر صلہ رحمی کرنا۔ فرماتے ہیں: میں بولا: یارسول اللہ! پھر؟ فرمایا: پھر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

کہتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کیا:

اَیُّ الْاَعْمَالِ اَبْغَضُ اِلَی اللّٰہِ

''اللہ کے ہاں سب سے بدترین عمل کون سا ہے؟''

فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کہتے ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! (ﷺ) اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: پھر قطع رحمی کرنا، کہتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! اس کے بعد؟ فرمایا: پھر برے کاموں کا حکم کرنا اور نیک کاموں سے روکنا۔ (الترغیب والترہیب،۲/ ۲۵۷، مسند ابویعلی، ۶/ ۵۵، الرقم: ۶۸۰۴)

اللہ کی طرف سے مددگار ساتھ رہتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) میرے کچھ رشتے دار ہیں۔ میں ان سے رشتہ جوڑتا ہوں اور وہ اسے منقطع کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری کا رویہ اختیار کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جاہلانہ سلوک کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو، اگر حقیقت حال یہی ہے تو تم ان کے مونہوں میں گرم راکھ ڈال رہے ہو۔ اور جب تک تم اپنا یہ سلوک برقرار رکھو گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار موجود رہے گا۔

(صحیح مسلم،۲/ ۳۱۵، علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص:۱۶۱)

مفہوم حدیث

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر چند تم اپنے رشتے داروں کے ساتھ احسان و

کرم کا سلوک کر رہے ہو اور نیکی، وفا، مروت اور احسان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وجہ سے گویا انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو۔ انہیں ان کا برا عمل ذلیل و رسوا کر رہا ہے اور تیرے لیے اللہ کا ایک فرشتہ ان کی تکالیف اور جہالت تجھ سے مسلسل دور کر رہا ہے۔

جہاد سے بھی افضل نیکی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

(میری خواہش ہے کہ) میں جہاد کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر انہی کے متعلق جہاد کرو (یعنی ان کی خدمت کرو اور اس میں پوری محنت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد کا ثواب دے گا) (صحیح مسلم، ۲/۳۱۲)

درسِ ہدایت

قربان جائیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاؤں اور نوازشوں پر۔ گھر بیٹھے جہاد کے ثواب کی نوید سنا رہے ہیں۔ جہاد میں جانا ہو تو...... گھر کو...... بیوی بچوں کو...... مصروفیات کو...... رشتہ داروں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور پھر جہاد میں شریک ہونا کسی سعادت سے کم نہیں جہاں اٹھنے والے قدم دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جاتے ہیں...... جہاں گرنے والا خون کا قطرہ...... دیدار الٰہی نصیب کر دیتا ہے...... آسانیاں پیدا کرنے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ عنایت فرما رہے ہیں۔ گھر میں رہو...... صلہ رحمی کرو...... والدین کی خدمت کرو...... اور جہاد کا ثواب حاصل کرو۔

اپنا حساب آسان کیجئے

حضور نبی کریم، رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ''جس میں ۳

خوبیاں موجود ہوں اللہ عزوجل اس کا حساب آسان فرمادے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دے گا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی ہیں؟" ارشاد فرمایا: "(۱) جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو (۲) جو تم سے تعلق توڑے اس سے جوڑو اور (۳) جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔ جب تم نے ایسا کیا تو اللہ عزوجل تمہیں جنت میں داخل فرما دے گا۔"

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۲/۳۰۴، بحوالہ، المعجم الأوسط، ۴/ ۱۹، الرقم: ۵۰۶۴)

درسِ ہدایت

مالک الملک کو حساب دینا کوئی آسان کام ہے۔

جہاں ذروں کے برابر کیے ہوئے گناہ بھی تولے جائیں گے...... جس حساب کے ڈر سے جنت کی بشارت پانے والی ہستیاں بھی کہتی ہیں کاش! میں ایک تنکا ہوتا۔ صلہ رحمی کرنے سے اگر یہ حساب آسان ہو جائے تو بہت منافع والا سودا ہے۔

رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی برکت

اللہ کریم نے رشتے داروں کو دینے کا حکم دیا ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے...... نفرتیں ختم ہو جاتی ہیں...... ضرورت مند کی ضروریات پوری ہوتی ہیں...... آپس میں تعلقات مضبوط ہوتے ہیں...... رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتلانا چاہیے۔

رشتہ داروں کو ان کا...... حق دینے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ (پ:۱۵، بنی اسرائیل: ۲۶)

اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(پ:۲۱، الروم:۳۸)

پس آپ قرابت دار کو اس کا حق ادا کرتے رہیں اور محتاج اور مسافر کو (ان کا حق)، یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا مندی کے طالب ہیں۔ اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

ان آیات مبارکہ سے پتہ چلا کہ صلہ رحمی کے حقدار صرف والدین ہی نہیں بلکہ دوسرے رشتے دار بھی ہیں۔ جس شخص کے پاس مال و دولت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی اس دولت کو عیش پرستی میں خرچ نہ کرے، فضول خرچی نہ کرے بلکہ دوسروں کی ضروریات کا بھی خیال رکھے اور اس کے رشتے داروں میں سے اگر کوئی حاجت مند ہو تو اس کی ضروریات کو پورا کرے۔ اپنے مال کو اللہ کی رضا کے لیے ایسے غریب و مفلس لوگوں پر خرچ کرے جو ضروریات زندگی کے لیے ترس رہے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ کریم نے فرمایا:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ (پ:۲۱، الاحزاب:۶)

اور خونی رشتے دار اللہ کی کتاب میں (دیگر) مومنین اور مہاجرین کی

نسبت (تقسیم وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں سوائے
اس کے کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو، یہ حکم کتاب (الٰہی) میں
لکھا ہوا ہے۔

صلہ رحمی میں......دس خصلتیں ہیں

صلہ رحمی میں دس اچھی خصلتیں ہیں:

(۱)......اس سے اللہ راضی ہوتا ہے کیونکہ صلہ رحمی خود اسی کا حکم ہے۔

(۲)......صلہ رحمی میں انہیں دلی اطمینان ہوتا ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ افضل اعمال وہ ہیں جو مومن کو مطمئن کریں۔

(۳)......فرشتے خوش ہوتے ہیں۔

(۴)......لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔

(۵)......صلہ رحمی سے شیطان لعین غمناک ہوتا ہے۔

(۶)......عمر میں برکت ہوتی ہے۔

(۷)......رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۸)......اچھی موت نصیب ہوتی ہے۔

(۹)......محبت میں زیادتی، کیونکہ جن پر اس نے احسان کیے ہوں گے اس کی خوشی وغم میں شریک ہوں گے اور اس پر اس کی مدد بھی کرتے رہیں گے جس کی وجہ سے اس کی محبت لوگوں کے نزدیک اور بڑھے گی۔

(۱۰)......موت کے بعد زیادتی اجر ہے، کیونکہ لوگ اس کی موت کے بعد اس کے احسانات کو یاد کر کے اس کے لیے ایصال ثواب و دعا کریں گے۔

(ضیائے صدقات، ص:۲۰۷، تنبیہ الغافلین، ص:۷۱)

حضرت ابوطلحہ......سارا باغ وقف کر دیتے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے، اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال ''بیر حاء'' باغ تھا۔ جو مسجد نبوی کے سامنے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس میں بہت اچھا پانی تھا وہ نوش فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (پ:۴، آل عمران:۹۲)

''تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔''

تو حضرت ابوطلحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ''تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو'' اور میرا سب سے پسندیدہ مال بیر حاء ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ میں اس کے ثواب اور آخرت میں ذخیرہ ہونے کا طالب ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کو جہاں چاہیں لگا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوب! یہ نفع آور مال ہے۔ تم نے جو کچھ اس کے متعلق کہا۔ وہ میں نے سن لیا ہے، میرا مشورہ ہے کہ تم اس کو اپنے رشتے داروں میں تقسیم کر دو۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور عم زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

(صحیح مسلم، ۱/۳۲۳، علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص:۱۵۹)

باندی اگر ماموں کو دیتیں......تو اجر زیادہ ملتا

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر ایک باندی کو آزاد کیا۔ جب ان کی باری کا دن آیا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کو پتا چلا کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعی تم نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم وہ باندی اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہیں زیادہ اجر وثواب ملتا۔
(صحیح بخاری، الرقم: ۲۵۹۲، صحیح مسلم، الرقم: ۹۹۹، سنن ابوداؤد، الرقم: ۱۶۹۰، مشکوۃ المصابیح ص: ۱۷۱، الرقم: ۱۹۳۵)

صلہ رحمی نہ کرنے کا وبال

رشتے دار کو نہ دینے کی سزا

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ ذِيْ رَحِمٍ يَأْتِيْ ذَارَحِمِهِ، فَيَسْأَلُهُ فَضْلاً أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ فَيَبْخَلُ عَلَيْهِ إِلَّا أَخْرَجَ اللهُ لَهُ مِنْ جَهَنَّمَ حَيَّةً يُقَالُ لَهَا شُجَاعٌ يَتَلَمَّظُ فَيُطَوَّقُ بِهِ۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے اہل قرابت رشتہ دار سے اس کی ضرورت سے زائد مال میں سے سوال کرے اور وہ بخل کرے (اسے نہ دے) تو اللہ عزوجل اس کے لیے جہنم سے ایک سانپ نکالے گا جسے شجاع کہا جاتا ہے۔

وہ زبان باہر نکالتا ہوگا اور اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

(المعجم الاوسط ۲، ۳۲۲/۲، الرقم: ۲۳۴۴)

جہنم کے کنوئیں میں جانے کا خطرہ

منقول ہے کہ ایک امیر شخص نے حج کا ارادہ کیا تو ایک اور امیر شخص کے پاس عرفہ سے لوٹنے تک بطور امانت ہزار (1000) دینار رکھے۔ جب واپس آیا تو اسے مرا ہوا پایا۔ اس نے اپنے مال کے متعلق اس کی اولاد سے دریافت کیا لیکن انہیں اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ لہٰذا اس نے مکہ مکرمہ کے علماء کرام رحمہم اللہ سے اس مسئلہ کا حل دریافت کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: جب آدھی رات ہو تو آب زمزم کے کنوئیں کے پاس آ کر اس میں دیکھنا اور پھر اس مرنے والے شخص کا نام لے کر آواز دینا۔ اگر وہ اہل خیر میں سے ہوا تو پہلی ہی بار پکارنے پر تمہیں جواب دے گا۔

چنانچہ، وہ گیا اور اس میں آواز دی لیکن کسی نے اسے جواب نہ دیا۔ اس نے علماء کرام رحمہم اللہ کو واپس آ کر بتایا تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا: ''ہمیں خوف ہے کہ تمہارا دوست جہنمیوں میں سے ہے۔ اب تم یمن جاؤ، وہاں ایک بسرھون نامی کنواں ہے۔ منقول ہے کہ وہ جہنم کے منہ پر ہے، وہاں رات کے وقت جا کر دیکھنا اور پکارنا: اے فلاں! وہ تمہاری آواز کا جواب دے گا۔

چنانچہ، وہ یمن گیا اور جا کر اس کنوئیں کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو اس کی رہنمائی وہاں تک کر دی گئی، لہٰذا رات کے وقت اس نے وہاں جا کر آواز دی: اے فلاں! پس اس کے اس دوست نے اس کی آواز کا جواب دیا تو اس نے پوچھا: ''میرے دینار کہاں ہیں؟'' اس نے جواب دیا: میں نے اپنے گھر کی فلاں جگہ اسے دفن کر دیا اور اپنے بچوں کو بھی نہیں بتایا۔ ان کے پاس جاؤ اور وہاں گڑھا کھودو گے تو اپنا مال پا لو گے۔ پھر اس نے پوچھا: کس چیز نے تمہیں یہاں پہنچایا حالانکہ میں تمہارے بارے میں اچھا گمان کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا: میری ایک

غریب بہن تھی، میں نے اسے چھوڑ دیا اور اس پر مہربانی نہیں کرتا تھا، اس سبب سے اللہ عزوجل نے مجھے سزا دی اور مجھے اس مقام پر پہنچا دیا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۲/ ۲۹۹)

صلہ رحمی اور اسوۂ رسول

حضور نبی کریم ﷺ کی عظمتوں کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو جو کام بھی کرنے کا حکم دیا ہے، پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ قرآن و حدیث میں جتنی تعلیمات ہیں وہ سب حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں عملاً نظر آتی ہیں۔ صلہ رحمی کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ نے صرف قانون سازی اور ترغیب و ترہیب تک بات کو محدود نہیں رہنے دیا بلکہ ان تعلیمات پر خود اس شان سے عمل کر کے دکھایا کہ آپ کے رشتہ دار جو آپ کی جان کے دشمن تھے وہ بھی آپ ﷺ کے حسن سلوک سے محروم نہ رہے۔ حضور ﷺ کے ساتھ جن لوگوں کی دور کی رشتہ داری تھی وہ بھی آپ کے حسن سلوک کے مستحق قرار پائے۔ عربوں میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ دوست بھی دشمن بھی۔ مسلمان بھی کافر بھی لیکن ان سب کو حضور ﷺ کی قرابت کا فیض پہنچا۔

چچا جان کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں

مادہ پرستی کے اس دور میں، مادے کی محبت نے، قریبی رشتوں میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ چچا اور بھتیجے کے رشتوں کے درمیان بہت ساری محبتیں حائل ہو کر اس مقدس رشتے کو مکدر کر رہی ہیں۔ لیکن آیئے دیکھیں کہ حضور ﷺ کا اپنے چچوں اور ان کی اولاد کے ساتھ تعلق کیسا تھا۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، غصے کی حالت میں، بارگاہ رسالت میں حاضر

ہوئے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا:
آپ غصے میں کیوں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ قریش کے ہمارے ساتھ رویہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ روئی سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کا انداز اور ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: (یہ سن کر) حضور ﷺ کو غصہ آ گیا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کسی شخص کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر، محبت نہ کرے۔ پھر فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی، ۲/۲۱۷)

دوسرے مقام پر حضرت ابو رافع سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چچا جان! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کچھ فائدہ نہ پہنچاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے فرمایا:

چچا جان! آپ چار رکعت نماز (نفل) ادا کریں۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک سورت پڑھیں۔ جب قرأت ختم ہو تو رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھیں۔ پھر رکوع کریں اور رکوع میں یہ کلمات دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر رکوع سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ کریں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ کریں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو کھڑا ہونے سے پہلے دس مرتبہ پڑھیں ہر رکعت میں پچھتر (۷۵) تسبیحات ہیں

اور چار رکعتوں میں تین سو تسبیحات بنتی ہیں اگر آپ کے گناہ اتنے بھی ہوئے جتنے ریت کے ٹیلوں میں ریت کے ذرات ہوتے ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) ان کو معاف فرما دے گا۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کس میں ہمت ہے کہ وہ یہ نماز روزانہ ادا کرے؟ آپ نے فرمایا: اگر ہر روز یہ نماز نہ پڑھ سکو، تو ہفتے میں ایک روز پڑھ لیا کرو۔ اگر ہفتے میں ایک بار بھی نہ پڑھ سکو تو مہینے میں ایک بار پڑھ لیا کرو۔ آپ یوں ہی فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: سال میں ہی ایک بار پڑھ لیا کرو۔ (ایضا)

جب لوگ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:...... حضور ﷺ نے جب لوگوں (قریش مکہ) کی (دین میں) روگردانی دیکھی تو آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سالہ قحط کی طرح قحط میں مبتلا فرما۔ ان کو شدید قحط نے آلیا جس نے ہر چیز کو ختم کر دیا حتیٰ کہ وہ بھوک کی شدت کی وجہ سے کھالیں اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ آدمی آسمان کی طرف نظر اٹھاتا تو اسے دھواں سا دکھائی دیتا۔ ابوسفیان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد! (ﷺ) آپ، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلہ رحمی کی تعلیم دینے آئے ہیں۔ آپ کی قوم تو برباد ہوتی جا رہی ہے، آپ ان کے لیے دعا کریں۔

(صحیح مسلم، ۲/۳۷۳)

درسِ ہدایت

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کے مشن کی سب سے زیادہ مخالفت قریش مکہ نے کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کی شمع حیات کو بجھانے کے لیے بھی کوششیں کیں اور آپ کے دین کی شمع کو گل کرنے کے لیے بھی اپنے تمام وسائل کو

استعمال کیا لیکن جب ان پر کڑا وقت آیا تو ان کو اپنے تمام کرتوتوں کے باوجود حضور ﷺ کی صلہ رحمی کا یقین تھا۔ ان کا سب سے بڑا لیڈر ابوسفیان عالم بے بسی میں، اپنی تمام نخوتوں کو بھلا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتجی ہوا اور حضور ﷺ کے سب سے بڑے دشمن بھی آپ کی شان کریمی سے مستفید ہوئے۔

رضاعی بھائی کا استقبال کھڑے ہو کر کیا

حضرت عمر بن سائب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ان تک یہ بات پہنچی کہ ایک روز حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی باپ تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا کچھ حصہ بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ کی رضاعی ماں تشریف لائیں تو آپ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کی دوسری جانب بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔

(سنن ابی داؤد، ۲/۳۵۳)

حضور کی صلہ رحمی کی ایک خوبصورت مثال

جس ہستی کی صلہ رحمی سے وہ لوگ بھی محروم نہیں ہوئے جن کا آپ کے ساتھ کوئی دور کا تعلق تھا۔ اس ہستی کی صلہ رحمی سے اپنے کیسے محروم رہ سکتے تھے۔ قریش آپ کا قبیلہ تھا، بنو ہاشم آپ کا خاندان تھا۔ بنو عبدالمطلب آپ کا گھرانہ تھا۔ قریش، بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو آپ ﷺ نے اتنا نوازا ہے کہ جو ان نوازشوں کو دیکھتا ہے، آپ کی عظمتوں کو سلام کرتا ہے۔ آپ کے قبیلے، خاندان اور گھرانے کے ہر فرد کو آپ کی صلہ رحمی سے حظ وافر ملا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ (پ:۱۹، شعراء:۲۱۴)

.اور ڈراؤ اپنے قریبی عزیزوں کو۔

تو حضور ﷺ نے قریش کو دعوت دی۔ وہ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان میں سے بعض کو عام خطاب سے نوازا اور بعض سے خاص نام لے کر مخاطب ہوئے۔ آپ نے فرمایا: اے بنوکعب بن لوی! اے بنومرہ بن کعب! اے بنوعبد شمس! اے بنوعبد مناف! اے بنو ہاشم! اے بنوعبدالمطلب! اپنے آپ کو آگ کے عذاب سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے آپ کو عذاب سے بچاؤ۔ میں تمہیں عذاب خداوندی سے بچانے پر (ازخود) قدرت نہیں رکھتا۔ ہاں، میری تمہارے ساتھ قرابت داری ہے اور میں اس کی لاج ضرور رکھوں گا۔

(سنن نسائی،۲/۱۳۱)

حضرت خدیجہ نے آپ ﷺ......کو حوصلہ دیا

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور ﷺ پر وحی کے نزول کے آغاز کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ وحی کے آغاز کے حیران کن تجربات سے گزرنے کے بعد گھر تشریف لاتے ہیں اور اپنی پریشانی کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہیں تو وہ عرض کرتی ہیں:

كَلَّا اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا فَوَاللّٰهِ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَآئِبِ الْحَقِّ.

”ہرگز نہیں (یا رسول اللہ ﷺ!) آپ کو مبارک ہو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے آبرو نہیں ہونے دے گا۔ قسم بخدا! آپ صلہ رحمی کرتے ہیں: (ہمیشہ) سچی بات کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو مال عطا کرتے ہیں، مہمانوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں

اور راہ حق میں پیش آنے والے مصائب پر مدد فرماتے ہیں۔

(صحیح بخاری،۲/۴۰۷،رقم الحدیث:3905)

قطع رحمی کی مذمت

حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات ایسی ہیں جو مسلمانوں کو صلہ رحمی پر ابھارتی ہیں اور قطع رحمی سے روکتی ہیں۔ ترغیب و ترہیب کی ان احادیث طیبہ کے علاوہ شارع علیہ السلام نے بعض ایسے قوانین بھی وضع فرمائے ہیں جو قطع رحمی سے بچنے اور صلہ رحمی پر عمل کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اسلام نے قطع تعلق کے امکان کا راستہ ہی بند کر دیا ہے۔

قطع رحمی......سود سے بڑا گناہ

محترم قارئین! سود حرام ہے۔ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ یہ اس قدر غلیظ فعل ہے، کہ اسے 70 گناہوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: سود 70 گناہوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں سب سے ہلکا یہ ہے، کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

اگر سود اس قدر قابل مذمت ہے تو جو گناہ سود سے بھی بڑھ کر ہے وہ کتنا قابل مذمت ہوگا۔

حضور نبی مکرم، نور مجسم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

سود سے بڑھ کر کسی مسلمان کی ناحق بے عزتی کرنا ہے اور رشتہ داری ایک شاخ ہے جس کا تعلق رحمٰن عزوجل سے ہے، پس جس نے اسے توڑا اللہ عزوجل اس پر جنت حرام فرمادے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل،۱/۲۰۲،الرقم:۱۶۵۱)

قطع رحمی کرنے والے کی...... بخشش نہیں ہوگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر ہفتے میں تمام بندوں کے اعمال دو دفعہ پیش کیے جاتے ہیں یعنی پیر اور جمعرات کے دن، تمام مومن بندوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں مگر ایسا بندہ کہ اس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی ہو، لہٰذا کہا جاتا ہے کہ ان کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ آپس میں صلح کے ساتھ رجوع کریں۔

(شرح موطا امام محمد، ۳/۵۰۴، بحوالہ موطا امام مالک، ص: ۷۰۶-۷۰۷)

قطع رحمی کرنے والے...... رب کی رحمت سے محروم ہو جائیں گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○ (پ:۱۳، الرعد: ۲۵)

دعوتِ فکر

دنیا میں ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا گھر اچھا ہو...... ٹائل پتھر سے بنا ہو...... عمدہ ڈیزائننگ ہو...... سب اس کے گھر کی تعریف کریں تو وہ شخص جو رشتوں کو توڑتا ہے...... قطع رحمی کرتا ہے اس کے لیے اللہ کی طرف سے برا گھر ہے۔ دنیا میں اچھے گھر کی خواہش رکھنے والے کو اگر آخرت میں برا گھر مل گیا تو اس کی بے بسی کا عالم کیا ہوگا......؟

دنیا میں اگر کوئی کسی پر لعنت کرے تو انسان غصے میں لال پیلا ہو جاتا ہے اور اس سے تعلقات ختم کر کے بدلہ لینے کے لیے تگ و دو شروع کر دیتا ہے مگر جس پر اللہ لعنت کر دے اس کی شرمندگی کی حد کیا ہوگی......؟

قیامت والے دن مفلس کون ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم اور ساز و سامان نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ (وغیرہ اعمال) لے کر آئے اور اس کا حال یہ ہو کہ اس نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کو مارا تھا تو ان میں سے ہر ایک کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اگر اس کی نیکیاں (اس کے پاس سے) ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسلم، ص: ۱۳۹۴، الرقم: ۵۹ (۲۵۸۱))

دعوتِ فکر

دنیا میں مفلس وہ ہوتا ہے جو غریب ہو...... نادار ہو...... جس کے پاس مال و دولت نہ ہو...... جس کے حالات درست نہ ہوں...... جو کمزور ہو...... مگر قیامت کے دن مفلس وہ ہوگا جس کے پاس نمازیں تو ہوں گی مگر اسے جہنم کی آگ سے نہ بچا سکیں گی...... جس کے پاس روزے تو ہوں گے مگر اسے جہنم کی آگ سے نہ بچا سکیں گے...... جس نے زکوٰۃ تو ادا کی ہوگی مگر اسے دوزخ کے انگاروں سے نہ بچا سکے گی...... جس کے پاس دیگر اچھے اعمال تو ہوں گے مگر اسے کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے۔ کیونکہ اس نے کسی کا قتل کیا ہوگا...... کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا...... کسی کی غیبت کی ہوگی...... کسی پر تہمت لگائی ہوگی تو اس کی نیکیاں ان سب کو دے دی جائیں گی۔

ذرا سوچئے!

دنیا میں اگر کوئی مفلس ہوتو کوئی اس کو منہ نہیں لگاتا......کوئی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنا پسند نہیں کرتا......اس کے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتا......اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتا......دنیا میں جو مفلس ہوتا ہے۔اس سے

دوست واحباب بھی منہ موڑ لیتے ہیں

رشتہ دار بھی منہ موڑ لیتے ہیں

بہن بھائی بھی منہ موڑ لیتے ہیں

عزیز واقارب بھی منہ موڑ لیتے ہیں

محلے والے بھی منہ موڑ لیتے ہیں

اوراس سے کسی بھی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہتے......تو دنیا میں مفلس شخص کا یہ حال ہے تو جو آخرت میں مفلس ہو جائے گا اس کا عالم کیا ہوگا......؟

قطع رحمی کرنے والے گھاٹ میں ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (پ:۱،البقرہ:۲۷)

(یہ نافرمان وہ لوگ ہیں) جو اللہ کے عہد کو اس سے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں، اور اس (تعلق) کو کاٹتے ہیں جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد بپا کرتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

دعوتِ فکر

اگر کسی تاجر کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے
کسی مسافر کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے
کسی دکاندار کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے
کسی مالک مکان کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے
کسی کسان کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے
کسی مزدور کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے
کسی بیوپاری کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے
کسی ملازم کا نقصان ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے

مگر یہ بے بسی عارضی ہوتی ہے وقت کے ساتھ ساتھ نقصان پورا ہو جاتا ہے کیونکہ کسی کی مدد اس کے بہن بھائی کر دیتے ہیں...... کسی کی مدد اس کے عزیز و اقارب کر دیتے ہیں...... کسی کی مدد اس کے دوست واحباب کرتے ہیں جس سے یہ خسارہ ختم ہو سکتا ہے......

لیکن وہ شخص جس کو آخرت میں نقصان اٹھانا پڑے گا...... اس کا مددگار کوئی نہیں ہوگا...... اس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہوگا...... اس کا غمخوار کوئی نہیں ہوگا تو ایسے شخص کی بے بسی کا عالم کیا ہوگا......؟

قطع رحمی کا نقصان

دین اسلام نے اسلامی معاشرے کو جو خاندانی نظام عطا کیا ہے دیگر اقوام اس کو رشک کی نظروں سے دیکھتی ہیں۔ اس خاندانی نظام کی ساری برکتیں اور رونقیں صلہ رحمی کی انہی مذکورہ تعلیمات کی وجہ سے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمان اغیار کی نقالی

میں اپنے قیمتی معاشرتی ورثوں سے بھی محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم نے اقوام مغرب میں صلہ رحمی کا فقدان دیکھا تو اسے اپنے معاشرے سے بھی فارغ کرنے کو ضروری سمجھا۔ کاش! مسلمان آنکھیں کھولیں اور ان معاشرتی رویوں کے خلاف بغاوت سے باز رہیں جن میں ان کی عظمت و سطوت کا راز مضمر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ (پ:۲۶، محمد:۲۲)

پس (اے منافقو!) تم سے توقع یہی ہے کہ اگر تم (قتال سے گریز کر کے بچ نکلو اور) حکومت حاصل کر تو تم زمین میں فساد ہی برپا کرو گے اور اپنے (ان) قرابتی رشتوں کو توڑ ڈالو گے (جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مواصلت اور مودت کا حکم دیا ہے)

قابل مذمت مثال

یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا...... حرمین طیبین و کعبہ معظّمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں...... مسجد کریم میں گھوڑے باندھے...... ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے...... تین دن مسجد نبی ﷺ بے اذان و نماز رہی...... مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کیے...... کعبہ معظّمہ پر پتھر پھینکے...... غلاف شریف پھاڑا اور جلایا...... مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر میں حلال کر دیں...... رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا...... مصطفےٰ ﷺ کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے...... کہ تمام استخواں مبارک چور ہو گئے...... سر انور محمد ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ

کر نیزہ پر چڑھایا...... اور منزلوں پھرایا...... حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے...... بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے...... اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہو۔ (تبیان القرآن، ۱۱/۱۶۷، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ۶/۱۰۷)

آج کل بھی کچھ تنظیمیں مسلمانوں کو سرعام قتل کر رہی ہیں۔ یزید کی اور ایسے ظالم لوگوں کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

کوئی عمل قبول نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ بے شک ہر ہفتہ میں جمعہ کی شب بنی آدم کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، پس قاطع رحم کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ۲/۵۳۲، الرقم: ۱۰۲۷۶)

درسِ عبرت

قارئین کرام! بندہ فصل کاشت کرے مگر اسے پھل نہ ملے تو...... اسے کتنا دکھ ہوگا۔

کوئی محنت کر کے امتحان دے مگر پاس نہ ہو تو...... اسے کتنا دکھ ہوگا۔

کوئی مہنگے سے مہنگا علاج کروائے مگر اسے صحت نہ ملے تو...... اسے کتنا دکھ ہو گا۔

کوئی دن رات سفر کرے مگر اسے منزل نہ ملے تو...... اسے کتنا دکھ ہوگا۔

ذرا سوچئے!

اگر نمازی کی نمازیں ... اس کے منہ پر ماردی جائیں

روزے دار کے روزے ... اس کے منہ پر ماردیے جائیں

قاری کی تلاوت ... قبول نہ کی جائے

حاجی کا حج قبول نہ کیا جائے

تو اس کی حسرت وندامت، شرمندگی اور دکھ وپشیمانی کا عالم کیا ہوگا؟

جس نے اس شاخ کو کاٹا...... جنت اس پر حرام ہوگئی

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ''رحم'' (رشتہ) بہت رحم فرمانے والے (اللہ) عزوجل کی (بنائی ہوئی خاص) شاخ ہے (جو اللہ تعالیٰ سے بندے کو ملانے کا ذریعہ بنتی ہے) تو جس شخص نے اس شاخ کو کاٹ دیا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر جنت کو حرام فرمادے گا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص:۱۴۷)

آج شام ہمارے پاس...... قاطع رحم مت بیٹھیں

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا:

آج شام ہمارے ساتھ قاطع رحم مت بیٹھے، ایک نوجوان اٹھا اور وہ اپنی خالہ کے پاس آیا اور اس کی خالہ نے جب اس کو معاف کردیا تو وہ دوبارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیٹھ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں قاطع رحم ہوتا ہے، اس پر رحمت نازل نہیں ہوا کرتی۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۵۰، الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۲/۲۹۱، بحوالہ، مصنف عبدالرزاق، کتاب: الجامع، ۱۰/۱۸۶، الرقم: ۲۰۲۱)

عبادت گزار جہنمی کیسے بنے گا؟

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حجیرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

مَنْ قَامَ اللَّيْلَ وَصَامَ النَّهَارَ وَقَطَعَ رَحِمَهُ سِيْقَ إِلٰى جَهَنَّمَ

عَلٰی وَجْھِہٖ
جو شخص قطع رحمی کرنے والا ہے، اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں لے جایا جائے گا، اگرچہ وہ رات کو قیام کرنے (نفل پڑھنے) اور دن کو روزہ رکھنے والا ہو۔ (علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص:۱۵۳)

دعوتِ فکر

رات کی تنہائیوں میں، نیند کی لذت کو چھوڑ کر نرم و گرم بستر کی راحت کو چھوڑ کر اللہ کریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے والوں کے بارے میں اللہ کریم جل جلالہٗ نے فرمایا: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ (پ۲۱، السجدہ ۱۷)

آنکھوں کی اس ٹھنڈک کو ضائع کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟
جنت کو ضائع کر کے، جہنم کا ایندھن بننا کہاں کی عقلمندی ہے؟
جنت میں جانے کی بجائے ذلت سے جہنم میں جانا کہاں کی عقلمندی ہے؟
صائم کا اپنے آپ کو بخشش سے محروم کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ○

جنت میں داخلہ...... ممنوع ہو جائے گا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری، الرقم:۵۹۸۴، صحیح مسلم، الرقم:۲۵۵۶، جامع ترمذی:۱۹۰۹)

دعوتِ فکر

اگر کسی شخص کو کسی محفل میں آنے سے روک دیا جائے...... شادی و بیاہ کے فنکشن میں آنے سے روک دیا جائے...... کسی سکول میں آنے سے روک دیا جائے...... کالج و یونیورسٹی میں آنے سے روک دیا جائے...... کسی فیکٹری میں آنے

سے روک دیا جائے...... کسی پروگرام میں آنے سے روک دیا جائے تو اس شخص کو کتنی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تو اگر کسی کو اس وقت جنت میں جانے سے روک دیا جائے جب

تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی جمع ہوں گے

تمام صالحین بھی جمع ہوں گے

تمام شہداء بھی جمع ہوں گے

تمام صدیقین بھی جمع ہوں گے

جب تمام امتوں کے سامنے کسی شخص کو جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا تو اس وقت جس شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا دنیا میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس شرمندگی کا سامنا وہ شخص کرے گا جو رشتوں کو توڑنے والا ہوگا...... جو قطع رحمی کرنے والا ہوگا...... جو قطع تعلق کرنے والا ہوگا۔ اللہ کریم ہمیں ایسے برے فعل سے بچائے اور صلہ رحمی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀❀❀

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ مُرَافَقَةَ حَبِیْبِكَ الْمُكَرَّمِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ○

❀❀❀❀❀
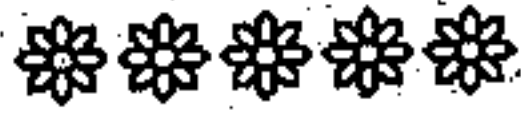
پڑوسی کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا مَانِعَ لِحُکْمِہٖ ○ وَلَا نَاقِضَ لِقَضَائِہٖ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ اَنْبِیَآئِہٖ وَسَنَدِ اَوْلِیَآئِہٖ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَذُرِّیّٰتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

❀❀❀❀❀

نذرانۂ عقیدت بحضور سرور کونین ﷺ

درِ نبی ﷺ پر پڑا رہوں گا، پڑے ہی رہنے سے کام ہو گا
کبھی تو قسمت کھلے گی میری کبھی تو میرا سلام ہو گا

خلاف معشوق کچھ ہوا ہے نہ کوئی عاشق سے کام ہو گا!
خدا بھی ہو گا ادھر ہی اے دل جدھر وہ عالی مقام ہو گا

کئے ہی جاؤں گا عرض مطلب، ملے گا جب تک نہ دل کا مطلب
نہ شام مطلب کی ہو گی نہ یہ فسانہ تمام ہو گا

اسی توقع پہ جی رہا ہوں، یہی تمنا جلا رہی ہے
نگاہ لطف و کرم نہ ہو گی تو مجھ کو جینا حرام ہو گا

یہاں نہ مقصد ملا تو کیا ہے وہاں ملے گا طفیل حضرت
ہمارا مطلب ادھر سے ہو گا نہ صبح ہو گا نہ شام ہو گا

ہوئی جو کوثر پہ باریابی تو کیف میکش کی پہنچ یہ ہو گی
بغل میں مینا، نظر میں ساقی، خوشی سے ہاتھوں میں جام ہو گا

❀❀❀❀❀

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام نے ہمیں ہر ایک کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حقوق العباد میں ہمسایوں کے حقوق کا قرآن وحدیث میں بار بار ذکر آیا ہے۔

اس دور میں ہم پڑوسی کے حقوق پر کوئی توجہ ہی نہیں دیتے۔ بلکہ لوگوں کے نزدیک یہ کوئی دینی تقاضا ہی نہیں۔ کیونکہ اکثر لوگ نماز، روزہ، حج کو ہی بس دین سمجھتے ہیں۔ اگر پڑوسی کے حقوق پر احادیث نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے ایمان اس طرح خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ جس طرح دیگر عبادات نماز، روزہ ترک کرنے سے۔

پڑوسی سے مراد آس پاس کے مکان، دکان، فلیٹ یا دیگر عمارتوں میں رہنے والے لوگ ہیں۔ البتہ پڑوسی کی ایک اور قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے۔ جو کسی وجہ سے ہم نشینی کا سبب بن جاتی ہے۔

اگر ہم سورۃ النساء کو سامنے رکھیں۔ تو ہمیں معلوم ہو گا، کہ اول رشتہ دار پڑوسی، یہ وہ ہمسائے ہیں۔ جو رشتہ دار بھی ہوں ان کا حق دیگر ہمسایوں کی نسبت مقدم ہے۔ دوسرا اجنبی پڑوسی، اس سے مراد وہ ہمسایہ ہے۔ جو رشتہ دار نہیں ہے۔ اس کا درجہ پہلے والے سے کم ہے۔ تیسرا ہم نشین جس کے ساتھ دن رات کا اٹھنا بیٹھنا ہو۔ اس اصطلاح کے مطابق ایک گھر یا عمارت میں رہنے والے مختلف لوگ ہیں۔

قرآن مجید نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حقوق کی ادائیگی سے ایک قدم آگے جا کر ہمسایوں

کے ساتھ احسان، بھلائی، خیر خواہی اور اچھے تعلقات کی ہدایت فرمائی ہے۔ کیونکہ اگر ہمسائے کے ساتھ احسان کیا جائے...... بھلائی کی جائے...... اس کی خیر خواہی کی جائے...... اس کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے جائیں تو اس سے نہ صرف دنیا میں سکون اور راحت سے زندگی بسر ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بھی انسان کے درجات بلند ہوں گے۔

❁❁❁❁❁

ہمسایہ سے مراد

ہمسایہ سے مراد ہم سایہ یعنی ایک ہی سایہ تلے رہنے والے عربی میں اس کے لیے "جار" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(جار جمع جیران) جس کے معنیٰ ذمہ داری اور پناہ میں لینا ہے۔ لیکن ہمسایہ کا عام مفہوم قریبی مکان یا دوکان کا ساتھی ہے۔ جس کے حقوق کی نگہداشت کی جاتی ہے اور تعلقات و معاملات میں اس کی خصوصی رعایت کی جاتی ہے۔

ہمسائیگی کا دائرہ

سرکار دو جہاں، رحمت عالمیاں ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! میں نے فلاں قبیلے کے محلے میں رہائش اختیار کی ہے لیکن ان میں سے جو مجھے سب سے زیادہ تکلیف دیتا ہے وہ میرا سب سے زیادہ قریبی پڑوسی ہے۔" تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور زور سے یہ اعلان کرنے لگے کہ بے شک چالیس گھر پڑوس میں داخل ہیں اور جس کے شر سے اس کا پڑوسی خوفزدہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔
(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ا/۸۰۲، بحوالہ، المعجم الکبیر، ۱۹/۷۳، الرقم: ۱۴۳)

درسِ ہدایت

اس حدیث سے ظاہر ہوا۔ پڑوسی کو تکلیف پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن آج کے معاشرے کی طرف نظر دوڑائیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ ہمسائے کا کوئی خیال رکھنے والا نہیں...... اگر بیمار ہے تو اس کی عیادت کرنے والا نہیں...... خدارا ہوش کرو۔ اور ہمسائے کے حقوق کا خیال رکھو۔ اور پیارے آقا ﷺ کے فرمان عبرت سے درس

حاصل کرو...... ورنہ جنت نہیں ملے گی۔

پڑوسی کی اہمیت

ہمسائیگی صرف دینی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ تہذیب وتمدن کی اساس باہمی تعاون، محبت والفت اور اشتراک عمل پر قائم ہے۔ ہر انسان دوسرے انسان کی استعانت اور مدد کا محتاج ہے۔ لہٰذا معاشرے کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں میں تعاون و اشتراک کا جذبہ راسخ ہو۔ درحقیقت پڑوسی ہی ایک دوسرے کے دکھ سکھ اور رنج و راحت کے دائمی رفیق اور شریک کار ہوتے ہیں۔ وہ ایسے مشکل وقت میں کام آتے ہیں جب رشتہ داروں کو بھی ابھی خبر بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اسی مصلحت کے پیش نظر اسلام نے ہمسایہ کا خیال رکھنے کی بڑی تاکید کی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں میں حقوق ہمسائیگی کا بہت خیال رکھا جاتا تھا اگر کسی عرب کے پڑوسی پر ظلم کیا جاتا یا کوئی آدمی اس کی بے عزتی کرتا تو پڑوسی اسے برداشت نہ کرتا تھا اور ہمسایہ کی خاطر لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتا تھا۔ اسلام نے آکر اس اچھی عادت کو قائم رکھا بلکہ اس میں مزید تاکید فرمائی۔

پڑوسی کو بھوکا رکھنے والا...... مومن نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

مَا اٰمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانًا وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یَعْلَمُ

جو شخص رات کو پیٹ بھر کر سویا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہے تو (درحقیقت) وہ شخص مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا۔

(الترغیب والترہیب ۲/۲۷۵، تبیان القرآن ۲/۶۷۲، بحوالہ المعجم الکبیر، الرقم: ۷۵۱)

درسِ ہدایت

آج کل محفلوں میں قسم قسم کے کھانوں کا انتظام ہوتا ہے...... شادیوں میں بہت زیادہ کھانا ضائع ہو جاتا ہے...... مختلف پروگراموں میں لوگ خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ ان کے اردگرد کوئی بھوکا ہوگا...... خود تو وہ لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں مگر ان کو ان لوگوں کا خیال نہیں آتا جنہوں نے کئی کئی دن فاقوں میں گزارے ہوتے ہیں۔ ذرا سوچئے!

وہ بھرا پیٹ کس کام کا　　　جو ایمان سے محروم کر دے

وہ لذیذ کھانے کس کام کے　　　جو ایمان سے محروم کر دیں

وہ اعلیٰ انتظامات کس کام کے　　　جو ایمان سے محروم کر دیں

جو ہمسائے پر نہ اترائے...... اللہ اسے عذاب نہیں دے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بروز قیامت عذاب نہ دے گا جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ (مال ومتاع) کی وجہ سے اپنے ہمسائے پر نہ اترائے۔ (المعجم الأوسط، ص: ۳۴۶، الرقم: ۸۸۲۸)

جنت کی خوشخبری پانے والی...... خوش نصیب عورت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں عورت بہت نمازیں پڑھتی ہے بہت صدقہ کرتی ہے اور کثرت سے روزے رکھتی ہے، لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے اذیت پہنچاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هِيَ فِي النَّارِ وہ دوزخ میں جائے گی۔ انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ (نفلی) روزے کم رکھتی ہے اور صرف پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کرتی ہے۔ اور اپنے پڑوسیوں کو ایذاء بھی نہیں دیتی۔ فرمایا: هِيَ فِي الْجَنَّةِ وہ جنت میں داخل ہوگی۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ص: ۴۴۲، الرقم: ۹۶۸۱، الترغیب والترہیب، ۲/ ۲۷۴)

دعوتِ فکر

آیئے اپنے اپنے گریبان میں جھانکیں..... خود کو مسلمان کہنے والے روزے بھی رکھتے رہیں..... نمازیں بھی پڑھتے رہیں..... صدقہ بھی کرتے رہیں..... مگر پھر بھی دوزخ میں چلے جائیں تو اس سے افسوس ناک بات اور کیا ہوگی۔ مگر ایسا کب ہوگا جب

کوئی نمازیں تو پڑھتا رہے مگر اپنی زبان کو کنٹرول نہ کرے
کوئی روزے تو رکھتا رہے مگر اپنی زبان کو کنٹرول نہ کرے
کوئی صدقہ تو کرتا رہے مگر اپنی زبان کو کنٹرول نہ کرے

تو زبان کو کنٹرول نہ کرنے کی صورت میں کسی کو اذیت دے کر وہ شخص دوزخی ہو جائے گا..... اور وہ شخص جو اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور دوسروں کے سامنے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ شخص جنتی ہے۔

قیامت والے دن ہمسائے کی عرض..... بارگاہ خدا میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول خدا ﷺ کا فرمان شریف ہے: (قیامت کے روز) کئی ہمسائے اپنے ہمسائے کے دامن کو پکڑے ہوئے بارگاہ خدا میں عرض کریں گے۔

يَا رَبِّ سَلْ هٰذَا لِمَ اَغْلَقَ عَنِّيْ بَابَهٗ وَ مَنَعَنِيْ فَضْلَهٗ

اے میرے پروردگار! اس میرے ہمسائے سے پوچھ کہ اس نے مجھ سے اپنا

دروازہ کیوں بند کرلیا تھا اور اپنی زائد از ضرورت چیزوں سے مجھے کیوں محروم رکھا۔

(الترغیب والترہیب، ۲/ ۲۷۵، علامہ ابن جوزی، کتاب، البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۶۶)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وصیت

حضرت ابن عمر اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا زَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ

جبریل علیہ السلام لگاتار مجھے ہمسائے کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا وہ اسے وارث بنادیں گے۔

(سنن ترمذی، الرقم: ۱۹۴۹، صحیح بخاری، الرقم: ۶۰۱۴، صحیح مسلم، الرقم: ۲۶۲۴، سنن ابوداؤد، الرقم: ۵۱۵۱، سنن ابن ماجہ، الرقم: ۳۶۷۳، الترغیب والترہیب، ۲/ ۲۷۷)

نیک مسلم کے طفیل...... 100 گھروں سے بلائیں دور

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَیَدْفَعُ بِالْمُسْلِمِ الصَّالِحِ عَنْ مِّائَةِ اَهْلِ بَیْتٍ مِّنْ جِیْرَانِهِ الْبَلَاءَ

اللہ تعالیٰ نیک مسلم کے طفیل اس کے پڑوس کے سو گھروں پر سے بلائیں دور فرماتا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

(پ: ۲، البقرہ: ۲۵۱)

اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے نہ ہٹاتا رہتا تو زمین (میں انسانی زندگی بعض جابروں کے مسلسل تسلط اور ظلم کے باعث) برباد ہو جاتی۔ (الترغیب والترہیب، ۲/ ۲۷۸)

دعوتِ فکر

ہر انسان یہی چاہتا ہے۔ کہ ہمارا ہمسایہ نیک ہو۔ ہمیں ہمسائے سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جیسے مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے۔ تو نیک ہمسائے کے صدقے دس گھروں کی نہیں، بیس کی نہیں، بلکہ (100) سو گھروں کی بلائیں اللہ تعالیٰ دور فرما دیتا ہے۔

تو ثابت ہوا! نیک ہمسائے کے بڑے فوائد ہیں۔

کیونکہ!

نیک ہمسایہ دکھ درد میں شریک ہوتا ہے

نیک ہمسایہ بیماری میں عیادت کرتا ہے

نیک ہمسایہ مشکل وقت میں کام آتا ہے

نیک ہمسائے کے طفیل گھروں میں رحمت آتی ہے

نیک ہمسائے کے طفیل اللہ بلائیں دور فرماتا ہے

اس لیے:

جیسے ہماری خواہش ہوتی ہے...... ہمسایہ اچھا ہو۔ ہمیں خود بھی اپنے ہمسایوں کا خیال رکھنے...... ان سے ہمدردی کرنے، اور مشکل وقت میں ان کے کام آنا چاہئے۔

قاطع رحم کی بدبختی

رحم کرنا صفت الٰہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جس نے مجھ سے تعلق

جوڑا، اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا، اور جس نے میرے ساتھ تعلق منقطع کیا اللہ اس سے تعلق منقطع کرے گا۔ (شرح صحیح مسلم، ۷/۹۴)

درسِ عبرت

دنیا میں رہتے ہوئے اگر ہمسایہ تعلق توڑ لے تو ہمارا گزارہ مشکل ہو جاتا ہے...... کوئی قریبی عزیز، دوست تعلق توڑ لے تو ہم مشکل میں گھر جائیں گے۔ تو ذرا سوچئے! جس سے مالک حقیقی تعلق منقطع کر لے اس کا کیا بنے گا۔

پڑوسی کے بچوں کو...... رنج پہنچانے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا:) یہ کہ

☆...... جب وہ تم سے مدد مانگے تو اس کی مدد کرو۔

☆...... جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔

☆...... جب اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دو۔

☆...... جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔

☆...... اس کی وفات پر جنازہ کے ساتھ جاؤ۔

☆...... بغیر اجازت اپنی عمارت بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا روک دو۔

☆...... اپنی ہانڈی سے اس کو کوفت نہ پہنچاؤ، مگر اس میں سے کچھ اسے بھی بھیج دو۔

☆...... پھل وغیرہ خریدو تو اس کے پاس بھی ہدیہ بھیجو ورنہ چھپا کر مکان میں لاؤ۔

اور تمہارے بچے اسے لے کر باہر نہ نکلیں کہ پڑوسی کے بچوں کو رنج ہوگا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب، البر والصلۃ (اردو)، ص:۱۶۹، الترغیب والترہیب، ۲/۲۷۴)

پڑوسی کے گھریلو معاملات میں...... مداخلت کی ممانعت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو سلام کرنے میں پہل کرے اور اس سے زیادہ طویل گفتگو نہ کرے۔ اس کے گھریلو معاملات میں نہ پڑے اور اس کے خانگی امور کی ٹوہ نہ لگائے...... اس کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے...... اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے اور اس کی خواتین سے گفتگو کرنی پڑے تو نظر نیچی رکھے...... اس کے بچوں سے شفقت اور پیار کرے...... اور دین اور دنیا کی بھلائی سے متعلق جو باتیں اس کے بچے نہ جانتے ہوں، ان کو سکھائے۔ (علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۷۰)

تحائف کا تبادلہ

ہمسائیوں میں باہمی خیر سگالی کو فروغ دینے کے لیے تحفے، تحائف اور ہدایا کا تبادلہ مستحسن ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کو ہدیہ بھیجوں؟ فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے گھر کے زیادہ قریب ہو۔ (صحیح بخاری، الرقم: ۶۰۲۰)

تحفے، تحائف محبت بڑھانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً تحائف کا تبادلہ دلوں کی کدورتوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اپنے پن اور چاہت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جب دلوں سے نفرتیں ختم ہو جاتی ہیں تو پھر ایسا معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو پوری دنیا میں الفت و محبت کی مثال بن جاتا ہے۔

ایثار و قربانی

اسلام نے ہمسایہ کی ہر قسم کی امداد و اعانت کے لیے ایثار و قربانی کو لازم ٹھہرایا

ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت پاک میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے لباس عنایت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اس کا سوال نظر انداز فرما دیا۔

اس نے پھر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے لباس عطا فرمائیے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ہمسائے کے پاس دو کپڑے بھی فالتو نہیں ہیں؟ (جو تمہیں دیدے) وہ عرض گزار ہوا: کیوں نہیں جی، اس کے پاس ایک سے زائد لباس ہیں (مگر مجھے دیتا نہیں) ارشاد فرمایا: اللہ اسے تمہارے ساتھ جنت میں اکٹھا نہیں کرے گا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/۴۰۶، بحوالہ، المعجم الاوسط، ۵/۲۳۶، الرقم: ۵۱۸۵)

دعوتِ عمل

اسلام ہمیں ہمسائے کے ساتھ ایثار وقربانی اور محبت کا درس دیتا ہے۔ لیکن فی زمانہ اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کے بجائے الٹا طرح طرح کے گلے شکوے ہوتے ہیں، مذکورہ بالا حدیث میں بھی یہی درس ملتا ہے کہ! ہمارے دل میں ہمسائے کے ساتھ ایثار وقربانی کا اتنا جذبہ ہونا چاہئے کہ! اس کا ہر لحاظ سے خیال رکھا جائے۔ ورنہ! اللہ تعالیٰ جنت سے محروم کر دے گا۔

اگر چاہتے ہو! ہمسایہ جنت میں ساتھ ہو...... جنت میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔ تو! ہمسائے کے ساتھ تعاون کیا کرو۔

پڑوسی کے حقوق کا خلاصہ

پڑوسی کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کو پہلے سلام کرے...... اس سے زیادہ لمبی کلام نہ کرے...... زیادہ اس کا حال نہ پوچھے...... مریض ہو تو اس کی عیادت

کرے...... مصیبت میں ہو تو اس کی دلجوئی کرے اور اس کے غم میں شریک ہو...... جب اس کی خوشی کا کوئی وقت ہو تو اسے مبارکباد کہے اور اس کی خوشی میں اس کا شریک ہو...... اس کی کوتاہی سے درگزر کرے...... چھت سے اس کی عورت کی طرف نہ جھانکے...... اگر وہ اس کی دیوار پر ستون رکھنا چاہے تو اس کو اجازت دے دے...... تنگ نہ کرے...... اس کا پانی اگر اس کے پرنالے میں آجائے تو تنگ نہ کرے...... اگر پڑوسی کی مٹی اڑ کر اس کے صحن میں آجائے تو تنگ نہ ہو...... پڑوسی کے راستے کو تنگ نہ کرے جو اس کے گھر کی طرف آتا ہو...... جو چیز اٹھا کر اپنے گھر کی طرف لائے تو اس کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے...... اس کی عورت سے کوئی چیز کھل جائے تو اس پر پردہ ڈالے۔

جب کسی حادثہ میں گر پڑے تو اس کو اٹھائے...... اس کی لونڈی کی طرف نگاہ نہ جمائے...... اس کے بچے کے ساتھ نرمی سے کلام کرے...... دین و دنیا کے معاملے میں جس چیز کو وہ نہ جانتا ہو اسے ہدایت دے۔

(شرح موطا امام محمد، ۳/۵۰۷، احیاء العلوم، ۴/۱۹۰)

ہمسائے سے حسن سلوک کا حکم

اس دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کی مدد اور تعاون کا محتاج ہے۔ بیمار تندرست کا...... بھوکا سخی کا...... مریض طبیب کا...... اور کسب معاش میں بھی ایک دوسرے کا دست نگر ہے۔ جس معاشرے میں ایک شخص کے اوروں کے ساتھ تعلقات خوشگوار ہوں گے وہی شخص یا معاشرہ خوشحال اور مہذب کہلانے کا حقدار ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ

(پ:۵، النسآء:۳۶)

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے)۔

یہودی پڑوسی کا احساس

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دو بار پوچھا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لیے ہدیہ بھیجا یا نہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جبرائیل مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کردے گا۔

(سنن ترمذی، الرقم:۱۹۴۹، صحیح بخاری، ۶۰۱۴، صحیح مسلم، الرقم:۲۶۲۴، سنن ابوداؤد، الرقم:۵۱۵۱، سنن ابن ماجہ، الرقم:۳۶۷۳)

اللہ عزوجل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جیتنے کا ذریعہ

حضرت عبدالرحمٰن بن قراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو صحابہ کرام نے وضو کا پانی لے کر اپنے چہرے اور بدن پر مسح کرنا شروع کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کام پر کیا چیز تمہیں آمادہ کرتی ہے؟ عرض کیا: اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ اور رسول سے محبت کرے یا اللہ

تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کریں تو

☆ وہ جب بات کرے سچ بولے۔

☆ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت ادا کردے۔

☆ اور جو اس کے پڑوس میں رہتا ہو، اس کے ساتھ احسان کرے۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۶۸)

حاتم طائی کی سخاوت

ملحان الطائی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے جو کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں شریک بھائی) تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حاتم طائی کی بیوی (جس کا نام نوار تھا)، ایک مرتبہ ہم پر ایسا قحط پڑا اور ایسی خشک سالی ہوئی کہ ہر چیز جل کر کوئلہ ہوگئی، آسمان کے بے باراں ہونے سے زمین کی زبان پیاس سے کانٹا ہوگئی اور زمین نے وہ دھول اڑائی کہ آسمان کا چہرہ غبار سے اٹ گیا۔ دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں پر بخل کرنے لگیں، اونٹنیوں کے تھن سوکھ گئے، ایک سخت یخ بستہ ٹھنڈی رات میں ہمارے بچوں عبداللہ، عدی اور سفانہ کی بھوک سے چیخیں نکل رہی تھیں اور اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز موجود نہ تھی، جس سے ہم ان بچوں کی بھوک کو مٹاتے۔

حاتم ان میں سے ایک بچہ کی طرف اٹھ کر گیا اور اس کو اٹھا لیا اور بچی سفانہ کو میں نے اٹھ کر گود میں لے لیا اور ہم ان کو بہلا کر کسی طرح چپ کرانے کی کوشش کرتے رہے، بخدا! وہ رونے سے چپ نہ ہوتے تھے، کافی رات گزر گئی تب جا کر انہوں نے کچھ سکون لیا، پھر دوسرے لڑکے کی طرف لوٹے اور اس کو بہلا پھسلا کر چپ کرایا اور وہ چپ ہونے کا نام نہیں لیتا تھا، پھر ہم نے حجرہ میں سیاہ دھاری دار شامی کمبل بچھا کر بچوں کو اس پر لٹا دیا اور ہم خود بھی لیٹ گئے اور بچے ہمارے

درمیان میں تھے۔

پھر حاتم میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے بہلا وادینے لگے تاکہ میں سو جاؤں اور میں ان کی نیت کو سمجھ گئی اور میں نے بہ تکلف ایسا تاثر دیا اور ظاہر کیا کہ میں سو گئی ہوں، حاتم کہنے لگے: کیا بات ہے تم سو گئی ہو؟ بس میں خاموش رہی، تو بولے: میرا خیال ہے کہ یہ تو سو چکی ہے، حالانکہ نیند تو میرے قریب بھی نہ آئی تھی، حتیٰ کہ جب رات خوب سیاہ ہو گئی اور تارے گتھم گتھا ہو گئے۔ ہر طرف سناٹے کا عالم تھا۔ تو ہمارے گھر کے ایک جانب آواز بلند ہوئی۔

حاتم اٹھ کر گئے، پوچھا: کون ہو؟ جواب نہ ملا تو وہ واپس لوٹ آئے، حتیٰ کہ جب میرے خیال میں سحری کا وقت ہو گیا تھا یا ہونے کو تھا تو پھر حاتم کی آواز آئی، وہ کسی سے پوچھ رہے تھے: کون؟ جواب میں عورت کی آواز آئی کہ آپ کی فلاں پڑوسن!

اے عدی کے باپ! تمہارے علاوہ مجھے کسی پر اعتماد نہیں تھا، اس لیے میں تمہارے دروازے پر آ گئی ہوں اور میں گھر میں اپنے بچوں کو اس حالت میں چھوڑ کر آئی ہوں کہ وہ بھوک سے اس طرح چیخ رہے تھے، جس طرح جنگل میں بھوک کے مارے بھیڑیے چیختے ہیں۔

حاتم نے اس سے کہا: جلدی سے جاؤ اور بچوں کو یہاں لے آؤ۔ نوار کہتی ہیں: میں اچھل کر اٹھی اور میں نے کہا: حاتم! آپ نے یہ کیا کیا؟ بخدا! تمہارے اپنے بچے تو بھوک سے بلک اور چیخ رہے ہیں اور ان کے منہ میں ڈالنے کے لیے تمہارے پاس ایک لقمہ تک میسر نہیں ہے تو پڑوسن کو تم نے کس برتے پر دعوت دے ڈالی ہے وہ بچوں کو لے آتی ہے تو مجھے بتاؤ، تم ان بچوں کو اور اس بیچاری کو کیا کھلاؤ گے؟

حاتم نے کہا: تم خاموش رہو، بخدا! تم دیکھوگی کہ میں ان شاءاللہ ان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤں گا، کہتی ہیں کہ اتنے میں وہ خاتون آگئیں۔ اس نے دو بچوں کو اٹھایا ہوا ہے اور چار بچے اس کے دائیں بائیں چلے آرہے ہیں اور وہ اس طرح لگتے تھے، جس طرح شتر مرغ کی مادہ کے ارد گرد اس کے ملائم ملائم پروں والے بچے آرہے ہیں۔

نوار کہتی ہیں کہ پس حاتم اپنے گھوڑے کی طرف اٹھ کر گئے اور اپنا نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دیا، پھر چقماق کو رگڑ کر آگ جلائی اور چھری لے کر آئے اور گھوڑے کی کھال اتارنی شروع کر دی، کھال اتار چکے تو اس عورت کو چھری تھماتے ہوئے کہا: یہ لیجئے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ تم ہمارے بھی بچوں کو اٹھا کر لے آؤ۔

نوار کہتی ہیں: میں بچوں (عدی، عبداللہ، سفانہ) کو اٹھا کر لے آئی، حاتم نے کہا: بڑی بری بات ہوگی کہ تم لوگ اپنے اہل محلّہ کو چھوڑ کر تنہا خود کچھ کھانے لگ جاؤ اور اپنے آس پاس کے گھروں کو دعوت ہی نہ دو، پس حاتم نے ان تمام گھروں میں گھوم کر ان کو دعوت دی اور وہ سب لوگ دوڑے آئے اور گوشت بھون بھون کر کھانے لگے اور حاتم خود اپنی چادر میں لپٹ کر اک کونے میں لیٹے رہے اور ہماری طرف دیکھتے رہے اور بخدا بخدا! انہوں نے اس میں سے ایک بوٹی تک نہیں چکھی، حالانکہ وہ اس وقت سخت بھوک کی حالت میں تھے، جب صبح ہوئی تو وہاں زمین پر صرف ہڈیاں اور کھر پڑے تھے اور سب کچھ چٹ ہو چکا تھا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۷۱)

کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی سخاوت

ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے، حضور ﷺ نے مسجد میں ایک

چٹائی بچھا کر ان کا ڈھیر لگا دیا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ان کو بانٹنا شروع کیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا، جب سب درہم بانٹ دیئے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ البتہ تم کسی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے لو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ دے میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلّف تو نہیں کیا۔ حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی اور رخ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری بھی اس وقت بارگاہ اقدس میں حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے پیارے رسول! بے دریغ خرچ فرمایا کیجئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرۂ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (ضیاء القرآن، ۵/۵۹۲)

نبی کریم ﷺ کی سخاوت اور حاتم طائی کی سخاوت

حاتم اتنا سخی تھا کہ اس نے لوگوں میں مال و دولت تقسیم کرنے کے لیے ایک محل بنوایا، جس کے سات دروازے رکھے کہ جو سائل جس دروازے سے بھی آئے، سوال کرے تو مراد پائے، ایک سوالی ایک دروازے سے آیا حاتم نے اسے دیا، وہ پھر دوسرے دروازے سے آ گیا، حاتم نے پھر بھی اسے دیا، وہ تیسرے، چوتھے غرض ساتوں دروازوں پر آیا اور اس نے سوال کیا۔ حاتم نے ہر بار اسے دیا اور یہ نہیں کہا کہ تم اتنی بار لے چکے، اب بار بار کیوں چلے آتے ہو اور وہ سائل پھر پہلے دروازے پر مانگنے چلا آیا، حاتم کے ماتھے پر تب بھی شکن نہ آئی اور اس نے

دست سخاوت پھر بھی نہ کھینچا۔ (علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۷۴)

حاتم طائی کے دروازے پر ایک سائل آتا ہے، سوال کرتا ہے۔ حاتم اسے دیتا ہے، اس کی جھولی نہیں بھرتی، اس کی مراد پوری نہیں ہوتی، اس کی طلب ختم نہیں ہوتی، وہ دوبارہ جھولی پھیلاتا ہے حاتم پھر اسے کچھ دیتا ہے، لیکن اب بھی اس نے اتنا کم دیا ہے کہ سائل دوبارہ سوال کرنے پر مجبور ہے۔ حاتم بار بار دیتا ہے، سائل کی طلب باقی رہتی ہے، وہ بار بار لوٹ کر آتا ہے، یہ کیسی سخاوت ہے؟

اگر سخاوت کو دیکھنا ہے تو آؤ میرے آقا کی سخاوت دیکھو!

''تہجد کا وقت ہے، حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سرکار کے صحابی، سرکار کے جانثار، سرکار کو وضو کرا رہے ہیں۔ سرکار ان کی خدمت پر خوش ہوتے ہیں۔ دریائے رحمت جوش میں آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

سَلْ یَا رَبِیْعَۃَ

مانگ ربیعہ! کیا مانگتا ہے۔

ربیعہ عرض کرتے ہیں:

اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّۃِ ○

سرکار میں جنت میں آپ سے آپ کی رفاقت طلب کرتا ہوں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَوْ غَیْرَ ذٰلِكَ

(یہ تو ہم نے تجھے عطا کر دیا۔ تیرا سوال پورا ہوا)، کچھ اور مانگنا ہو تو وہ بھی مانگ لے۔

ربیعہ عرض کرتے ہیں:

ھٰکَذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ○

سرکار، اللہ کے رسول! میرے لیے یہی سب کچھ ہے، سب کچھ خدا سے مانگ لیا، تجھ کو مانگ کر، جب آپ ﷺ مل گئے تو اور کیا چاہیے، سرکار پھر فرماتے ہیں:

اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ

ربیعہ کچھ لے۔

ربیعہ کہتے ہیں: سرکار بس! یہی درکار تھا۔ دامن طلب میں اب بھلا کس شئ کی گنجائش ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، ۱/۳۵۳، الرقم: ۴۸۹، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ۲/۳۵، الرقم: ۱۳۲۰، مسند احمد بن حنبل، ۴/۵۹)

ذرا دیکھو! ایک طرف وہ سائل ہے، جو بار بار آتا ہے اور حاتم سے سوال کرتا ہے، ایک طرف یہ داتا ہیں، جو سائل سے بار بار کہتے ہیں کہ کچھ اور مانگ لو، تو اب تم خود فیصلہ کرو کون زیادہ سخی ہے۔

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے ''نہیں'' فرمایا ہو۔

(صحیح مسلم، ۲/۲۵۳)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہیں مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

پڑوسیوں سے حسن سلوک اور اسوۂ اسلاف

ایمان والا وہ ہے...... جو پڑوسی سے حسن سلوک کرے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ ○

اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔ (الترغیب والترہیب: ۲/۲۷۰)

درسِ ہدایت

ایمان، مسلمان کا سرمایہ حیات ہے...... ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں...... ایمان، اور وہ بھی اللہ کریم پر...... ایمان دار ہونے کی سب سے بنیادی شرط اللہ پر ایمان لانا ہے...... جس کا اللہ پر ایمان نہیں اس کی دنیا و آخرت کا کوئی معیار اور اعتبار نہیں۔ اس لیے اگر

اللہ پر ایمان چاہتے ہو — تو پڑوسی سے حسن سلوک کرو
آخرت پر ایمان چاہتے ہو — تو پڑوسی سے حسن سلوک کرو
دنیا میں کامیابی چاہتے ہو — تو پڑوسی سے حسن سلوک کرو
زندگی میں آسانی چاہتے ہو — تو پڑوسی سے حسن سلوک کرو

ہمسائے سے حسن سلوک کرو...... کامل مومن بن جاؤ گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو یہ کلمات مجھ سے حاصل کر لے پھر خود ان پر عمل کرے یا کسی عمل

کرنے والے کو سکھا دے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر پانچ باتیں شمار کروائیں۔ فرمایا:

☆ گناہوں سے بچتے رہو...... سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔

☆ جو کچھ اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے...... اس پر راضی رہو تو سب انسانوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔ ☆ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا اپنے ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کرو...... مومن (کامل) ہو جاؤ گے۔ ☆ لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو تو...... مسلمان ہو جاؤ گے۔ ☆ اور بہت زیادہ ہنسا نہ کرو...... کیونکہ بہت زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، ۲/۲۷۶)

درسِ ہدایت

پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحتیں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان پر عمل کر کے ہی دنیا و آخرت میں کامیابی مل سکتی ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتے داروں کے حسن سلوک کے ساتھ ہمسائے سے حسن سلوک کی بہت تلقین کی ہے۔

ہمسائے سے حسن سلوک کی بہت برکات ہیں۔

ہمسائے سے حسن سلوک سے   ہمدردی کا جذبہ ملتا ہے

ہمسائے سے حسن سلوک سے   ایمان مضبوط ہوتا ہے

ہمسائے سے حسن سلوک سے   دل کو اطمینان ملتا ہے

ہمسائے سے حسن سلوک سے   خیر خواہی کا جذبہ ملتا ہے

ہمسائے سے حسن سلوک سے کامل ایمان ملتا ہے

تو جس کو کامل ایمان مل جاتا ہے، اس کا بیڑا دونوں جہانوں میں پار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین پڑوسی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے حق میں بہتر ہے۔ اور پڑوسیوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا ہے۔

(الترغیب والترہیب،۲/۲۷۶)

جب غیر مسلم کو کلمہ نصیب ہو گیا

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ان کا ایک ذمی پڑوسی تھا، وہ طہارت خانے کا پانی حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی طرف چھوڑ دیتا۔ آپ روزانہ اس کے نیچے ایک ٹب رکھ دیتے اور مجوسی کے طہارت خانے سے اس میں جو کچھ پڑتا اسے جمع کر کے رات کے وقت گرا دیتے کہ اس کو کوئی نہ دیکھے۔ عرصہ دراز تک آپ اسی حالت سے دوچار رہے۔

حتیٰ کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو آپ نے اس مجوسی پڑوسی کو بلا کر فرمایا اس گھر میں داخل ہو کر دیکھو کہ کیا ہے؟ وہ داخل ہوا اور وہ گندگی دیکھی جو اس ٹب میں گرتی تھی، اس نے کہا یہ کیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا یہ عرصہ دراز سے تمہارے گھر سے اس گھر میں گر رہی ہے۔ میں اس کو دن کے وقت اٹھاتا اور رات کو گراتا ہوں اگر میری موت کا وقت نہ آیا ہوتا اور مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ دوسرے لوگ یہ بات برداشت نہیں کریں گے تو میں تمہیں نہ بتاتا اب جو چاہو کرو۔

مجوسی نے کہا: اے شیخ! آپ نے ایک عرصہ دراز سے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا اور میں کفر پر برقرار رہوں یہ نہیں ہو سکتا، اپنا ہاتھ بڑھایئے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔

(علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر، ص: ۳۵۳)

درسِ ہدایت

آج مسلمان کیسا برائے نام مسلمان رہ گیا ہے، بجائے اس کے کہ لوگ قریب آئیں...... غیر مسلم اسلام قبول کریں...... مسلمان خود عمل میں کمزور ہوتا جا رہا ہے...... اپنے سرمایہ حیات کو بھول کر غیروں کا مقلد بنتا جا رہا ہے...... اسلام کے اصولوں کو پس پشت ڈال کر خود ساختہ قوانین کا پابند بنتا جا رہا ہے...... اسلام کی آزادی کو بھول کر اغیار کی غلامی کے چکروں میں پھنستا جا رہا ہے...... اپنے آپ کو نمونۂ کامل بنانے کی بجائے کھوکھلا مجسمہ بن کر رہ گیا ہے...... مگر ایک مسلمان کو ایسی عظیم شخصیت کا کردار (Role) ادا کرنا چاہئے کہ غیر مسلم خود بخود دائرہ اسلام میں کھنچے چلے آئیں۔

ہمسائے کو تکلیف دینے کی مذمت

جس کا پڑوسی برا ہو نہ اس کی جان کی حفاظت ہے...... نہ اس کے مال کی حفاظت ہے...... نہ اس کی عزت کی حفاظت ہے...... ہر وقت جان و مال کا خطرہ

ہے...... برے پڑوسی سے بڑھ کر خدا کی خدائی میں کوئی بلا نہیں ہے...... بہت سے لوگ برے پڑوسی کی وجہ سے اپنا ذاتی مکان چھوڑ کر در بدر دھکے کھا رہے ہیں اور جو برے لوگ ہیں اللہ نے ان کی رسی کو ڈھیلا کیا ہوا ہے تا کہ جو چاہیں سو کریں اور اپنے انجام کو پہنچ جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (پ:۷، الانعام:۴۵)

پس ظلم کرنے والی قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

برے پڑوسی جو ظالم ہیں وہ اپنے ہمسائے کو تنگ کر کے خوش ہوتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ اگر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ میں اپنے ہمسایہ کو تنگ کر سکتا ہوں اور میں اس کی پسلیاں توڑ سکتا ہوں، کوئی مجھے پوچھنے والا نہیں ہے تو شیخ سعدی نے بڑے اچھے انداز میں اس کا جواب یوں دیا ہے۔

مکن برضعیفاں بے چارہ زور
میندیش آخرز تنگی گور

یعنی بے چارے غریب لوگوں پر زور مت لگاؤ اور بے خوف نہ ہو، قبر کی تنگی سے، یعنی اگر تو اس مسکین کی پسلیاں توڑ سکتا ہے تو پھر قبر بھی تیری پسلیاں توڑ سکتی ہے۔

ستم کش گر آہے برآرد زدل
سوز او شعلہٗ در آب و گل

یعنی اگر مظلوم دل سے آہ نکالتا ہے تو وہ کیچڑ اور پانی کو بھی جلا دیتی ہے۔ یعنی کیچڑ اور پانی وہ چیزیں ہیں جن کو آگ نہیں جلاتی لیکن مظلوم کی آہ اس کیچڑ

اور پانی کو بھی جلا دیتی ہے اس لیے برے پڑوسی کی وعید اور برائی میں احادیث آئی ہیں۔

پڑوسی کی بیوی سے زنا......دس عورتوں سے زیادہ زنا کے مترادف

سرکار دو جہاں ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشاد فرمایا: تم زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: حرام ہے۔ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آدمی کا 10 عورتوں سے زنا کرنا اپنے پڑوسی کی بیوی سے گنا کرنے سے کم گناہ ہے۔ پھر دریافت فرمایا: تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے لہٰذا یہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا 10 گھروں سے چوری کرنا اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے سے کم گناہ ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ۹/۲۲۶، الرقم: ۲۳۹۱۵)

درسِ ہدایت

آج کل کی ماڈرن تہذیب نے ایسا ماحول معاشرے کو دے دیا ہے، کہ! عریانی و فحاشی بہت عام ہو چکی ہے۔ آج گھروں میں بیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں۔ اور بے حیائی اتنی عام ہو چکی ہے۔ کہ! پڑوسی کی عورت بھی اپنے ہمسائے سے محفوظ نہیں۔ اور بعض دفعہ تو معاذ اللہ! انسان پڑوسی کی عورت سے بھی زنا جیسے قبیح فعل میں ملوث ہو جاتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیوں آج کے مسلمان سے حیا ختم ہو گئی؟ وہی حیا جو عورت کا زیور اور مرد کی زینت ہے۔ کیوں پیارے آقا کے درس کو

چھوڑ کر شیطان کے بہکاوے میں آ گئے؟ آج ایک ہمسائے کی عزت دوسرے ہمسائے سے محفوظ نہیں، آخر کیوں؟

کیونکہ! اگر درس قرآن ہم نے نہ بھلایا ہوتا...... یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا۔

وہ مومن نہیں...... جس کی برائیوں سے پڑوسی محفوظ نہ رہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کی قسم، وہ ایماندار نہیں، اللہ کی قسم، وہ ایماندار نہیں، اللہ کی قسم، وہ ایماندار نہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون؟ ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْ لَایَأْمَنُ جَارُہٗ بِوَآئِقَہٗ

جس کی ایذا رسانی سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہیں۔

(الترغیب والترہیب، ۲/ ۲۷۱، صحیح بخاری، ص: ۵۰۹، الرقم: ۶۰۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، ۵/ ۵۱۴، الرقم: ۱۶۳۷۲)

دعوتِ عمل

یہ حدیث ہمیں دعوتِ عمل دے رہی ہے۔ کہ! اے مسلمان مومن تب بنو گے۔ جب تمہارا پڑوسی تمہاری ایذا رسانیوں سے محفوظ رہے گا۔ لیکن آج کا مسلمان!

پڑوسی کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے سے گریز نہیں کرتا...... زبان سے اس کی غیبت کرتا ہے...... دل میں اسے اچھا نہیں سمجھتا...... اگر کوئی چیز مانگنے آ جائے...... تو جھڑک دیا جاتا ہے...... تو جو مسلمان پڑوسیوں کو اس طرح کی تکلیفیں دیتے ہیں، انہیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

جس کے شر سے پڑوسی خوفزدہ ہو...... جنت میں داخل نہ ہوگا

سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ آدمی جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔ (الترغیب والترہیب، ۲/۲۷۱، شرح صحیح مسلم، ۱/۴۵۴)

شریر پڑوسی کو سمجھانے کا انوکھا انداز

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اپنے پڑوسی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنا ساز و سامان راستے پر رکھ دو۔'' تو اس نے اپنا سامان راستے پر رکھ دیا۔ جو شخص بھی وہاں سے گزرتا معاملے سے واقفیت پر اس شریر پڑوسی پر لعنت بھیجتا، پس وہ رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی:

یا رسول اللہ ﷺ! لوگ مجھے بہت تکلیف دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تجھے ان سے کیا تکلیف پہنچی ہے؟ اس نے عرض کی: وہ مجھ پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے پہلے اللہ عزوجل نے تجھ پر لعنت بھیجی ہے۔ عرض کرنے لگا: ''میں آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گا'' جب وہ شکایت کرنے والا بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا: اب اپنا سامان اٹھا لو بے شک تمہاری کفایت کر دی گئی ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/۴۰۸، المعجم الکبیر، ۲۲/۱۳۴، الرقم: ۳۵۶)

درسِ ہدایت

جب انسان کسی دوسرے کو تکلیف پہنچا رہا ہوتا ہے تو اسے اندازہ نہیں ہوتا کہ

اس کے اس عمل سے اس پر کیا گزر رہی ہے لیکن پھر جب اسے خود تکلیف پہنچتی ہے تو تب احساس ہوتا ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچانا کتنا غلط ہے۔ اور پھر ہمسایہ تو ہر وقت پاس رہتا ہے۔ دکھ درد کا ساتھی ہوتا ہے۔ خوشی وغمی میں شریک ہوتا ہے اس لیے ہمسایہ کو تکلیف پہنچانا...... اس پر بہتان باندھنا...... اسے مصیبت میں ڈالنا بہت برا فعل ہے۔

❁❁❁❁❁

اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّىْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ ○

❁❁❁❁❁

یتیم کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْکَرِیْمِ ○ اَلَّذِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ ○ اَلَّذِیْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

❀❀❀❀❀

نذرانہ عقیدت بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

اس کرم کا کروں شکر کیسے ادا جو کرم مجھ پہ میرے نبی کر دیا
میں سجاتا تھا سرکار کی محفلیں مجھ کو ہر غم سے رب نے بری کر دیا

ذکر سرکار کی ہیں بڑی برکتیں مل گئیں راحتیں عظمتیں رفعتیں
میں گنہگار تھا بے عمل تھا مگر مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے جنتی کر دیا

لمحہ لمحہ ہے مجھ پہ نبی کی عطا دوستو! اور مانگوں میں مولا سے کیا
کیا یہ کم ہے کہ میرے خدا نے مجھے اپنے محبوب کا امتی کر دیا

جو بھی آیا ہے محفل میں سرکار کی حاضری مل گئی جس کو دربار کی
کوئی صدیق رضی اللہ عنہ فاروق رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ ہوا اور کسی کو نبی نے علی کر دیا

جو در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدا ہو گئے دیکھتے دیکھتے کیا سے کیا ہو گئے
ایسی چشم کرم کی ہے سرکار نے دونوں عالم میں ان کو غنی کر دیا

❋❋❋❋❋

اللہ رب العزت نے انسانوں کو اس دنیا میں بھیج کر طرح طرح کی آزمائشوں سے گزارا اور لوگوں کو آزما کر ان کے مقام و مرتبے کی درجہ بندی کی۔ جو ان آزمائشوں میں کامیاب ہوتا گیا وہ درجات میں بلندی حاصل کرتا گیا۔ اللہ کریم نے ہر انسان کو کسی نہ کسی طرح آزمایا اور امتحان میں ڈال کر دیکھا کہ کون کس کو کتنا حق دیتا ہے۔

کسی کو مال دے کر۔ آزمایا

کسی سے مال لے کر آزمایا

کسی کو شان و شوکت دے کر آزمایا

کسی کو غربت دے کر آزمایا

کسی کو نعمتیں دے کر آزمایا

کسی کو اولاد دے کر آزمایا

اور کسی سے ماں باپ کا سایہ واپس لے کر آزمایا

اللہ کریم نے یتیم سے اُس کے ماں باپ کا سایہ واپس لے کر اسے جس آزمائش میں ڈالا اس کے لیے صبر کرنے پر اجر بھی اتنا ہی زیادہ دیا اور پھر شان اور مرتبے کو بڑھانے کے لیے یتیم کی نسبت اپنے محبوب، جان کائنات کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام سے کردی۔

اللہ کریم نے مالداروں کو مال دے کر آزمایا کہ

وہ یتیم کو دیتے ہیں یا نہیں

معزز لوگوں کو عزت دے کر آزمایا کہ

وہ یتیم کو عزت دیتے ہیں یا نہیں

مقربین کو اپنا قرب دے کر آزمایا کہ

وہ یتیم کو اپنے قریب کرتے ہیں یا نہیں

اس کائنات میں یتیم کی سب سے زیادہ کفالت کرنے والے کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام ہیں کیونکہ آپ کو ہی اللہ نے سب سے زیادہ غنی کر دیا...... آپ ﷺ ہی سب سے زیادہ معزز...... مکرم...... مقرب...... ہیں۔ اور قربان جائیں یتیموں کی نسبت پہ جن کو ایسے کریم آقا نبی اکرم ﷺ سے نسبت حاصل ہے۔

❁❁❁❁❁

یتیم کا معنیٰ

انسانوں میں یتیم اس شخص کو کہتے ہیں جس کا بچپن میں باپ فوت ہو گیا ہو اور حیوانات میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کی بچپن میں ماں فوت ہو گئی ہو اور بعض اہل لغت یتیم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ دونوں فوت ہو گئے ہوں۔

(تبیان القرآن،۱۲/ ۷۵۸)

سرکار ﷺ کو اللہ کریم نے یتیم پیدا فرمایا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۝ (پ:۳۰، الضحیٰ:۶)

(اے حبیب!) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو معزز و مکرم) ٹھکانہ دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ شکم مادر میں ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا۔ پیدا ہوئے تو یتیم تھے، لیکن والدہ ماجدہ نے انتہائی محبت و پیار سے پروان چڑھایا۔ عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو والدہ ماجدہ بھی دار البقاء کو سدھاریں تو آپ ﷺ کی پرورش کی خدمت آپ کے دادا حضرت عبد المطلب نے سنبھالی۔ آٹھ سال کی عمر میں جد محترم بھی داغ مفارقت دے گئے تو یہ سعادت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے حقیقی اور شفیق چچا جناب ابو طالب کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے تادم واپسیں اس خدمت کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

ویسے تو ہر ماں اپنے لخت جگر پر سو جان سے قربان ہوتی ہے...... ہر دادا اپنے متوفی فرزند کے یتیم بچے کو بڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے...... اور چچا کا پیار بھی اپنے فوت شدہ بھائی کے فرزند کے لیے بڑا عمیق ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ ہی بالکل جدا (Different) ہے بچپن سے ہی جو علامات سعادت و نجابت وقتاً فوقتاً

ظاہر ہوتی رہیں اس نے ماں، دادا اور چچا کی محبت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی معصومانہ ادائیں اور پاکیزہ اطوار اور نجابت و سعادت کے وہ آثار جو ہر صبح و مسا نمایاں ہوتے رہتے تھے انہوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی محبوبیت میں اتنا اضافہ کر دیا تھا اور آپ کی قدر و منزلت کو ان حضرات کی نگاہوں میں اتنا بلند فرما دیا تھا جو اور کسی بچے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور یہ ساری ادائے دلبری اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی تھی اس لیے فاٰوی کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ ہم نے اپنی خاص مہربانی سے ان کے دلوں میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت اور ادب واحترام اور قدر و منزلت پیدا فرما دی۔ (ضیاء القرآن، ۵/۵۸۸)

یتیم پیدا ہونا...... سرکار ﷺ کے لیے ایک اعزاز ہے

سورۃ الضحیٰ آیت نمبر 6 میں یتیم کا معنیٰ و مفہوم درج ذیل ہے۔

(1) درشہوار

(2) مخلوقات میں عدیم النظیر

(1) درشہوار

علامہ قرطبی نے مجاہد سے تفسیر نقل کی ہے کہ یہاں یتیم سے مراد درشہوار ہے جو اپنی آب و تاب اور قدر و قیمت میں بے مثال ہوتا ہے۔

(2) مخلوقات میں عدیم النظیر

علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری مخلوقات میں یگانہ اور عدیم النظیر پایا۔ صدفِ امکان کو آپ جیسا موتی آج تک نصیب نہیں ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے آغوشِ رحمت میں آپ کو پناہ دی۔

(ضیاء القرآن، ۵/۵۸۹)

غنا کی دولت سے مالا مال یتیم

اصل غنی وہ ہے جس کا کردار اعلیٰ ہو...... جس کا اخلاق اعلیٰ ہو...... جس کی سخاوت اعلیٰ ہو...... جس کی نوازشیں اعلیٰ ہوں۔ یہ تمام صفات سرور کونین میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ آپ صرف غنی ہی نہیں، غنی کرنے والے بھی ہیں۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

ارشاد خداوندی ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰیO (پ:۳۰، الضحیٰ:۸)

اور اس نے آپ کو (وصال حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذت دید سے نواز کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیال دار پایا (کیونکہ ساری امت حضور کی عیال ہے) تو غنی کر دیا یا آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ ظاہری غنا کی تو صورت یہ تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی جان، اپنا سارا مال حاضر کر دیا اور اپنے تمام رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ اعلان کر دیا کہ یہ مال اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے۔ چاہے تو ابھی تقسیم کر دیں چاہے اپنے پاس رکھیں۔

ام المومنین کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، لیکن حقیقی غنیٰ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ ارزانی فرمائی کہ قلب مبارک کو غنی کر دیا اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دیں اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرمان فرما دیا۔

ایک دن حضور کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے۔ مسلسل فاقہ کشی کے باعث

شکم مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شکم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یارسول اللہ! اپنے رب سے اتنا تو مانگیے کہ یوں فاقوں کی نوبت تو نہ آئے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر میرے جلو میں چلنا شروع کر دیں۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فقر اضطراری نہ تھا بلکہ فقر اختیاری تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے خوب لکھا ہے۔

گزید فقر کی فرماں روائے ملک ابد
بمشت خاک ندارد ہوائے سلطانی

یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس کو ملک ابد کی سروری بخشی گئی ہو وہ مشت خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔

(ضیاء القرآن، ۵/۵۹۱)

جس یتیم کی جانور بھی قدر کریں......اس یتیموں کے والی کی کیا بات ہے!

جانور تو دور کی بات......یتیموں کی قدر تو انسان کو بھی نہیں (اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہِ) کوئی انہیں ڈانٹتا ہے......کوئی لوٹتا ہے......اور کوئی ان کی تحقیر کرتا ہے۔ قربان میں اس در یتیم پہ۔ جن کی جانور بھی تعظیم کرتے ہیں......صرف تعظیم کرتے ہی نہیں بلکہ کرواتے بھی ہیں...... اور وہ بھی دشمنوں سے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار عہد طفولیت میں اپنے دادا جان سے الگ ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے جس سے آپ کی بے چینی بہت بڑھ گئی اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنی شروع کر دی۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کسی گھاٹی میں گھوم رہے تھے۔ اسی اثناء میں ابو جہل اپنی اونٹنی پر سوار

اپنے ریوڑ کو ہانک کر لا رہا تھا۔ اس نے جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا تو اپنی اونٹنی کو بٹھایا۔ اتر کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو جالیا اور اپنے پیچھے بٹھایا اور خود آگے بیٹھا اور اونٹنی کو اٹھنے کا اشارہ کیا، لیکن اونٹنی اٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ جب بڑی کوشش کے باوجود اس نے جنبش نہ کی تو ابوجہل حیران رہ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوت گویائی بخشی اور اس نے کہا۔

يَا اَحْمَقُ هُوَ الْاِمَامُ وَكَيْفَ يَكُوْنُ خَلْفَ الْمُقْتَدِیْ ○

اے بیوقوف! یہ امام ہیں اور امام مقتدی کے پیچھے کھڑا نہیں ہوا کرتا۔

اس نے ناچار آپ کو اٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعے اپنی والدہ تک پہنچایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کے فرعون ابوجہل کے ذریعے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے جد امجد تک پہنچایا۔ (ضیاء القرآن، ۵/۵۹۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم بنانے میں حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم بنایا، اس کی حکمتیں درج ذیل ہیں:

(1) یتیموں کے حال سے واقف رکھنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیموں کا حال معلوم ہو تاکہ آپ یتیموں کے حقوق ادا کریں اور ان کی آسودگی اور ان کے لیے خیر کے حصول کی کوشش کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام ایام قحط میں اس لیے سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے تاکہ وہ بھوکے لوگوں کی بھوک کو بھول نہ جائیں۔

(2) یتیم کی آپ سے نسبت ہو جائے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم رکھا تاکہ یتیم اس وصف میں آپ کا شریک ہو جائے اور

یتیم کی اس لیے تکریم کی جائے کہ آپ بھی یتیم تھے۔

؎ کچھ ہاتھ نہ آئے گا آقا سے جدا ہو کر
سرکار کی نسبت سے توقیر بڑی ہوگی

ہو جائے جو وابستہ سرکار کے دامن سے
ہر چیز زمانے کی قدموں میں پڑی ہوگی

صفا مروہ پہاڑ کی نسبت حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ہے تو صفا مروہ کی سعی حج میں شامل ہوگئی...... مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو عظمت والا ہوگیا...... ازواج مطہرات کی نسبت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو وہ عظمت والی ہوگئیں...... رمضان وہ واحد مہینہ ہے جس کا نام قرآن پاک میں آیا اور قرآن مجید سے نسبت کی وجہ سے ماہ رمضان کو عظمت و شرافت ملی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت کو کسی شرف و عظمت والی چیز سے نسبت ہو جائے وہ قیامت تک شرف والا ہے۔ اسی لیے جس دن اور گھڑی کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور معراج سے نسبت ہے وہ عظمت و شرافت والی ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی روز جمعہ پیدائش پر جمعہ کا دن عظمت والا ہوگیا۔

(مسلم، کتاب: الجمعہ، ص: ۴۲۵، الرقم: ۱۷(۸۵۴)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یتیم ہیں تو یتیموں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت سے ان کی تکریم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

؎ زندگی دا مزا آئے سرکار دے بوہے تے
رب بخشش کر دیندا آ کے یار دے بوہے تے

نسبت پاکاں دی جنت وچ لے جاندی
بھانویں کتا ہووے بیٹھا کوئی غار دے بوہے تے

(3) تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ کا درس دینا

جس شخص کے ماں اور باپ دونوں زندہ ہوتے ہیں، اس کا اعتماد اپنے ماں اور باپ پر ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ماں اور باپ دونوں کو اٹھالیا تاکہ بچپن سے آپ کا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○ (پ:۱۰، الانفال:۴۹)

جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے تو (اللہ اس کے جملہ امور کا کفیل ہو جاتا ہے) بیشک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

(4) پاک دامنی کو ثابت کرنا

عموماً یتیم کی تربیت اور تادیب نہیں ہو پاتی، اس لیے لوگ یتیم کے عیب بہت تلاش کرتے ہیں، سو لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے احوال کو بھی بہت گہری نظر سے دیکھا، لیکن سوائے پاکیزگی اور پاک دامنی کے ان کو کوئی چیز نظر نہیں آئی حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اعلان نبوت کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو آپ کی ذات میں طعن کرنے کی کوئی وجہ نہیں ملی۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (پ:۱۱، یونس:۱۶)

بے شک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

(5) آپ کی تعلیم و تادیب کے لیے...... اللہ کریم کا خود کفیل ہونا

جس کا باپ ہوتا ہے وہ اس کو تعلیم دیتا ہے اور اس کی تادیب کرتا ہے،

آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے آپ کے سر سے باپ کا سایہ اٹھا لیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کی تعلیم اور تادیب کا کفیل اور متولی صرف اللہ تعالیٰ تھا۔

کسی کو تعلیم اس کا باپ دیتا ہے
کسی کو تعلیم اس کی ماں دیتی ہے
کسی کو تعلیم اس کا دادا دیتا ہے
کسی کو تعلیم اس کا چچا دیتا ہے
کسی کو تعلیم اس کا استاد دیتا ہے

قربان جاؤں اپنے پیارے آقا علیہ الصلاۃ و السلام کی قدر و منزلت پر آپ ﷺ کو تعلیم دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

(پ:۵، النساء:۱۱۳)

یتیم کی کفالت کی اہمیت وفضیلت

جنت میں جس مسلمان کو سب سے کم درجہ نصیب ہوگا وہ بھی سوچے گا کہ مجھے جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ ملا ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے اس خوش نصیب کے مقدروں کا جس کو جنت میں سید الانبیاء ﷺ کی سنگت نصیب ہوگی۔

یتیموں کی کفالت...... جنت میں سرکار کی صحبت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا"

میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا اس طرح جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔

اور آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے درمیان کچھ کشادگی فرمائی۔

(صحیح بخاری، کتاب: الطلاق، ص: ۴۵۸، الرقم: ۵۳۰۴، سنن ترمذی، الرقم: ۱۹۱۸، سنن ابوداؤد، الرقم: ۵۱۵۰، مسند احمد، ۵/۳۳۳)

فائدہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (پ:۵، النساء:۶۹)

اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

پتہ چلا کہ

انعام یافتہ بندوں کی رفاقت حسن رفاقت ہے
نبیوں کی رفاقت حسن رفاقت ہے
صدیقوں کی رفاقت حسن رفاقت ہے
شہیدوں کی رفاقت حسن رفاقت ہے
صالحین کی رفاقت حسن رفاقت ہے

جب شہداء...... صدیقین...... صالحین اور انبیاء کی رفاقت، حسین، صدر شک کے قابل ہے تو سید الانبیاء کی رفاقت کا عالم کیا ہوگا۔

قربت جے چاہندے او تسیں در یتیم دی
پھڑ کے کسے یتیم نوں سینے لگا لوو

یتیموں کا کفیل...... مجاہد اور روزے دار کی طرح ہے

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رشتہ دار یا غیر رشتہ دار یتیم کی پرورش کی، میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے۔ اور جس نے تین بیٹیوں کو پالنے کی کوشش کی،

فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ وَكَانَ لَهُ كَأَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ صَآئِمًا قَائِمًا

وہ بھی جنت میں جائے گا اور اسے مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح اجر ملے گا جو دوران جہاد روزہ دار بھی رہا اور نماز بھی قائم کرتا رہا۔

(الترغیب والترہیب، ۲/ ۲۶۵، الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/ ۱۹۶، مجمع الزوائد، ۸/ ۲۸۸، الرقم: ۱۳۴۹۳)

یتیم کو کھلانے پلانے کا صلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو رکھا اور اس کو اپنے کھانے پینے میں شامل کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ سوا اس کے کہ اس کا کوئی ایسا گناہ ہو جس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ (سنن ابن ماجہ، الرقم: ۳۶۷۹، سنن ترمذی، الرقم: 1917)

شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ

جس گھر میں شیطان آئے وہ گھر خطرے میں...... جس بندے کے قریب شیطان آ جائے وہ بندہ خطرے میں...... جس کھانے میں شیطان شریک ہو جائے اس کھانے میں بے برکتی آ جائے۔ آیئے شیطان سے بچنے کا ذریعہ تلاش کریں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس

قوم کے ساتھ ان کے پیالے یا پلیٹ میں کوئی یتیم کھانا کھائے تو شیطان ان کے کھانے کے برتن کے قریب نہیں آتا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (مترجم)، ص: ۲۴۰، مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور)

یتیموں کی خدمت کرنے کا اجر و ثواب

روز محشر ذلت و رسوائی سے بچ جانا...... چہرے کی شگفتگی کا نصیب ہو جانا...... جنتی لباس، خادم اور طرح طرح کے میوہ جات کا حقدار بن جانا...... جلا دینے والی گرمی سے محفوظ ہو جانا...... ایک لافانی اعزاز ہے اور یہ اعزاز یتیم کی خدمت کرنے سے نصیب ہوگا...... آئیے پڑھیے ایمان افروز تحریر۔

یہ جنتی محل کس کا ہے؟

منقول ہے کہ ''کسی خوشحال علوی کے ہاں لڑکیاں تھیں، جب وہ فوت ہو گیا تو شدید فقر نے ان کے ہاں ڈیرے ڈال دیئے یہاں تک کہ انہوں نے جگ ہنسائی کے خوف سے اپنے وطن سے ہجرت کی اور ایک شہر کی متروکہ مسجد (یعنی جس میں لوگوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دی تھی) میں داخل ہو گئیں، ان کی ماں نے انہیں وہاں چھوڑا اور خود ان کے لیے رزق تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑی ہوئی۔

وہ شہر کے ایک مسلمان رئیس کے پاس سے گزری اور اسے اپنا حال بیان کیا لیکن اس نے تصدیق نہ کی اور کہا: ''مجھے اس کی دلیل پیش کرو۔'' اس نے کہا: ''میں مسافر ہوں۔'' لیکن اس مسلمان رئیس نے اس خاتون سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک مجوسی کے پاس سے گزری اور اس سے اپنی لاچارگی بیان کی تو اس نے تصدیق کرتے ہوئے اپنی ایک خاتون کو اس کے ساتھ بھیجا، لہٰذا وہ خاتون اس کو اور اس کی لڑکیوں کو اپنے گھر لے آئی اور ان کی بہت زیادہ عزت کی۔

جب نصف رات گزر گئی تو اس مسلمان نے خواب دیکھا: ''قیامت قائم ہو چکی ہے اور نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کے سر پر ''لواء الحمد'' (یعنی حمد کا جھنڈا) ہے آپ ﷺ کے قریب ہی ایک عظیم الشان محل ہے۔ اس نے عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! یہ محل کس لیے ہے؟'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی بھی مسلمان شخص کے لیے۔'' اس نے عرض کی: ''میں بھی تو مسلمان موحد ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس اس کی دلیل پیش کرو۔''

وہ حیران و ششدر ہو گیا تو آپ ﷺ نے اسے علوی خاتون کا قصہ بیان کیا، چونکہ وہ آدمی اس علوی خاتون کو دھتکار چکا تھا لہٰذا شدت غم والم میں بیدار ہوا اور انہیں تلاش کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اسے ایک مجوسی کے گھر میں اس کے موجود ہونے کا پتہ چلا، پس اس نے مجوسی سے مطالبہ کیا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا: ''مجھے اس کی برکات حاصل ہو چکی ہیں۔ مسلمان نے کہا:

''یہ ایک ہزار (1000) دینار لے لو اور وہ علوی خاتون میرے حوالے کر دو۔'' لیکن اس مجوسی نے پھر بھی انکار کر دیا، تو مسلمان نے اس مجوسی کو ایسا کرنے سے متنفر کرنے کی کوشش کی لیکن اس مجوسی نے اس سے کہا: ''جو تم چاہتے ہو میں اس کا زیادہ حقدار ہوں اور وہ محل جو تم نے خواب میں دیکھا ہے میرے لیے بنایا گیا ہے۔ کیا تم مجھ پر اپنے اسلام کی وجہ سے فخر کرتے ہو۔

اللہ عزوجل کی قسم! میں اور میرے گھر والے اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ اس علوی خاتون کے ہاتھ پر اسلام قبول نہ کر لیا اور میں نے بھی تمہارے خواب کی مثل خواب دیکھا ہے اور مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا: ''علوی خاتون اور اس کی بیٹیاں تیرے پاس ہیں؟''

میں نے عرض کی: ''جی ہاں، یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ محل تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے ہے۔''

آخرکار وہ مسلمان چلا گیا اور اس کے حزن وملال کو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/ ۷۹۸، علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر، ص: ۱۱۰، مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور)

انعامات ہی انعامات

یتیموں، مسکینوں اور اسیروں کو کھلانے پلانے اور پھر صبر کا مظاہرہ کرنے پر اللہ کریم نے بے مثل و بے مثال انعامات تیار کر رکھے ہیں۔ جن کا تصور کر کے ہی بندے کا سینہ ٹھنڈک محسوس کرنے لگتا ہے آیئے وہ انعامات پڑھ کر ایمان تازہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا○

عَلٰی حُبِّهٖ کی تفسیریں

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج (پ:۱، البقرۃ:۱۷۷)

اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرنے) میں خرچ کرے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: ''عَلٰی حُبِّهٖ'' کی دو تفسیریں ہیں:

پہلی تفسیر

ایک یہ کہ ''حُبِّهٖ'' کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، وہ اللہ سے محبت کی وجہ سے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

دوسری تفسیر

دوسری تفسیر یہ ہے کہ "حُبِّہٖ" کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے یعنی اس کے باوجود کہ اس شخص کو طعام کی خواہش ہو اور اسے کھانے کی ضرورت ہو، پھر بھی وہ مسکین، یتیم اور قیدی کی ضرورت کو اپنی محبت اور خواہش پر ترجیح دے اور ایثار کرے۔ (تبیان القرآن،۱۲/۴۴۲)

یتیموں، مسکینوں اور اسیروں کو کھانا کھلانے میں غرضیں

پہلی غرض (رب کی رضا)

پہلی غرض اللہ کی رضا کا حصول ہے جس کو انہوں نے اپنے اس قول سے ظاہر کیا: "ہم تو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں۔" یعنی یہ کام وہ محض اللہ تعالیٰ کی محبت میں کرتے ہیں۔ اپنے قول یا اپنے طرز عمل سے ان پر یہ بات واضح کر دیتے ہیں کہ اس خدمت کا وہ ان سے کوئی معاوضہ نہیں مانگیں گے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ وہ اظہار تشکر کریں اور لوگوں کے سامنے ان کی سخاوت کا تذکرہ کریں۔ انہوں نے یہ کام محض اپنے رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔

درسِ ہدایت

کسی کے ساتھ نیکی کر کے نہ اس سے نیکی کا معاوضہ طلب کرنا چاہئے نہ اس کی تعریف وتوصیف کا منتظر رہنا چاہیے۔

انسان جب کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے تو کبھی تو وہ نیکی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے اور ان ابرار کی یہ نیکی ایسی ہی تھی اور کبھی یہ نیکی کسی صلہ کی طلب اور ستائش کی چاہت کے لیے ہوتی ہے، اول الذکر نیت محمود ہے اور ثانی الذکر نیت مذموم ہے اور اس کے مذموم ہونے پر دلیل یہ آیت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ (پ:۳، البقرہ:۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات (بعدازاں) احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کرلیا کرو جو مال لوگوں کے دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔

دوسری غرض (خوف قیامت سے تحفظ)

ہمیں پتہ ہے ایک بہت سخت...... بہت کرخت...... ہولناک...... شدید گرم...... بہت طویل...... اور مصائب وآلام کے خطرات سے پر دن آنے والا ہے جس کی ہولنا کیوں کا تصور کر کے ہمارے دل آج بھی لرز رہے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے رب کو خوش کرلیا تو ہمیں یقین ہے کہ قیامت کے روز ہمیں کوئی کھٹکا نہ ہوگا۔

﴿یتیموں، مسکینوں کو کھانا کھلانے اور صبر کرنے والوں کے لیے جنت میں ملنے والے انعامات﴾

اس دنیا فانی میں۔ ہم سالہا سال کماتے ہیں پھر جا کر گھر تعمیر ہوتے ہیں مگر ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا نصیب نہیں ہوتا...... مدتوں دولت جوڑتے رہتے ہیں پھر کہیں سونا نصیب ہوتا ہے مگر ہمیشہ پہننا نصیب نہیں ہوتا آیئے اس گھر کی طرف جس میں بقاہی بقا ہے...... آیئے اس زیور کی طرف جس میں حسن ہی حسن ہے۔

دو جنتیں عطا ہوں گی

ابرار کو دو جنتیں عطا ہوں گی ایک جنت وہ دی جائے گی جس میں ان کو ریشمی لباس پہنایا جائے گا اور اس جنت میں ان کو گرمی اور سردی سے بھی محفوظ رکھا جائے

گا اور دوسری جنت ایسی دی جائے گی جس میں درختوں کے سائے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اللہ تعالیٰ اسے دو جنتیں عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (پ:۲۷، الرحمٰن:۴۶)

اور جو شخص اپنے رب کے حضور (پیشی کے لیے) کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔

سو ان ابرار کو بھی دو جنتیں دی جائیں گی۔ (تبیان القرآن ۱۲/ ۴۴۸)

ہول قیامت سے محفوظ

جن لوگوں کی یہ صفات ہوں گی اللہ تعالیٰ انہیں ہول قیامت سے محفوظ (Safe) رکھے گا۔ قیامت کے دن وہ پریشان حال نہیں ہوں گے۔ قیامت کے ہولناک منظر سے ان کو وحشت نہیں ہوگی۔

چہروں کی شگفتگی

ان کے چہرے پھول کی طرح تر و تازہ (Fresh) ہوں گے۔ ان کے دل شاداں و فرحاں ہوں گے۔ ان کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ (پ:۴، آل عمران:۱۰۶)

ریشمی لباس

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۝

ان کو ریشمی لباس پہنایا جائے گا۔ جس میں نہ سردی کا ڈر ہو گا نہ گرمی کا۔ اور خوبصورت ریشمی لباس میں ان کے چہرے دمک رہے ہوں گے۔

گرمی، سردی سے بچاؤ

لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا ۝

وہ مسہریوں پر یا مسندوں پر ٹیک لگائے ہوئے جنت میں بیٹھے ہوئے ہوں گے، وہاں کی ہوا معتدل ہوگی۔ سرد ہوگی نہ گرم۔ جنت میں خود بخود روشنی ہوگی، اس لیے وہاں نہ سورج کی ضرورت ہوگی نہ چاندی کی۔

درختوں کے سائے اور پھل

ان کو درختوں کے سائے نصیب ہوں گے۔ اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے یعنی اگر وہ کھڑے ہوں گے تب بھی خوشوں سے پھل توڑ سکیں گے اور اگر اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوں یا مسہریوں پر لیٹے ہوں تب بھی خوشوں سے پھل توڑ سکیں گے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَ دَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا ۝ (پ:۲۹، الدھر:۱۴)

اور (جنت کے درختوں کے) سائے ان پر جھک رہے ہوں گے اور ان کے (میووں کے) گچھے جھک کر لٹک رہے ہوں گے۔

(تبیان القرآن، ۱۲/۴۴۸)

چاندی کے برتن

ان کے لیے شفاف چاندی کے برتن ہوں گے، شفاف وہ چیز ہوتی ہے جس کے آر پار دیکھا جا سکے اور چاندی کثیف ہوتی ہے، اس کے آر پار نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی چاندی ایسی ہی ہوتی ہے لیکن جنت کی چاندی اور جنس کی ہوگی۔ اس کے آر پار دیکھا جا سکے گا۔

(تبیان القرآن، ۱۲/۴۴۹)

شراب طہور

شراب کی ایک قسم وہ ہوگی جس میں کافور کے چشمے کا پانی ملا ہوگا۔ دوسری وہ جس میں زنجبیل کے چشموں کا پانی ملا ہوگا۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں دو ایسی خصوصیتیں ہیں جو پہلی دو قسموں میں نہیں پائی جاتیں۔ اس شراب کو شراب طہور کہا گیا ہے۔

جنت کی شراب بہت زیادہ پاکیزہ ہوگی، اور وہ دنیا کی خمر (انگور کی شراب) کی طرح نجس نہیں ہوگی۔ اور اس کو بنانے میں ناپاک اور نجس ہاتھوں کا استعمال نہیں ہوا ہوگا۔ اور جسم کے مسامات سے جو پسینہ نکلے گا اس میں بھی نجس شراب کی بو نہ ہوگی بلکہ مشک کے پسینہ کی خوشبو آرہی ہوگی۔

اس شراب کو پلانے والا خود رب العالمین ہے۔ سابقین اور مقربین کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سے شراب طہور کے بھرے ہوئے پیالے بلاواسطہ پلائے گا۔ درمیانی درجے والوں کو فرشتے پلائیں گے اور عام لوگوں کے ساقی غلمان ہوں گے۔ جب وہ بہشت کی شراب کو پئیں گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست ہو جائیں گے۔ پردوں کو الٹ دیں گے۔ بے چون و چگونہ و بے جہت حق تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

(تبیان القرآن ۱۲/۴۵، ضیاء القرآن ۵/۴۴۸)

خادم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ○ (پ:۲۹، الدھر:۱۹)

اور ان کے اردگرد ایسے (معصوم) بچے گھومتے رہیں گے جو ہمیشہ اسی

حال میں رہیں گے تو انہیں بکھرے ہوئے موتی گمان کریں گے۔

ان کی خدمت کے لیے جو خدام مقرر ہوں گے وہ بھی بڑے سلیقہ شعار اور ادا شناس ہوں گے۔ صراحی سے جام میں اتنی مقدار میں شراب انڈیلیں گے جتنی پینے والا چاہے گا۔ جتنی اس کی خواہش ہوگی۔ اناڑی نہ ہوں گے۔ جس کو چند گھونٹ کی خواہش ہو اسے چھلکتا گلاس دے دیں اور جو زیادہ پینا چاہتا ہوں، اسے چند قطروں پر ٹرخا دیں۔ جن کی دلداری اور عزت افزائی مقصود ہے وہ ان کی خواہشات کا پورا پورا احترام کریں گے۔

لڑکے ہر وقت ان کی خدمت بجالانے کے لیے اور ان کے احکام کی تعمیل کے لیے ان کے آگے پیچھے پھرتی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ مرور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی شکل وصورت اور ان کے رنگ روپ میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی اور جب وہ جنت کے مرغزاروں میں اہل جنت کی خدمت میں ادھر ادھر بھاگے پھر رہے ہوں گے تو یوں معلوم ہوگا کہ کوئی موتیوں کی لڑی ٹوٹ گئی ہے اور اس کے تابندہ اور رنگ رنگیلے موتی ادھر ادھر لڑھکتے چلے جا رہے ہیں۔ (ضیاء القرآن، ۵/۴۴۷)

عظیم مملکت/سلطنت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی بیان کرنے والا جنت کی نعمتوں کے حسن اور ان کی پاکیزگی کو کما حقہ بیان نہیں کر سکتا، اہل جنت میں سے جو شخص ادنیٰ درجہ کا ہوگا تو وہ دیکھے گا کہ اس کا ملک ایک ہزار سال کی مسافت کو محیط ہے اور دور والے کو اسی طرح دیکھے گا جیسے وہ قریب والے کو دیکھ رہا ہوگا اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کریں گے تو وہ ان کو فوراً حاصل ہو جائے گی۔ ان کی عظیم سلطنت ہوگی۔ اللہ کا ولی اپنے گھر میں آرام کر رہا ہوگا۔ پھر اللہ کا فرستادہ اس کے پاس عمدہ پوشاک، لذیذ کھانے اور مرغوب مشروبات لے کر آئے گا اور اس کی اجازت سے اس کے

گھر میں داخل ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے مکرم اور مقرب فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں نہیں آسکیں گے۔ اس سے بڑھ کر ان کی نعمتیں اور ان کی عظیم سلطنت اور کیا ہوگی۔

(تبیان القرآن، ۱۲/۴۵۰)

سونے اور چاندی کے کنگن

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ (پ:۲۹، الدھر:۲۱)

اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (پ:۱۵، الکہف:۳۱)

ان لوگوں کے لیے ہمیشہ (آباد) رہنے والے باغات ہیں (جن میں) ان (کے محلات) کے نیچے نہریں جاری ہیں انہیں ان جنتوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

ان آیات میں کوئی تعارض نہیں۔ اہل جنت کو سونے اور چاندی کے کنگن بہ یک وقت پہنائے جائیں گے یا کبھی سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور کبھی چاندی کے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انسانوں کی طبیعتیں اور مزاج مختلف ہوتے ہیں، بعض لوگ چاندی پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ سونا پسند کرتے ہیں، جنت میں دونوں قسم کے کنگن ہوں گے۔ جس کو سونا پسند ہوگا وہ سونے کے کنگن پہنیں گے اور جن کو چاندی پسند ہوگی وہ چاندی کے کنگن پہنیں گے۔

(تبیان القرآن، ۱۲/۴۴۸)

جنت میں استقبال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کرلیں گے، اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمام نعمتیں تمہارے لیے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے لیے تمہارے واسطے تیار کیا تھا۔ باوجود اس کے کہ تمہارے اعمال کم تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو تمہارے اعمال کی جزا میں تیار فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کی زبان سے یہ کہلوائے گا کہ وہ اہل جنت سے کہیں۔

سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ ۝ (پ:۱۳، الرعد:۲۴)

(انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارکباد (دیتے ہوئے کہیں گے:) تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس (اب دیکھو) آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔

کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا ہَنِیۡٓـئًۢا بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِی الۡاَیَّامِ الۡخَالِیَۃِ ۝

(پ:۲۹، الحاقہ:۲۴)

(ان سے کہا جائے گا:) خوب لطف اندوزی کے ساتھ کھاؤ اور پیو ان (اعمال) کے بدلے جو تم گزشتہ (زندگی کے) ایام میں آگے بھیج چکے تھے۔

اہل جنت سے فرشتوں کے اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ اہل جنت کو مزید خوش اور مسرور کیا جائے کیونکہ جب مجرم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کو بتایا جاتا ہے: یہ تیری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے تاکہ اس کے غم اور افسوس میں اور اضافہ ہو، اسی طرح ابرار اور نیکی لوگوں کو انعامات دے کر یہ بتایا جائے گا کہ یہ تمہاری اطاعت اور عبادات کا صلہ ہے تاکہ ان کی مسرت اور شادمانی میں اور زیادتی ہو۔ (تبیان القرآن،۱۲/۴۵۱)

اعمال کی مقبولیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ○

(پ:۲۹، الدھر:۲۲)

بیشک یہ تمہارا صلہ ہوگا اور تمہاری محنت مقبول ہو چکی۔

یہ نوازشیں، یہ عنایتیں تمہارے ان مخلصانہ اعمال کی جزاء ہیں اور تمہیں مبارک ہو کہ اس کریم ورحیم نے محض اپنے رحم وکرم سے تمہارے ناقص اعمال کو قبول فرما لیا ہے۔ ایک بندے کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کا اور کیا مقام ہوگا جب اسے یہ مژدہ سنایا جائے گا۔ (ضیاء القرآن، ۵/۴۴۸)

کسی مومن کو خوش کرنا..... سرکار دو جہاں کی نظر میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ○ (پ:۲۱، الاحزاب:۶)

یہ (نبی مکرم ﷺ) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواج (مطہرات) ان کی مائیں ہیں، اور خونی رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دیگر) مومنین اور مہاجرین کی نسبت (تقسیم وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو، یہ حکم کتاب (الٰہی) میں لکھا

ہوا ہے۔

نبی کریم ﷺ چونکہ مومنوں کی جانوں سے بھی قریب ہیں اس لیے آپ کو اپنی امت سے بے پناہ پیار ہے یہی وجہ ہے کہ کسی مومن کے گناہ کرنے پر سرکار ﷺ رنجیدہ ہوجاتے ہیں کیونکہ گناہ پر سزا کی وعیدیں ہیں۔ اسی طرح کسی مومن کو پہنچنے والی پریشانی پر آپ پریشان ہوجاتے ہیں۔ اتنی تکلیف تو جان محسوس (Feel) نہیں کرتی جتنی تکلیف سرکار ﷺ محسوس کرتے ہیں کیونکہ ہوئے جو جانوں سے بھی قریب۔

تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ کسی مومن کو خوش کرنے سے ہمارے پیارے رسول ﷺ انتہائی فرحت وانبساط محسوس کرتے ہیں۔ جب کسی عام مومن کو خوش کرنے سے سید الانبیاء ﷺ خوش ہوتے ہیں تو یتیم کو خوش کرنے پر کتنا خوش ہوتے ہوں گے۔ یتیموں کو حضور اکرم ﷺ سے بڑی قریبی نسبت حاصل ہے۔ رحمت کائنات ﷺ کو یتیم پیدا کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو یتیموں سے زیادہ لگاؤ ہو۔ کسی کو راضی وخوش کرنے کا اجر وثواب کیا ہے۔ آیئے پڑھیے! اور یتیموں کو رنجیدہ کرنے کی بجائے راضی وخوش کیجیے۔

بندۂ مومن کو خوش کرنا...... سرکار کو خوش کرنے کے مترادف ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَرَّنِیْ بَعْدِیْ فَقَدْ سَرَّنِیْ فِیْ قَبْرِیْ، وَمَنْ سَرَّنِیْ فِیْ قَبْرِیْ سَرَّہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

''جس شخص نے میرے (وصال کے بعد) کسی مسلمان کو خوش کیا، اس نے مجھے میری قبر میں خوش کیا اور جس نے میری قبر میں مجھے خوش کیا، اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کو خوش کرے گا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۲۲۸، مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور)

مومن کے دل کو خوش کرنا......سب سے پسندیدہ عمل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ عزوجل سے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: یا محمد! نیکی کے کاموں کو کثرت سے کرو کیونکہ نیکی کے کام بچھاڑے جانے کی بری جگہوں (تباہیوں) سے بچاتے ہیں اور فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جو عمل پسند ہے، وہ کسی مومن کے دل کو خوش کرنا ہے۔ (ایضا ص: ۲۲۷)

تمام کام سنوارنے والی نیکی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی پریشان حال آدمی کی مدد کرتا ہے، اللہ عزوجل اس کے لیے تہتر (۷۳) ایسی بخششیں لکھ دیتا ہے کہ ان میں سے ایک بخشش سے اس کے تمام کام سنور سکتے ہیں اور قیامت کے دن اس کو بہتر (۷۲) مرتبے عطا فرمائے گا۔ (ایضا)

اللہ کریم سے ملا دینے والا عمل

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ اپنی ایک نیکی کے ساتھ مجھ سے ملا ہے، پس میں نے اس کے لیے اپنی جنت کو مباح کر دیا ہے (اور اس میں داخلہ کی اجازت دے دی ہے) حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! وہ کون سی نیکی ہے جس کے ساتھ تیرا بندہ تجھ سے ملا اور تو نے اس کے لیے جنت کو مباح کر دیا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلٰی عَبْدِی الْمُؤْمِنِ"

''میرے ایک مومن بندے کے دل کو خوش کرنا۔'' (ایضاً،ص:۲۲۹)

آ تجھے وحشت سے بچاؤں......اور جنت میں تیری منزل دکھاؤں

حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی انسان کو خوشی پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سرور اور خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرما دیتا ہے، پھر جب اس خوشی پہنچانے والے شخص کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس وہ فرشتہ آتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے: کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہ سرور اور خوشی ہوں جو تم نے دنیا میں فلاں شخص کو پہنچائی تھی، میں تیرے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ تجھے وحشت سے بچاؤں اور تیری غم خواری کروں اور تجھے حجت کی تلقین کروں (یعنی منکر نکیر کو جواب دینا سکھاؤں) اور تجھے قیامت کے مشاہدات کا مشاہدہ کراؤں اور تیرے لیے تیرے پروردگار کی بارگاہ میں سفارش کروں اور تجھے تیری وہ منزل دکھاؤں جو تجھے جنت میں ملے گی۔ (ایضاً)

درسِ عمل

قبر کیڑے مکوڑوں کا گھر ہے......انتہائی خوفناک جگہ ہے......اندھیروں کا گھر ہے......لرزا دینے والا منظر ہے......تنہائی کا مقام ہے......ایسی جگہ ہے جہاں انسان بے یار و مددگار ہوتا ہے، ایسی صورت میں کسی ایسے سہارے کی تلاش ہوتی ہے جو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ تو جس نے زندگی میں کسی کو خوش کیا ہوگا، اللہ اس کو قبر میں خوش کرے گا......جس نے زندگی میں کسی کو سرور پہنچایا ہوگا، اللہ اس کو قبر میں سرور پہنچائے گا اور اسے منزل مقصود تک پہنچائے گا۔

یتیموں سے حسن سلوک کی فضیلت

حسن سلوک ایسے الفاظ ہیں جن کو پڑھ کر ہی دل میں ٹھنڈک محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ اس کی نسبت اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ سے ہے۔ اللہ بھی حسن سلوک فرماتا ہے اللہ کے رسول بھی حسن سلوک کرتے ہیں۔ حسن سلوک کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (پ:۲، البقرہ:۲۲۰)

سب سے اچھا گھر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔

(تبیان القرآن، ۲/۵۴۷، سنن ابن ماجہ، ۴/۱۹۳، الرقم: ۳۶۷۹)

دعوتِ فکر

ہمارے نزدیک سب سے اچھا گھر وہ ہے جو ڈبل/ٹرپل سٹوری ہو...... جس میں سنگ مرمر لگا ہو...... جس میں تمام سہولتیں میسر ہوں...... جو شان و شوکت والا ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ سب سے اچھا گھر وہ ہے جس کو اللہ کے حبیب ﷺ نے اچھا کہا ہے۔ اور ایسا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے حسن سلوک کیا جائے یتیم کی عزت و تکریم کی جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا یتیموں سے حسن سلوک

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ایک گاؤں سے گزر ہوا جہاں کے باشندوں نے ان کی طلب کے باوجود ان کی مہمان نوازی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ وہاں ایک دیوار جھکی ہوئی دکھائی دی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی گری ابھی گری۔ حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا تو اس کی مرمت کر کے درست کر دیا اور کسی مزدوری کا مطالبہ بھی نہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ بھی عجیب ہیں۔ گاؤں والوں نے تو اتنی بے مروتی کا ثبوت دیا کہ ہمیں سوکھی روٹی تک نہ دی اور آپ ہیں کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار کو بلا معاوضہ درست کرتے جا رہے ہیں۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ (پ:۱۶، الکہف:۸۲)

اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں (رہنے والے) دو یتیم بچوں کی تھی۔

درسِ ہدایت

ہمارے ساتھ کوئی اگر بدسلوکی کرے تو ہم اپنا ذہن بنا لیتے ہیں کہ ہم اس سے بدلہ لے کر چھوڑیں گے...... زندگی میں کبھی اس کے کام نہ آئیں گے...... اگر موقع ملا تو اس کو سبق سکھائیں گے...... جو اس نے ہمارے ساتھ کیا ہم اس سے بھی برا اس کے ساتھ کریں گے مگر حضرت خضر علیہ السلام نے گاؤں والوں کی بدسلوکی کے باوجود...... ان کے برے رویے (Mis behave) کے باوجود...... اس گاؤں کے دو بچوں کی گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر دیا اور اس کام کا معاوضہ بھی طلب نہ کیا صرف اس وجہ سے کہ وہ دیوار یتیم بچوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان یتیم بچوں کے لیے خزانہ موجود تھا جو ان یتیم بچوں کی زندگی میں ان کے کام آنا تھا۔

جیسا کرو گے...... ویسا بھرو گے (Tit for tat)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ (پ:۴، النساء:۹)

اور (یتیموں سے معاملہ کرنے والے) لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے تو (مرتے وقت) ان بچوں کے حال پر (کتنے) خوفزدہ (اور فکر مند) ہوتے، سو انہیں (یتیموں کے بارے میں) اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور (ان سے) سیدھی بات کہنی چاہئے۔

اس آیت کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ جس کی گود میں یتیم بچہ ہو وہ اس سے بات چیت بھی نرم لہجے میں کرے لہٰذا اسے اے بیٹے کہہ کر پکارے جس طرح اپنی اولاد کو پکارتا ہے اور اس کے ساتھ نیکی اور احسان کرے اور اس کے مال کا خیال رکھے۔

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بعض لوگ مریض سے یہ کہتے ہیں کہ تمہاری اولاد تمہارے مرنے کے بعد نیکیاں نہیں کرے گی جن سے تم کو آخرت میں ثواب پہنچے تو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے دو یا صدقہ و خیرات کر دو، یا کسی نیک کام میں صرف کر دو، یہ لوگ مرنے والے کو وصیت کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کی اولاد کو ترکہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بھی صاحب اولاد ہو تم یہ سوچو کہ اگر کوئی شخص تمہاری اولاد کو تمہارے ترکہ سے محروم کرنے کی کوشش کرتا تو تم پر کیا گزرتی؟

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں یتیم کے ولی سے یہ فرمایا ہے کہ وہ یتیم کی جان اور مال کے ساتھ انصاف اور احسان کریں اور یتیم کے مال کو جلدی جلدی ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اگر وہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائیں تو ان کے یتیم بچوں کا ولی ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اس لیے وہ اپنے انجام سے ڈریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں اور ہمیشہ سچی اور صحیح بات کہیں۔

(تبیان القرآن، ۲/ ۵۸۸، بحوالہ، جامع البیان، ۴/ ۱۸۳-۱۸۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

''اے داؤد! یتیم کے لیے مہربان باپ کی طرح اور بیوہ عورت کے لیے شفیق خاوند کی طرح ہو جاؤ اور جان لو کہ جیسا بیج ڈالو گے، اسی قسم کی فصل کاٹو گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سلوک تم کرو گے تمہارے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا جائے گا یعنی جب تمہارا انتقال ہوگا تو لازماً تمہارے بچے بھی یتیم اور بیوی بیوہ ہو جائے گی۔

(علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر (اردو)، ص: ۱۰۹، مطبوعہ: فرید بک سٹال لاہور، الزواجر عن اقتراف الکبائر (اردو)، ۱/ ۷۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو بروز قیامت عذاب نہ دے گا جو یتیم پر رحم کھائے اور اس سے نرم گفتگو کرے اور اس کی یتیم اور کمزوری پر رحم کھائے۔

(المعجم الاوسط، ۸/ ۳۴۶، الرقم: ۸۸۲۸)

عرش کا سایہ پانے والا..... خوش نصیب کون ہے؟

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی ایک دعا میں یوں عرض کیا: یا اللہ! جو شخص تیری رضا

حاصل کرنے کی غرض سے یتیم بچے اور بیوہ عورت کو اپنے ساتھ ملائے، اس کا بدلہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی جزا یہ ہے کہ جس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، میں اسے اپنے سائے کے نیچے جگہ دوں گا یعنی قیامت کے دن اسے اپنے عرش کے سائے میں رکھوں گا۔

(علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر (اردو)، ص:۱۰۹)

دعوتِ فکر

ایک خوفناک دن جب پل صراط بچھایا جا چکا ہوگا...... جنت لائی جا چکی ہے...... جہنم میدان حشر میں غصے سے پھٹ رہی ہے...... اس کا دھواں اٹھ رہا ہے...... اس کی لپٹ اٹھ رہی ہے...... بڑے بڑے محلات کے برابر اس کے انگارے باہر نکل رہے ہیں...... اور وہ غصے سے پھٹی جا رہی ہے...... غصے سے چنگھاڑ رہی ہے...... چیخ رہی ہے...... انسان کا کلیجہ تھر تھر کانپ رہا ہے...... اس دن وہ شخص خوش نصیب ہوگا جسے اللہ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا اور وہ خوش نصیب شخص وہ ہوگا جس نے کسی یتیم بچے کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا ہوگا۔ یتیم کی عزت و تکریم کی ہوگی۔ کسی بیوہ کو سہارا دیا ہوگا۔

جنت نصیب ہو جائے گی

حضرت مالک بن عمرو قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا، وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے فدیہ ہو جائے گا، اس غلام کی ہر ہڈی اس کی ہڈی سے فدیہ ہو جائے گی اور جس نے کسی یتیم بچے کو مسلمان ماں باپ کے ساتھ ملایا، اس کے کھانے پینے تک حتیٰ کہ اللہ نے اس یتیم کو غنی کر دیا، اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ (مسند احمد، ۳۱/ ۳۷۵، الرقم: ۱۹۰۳۰، شعب الایمان، الرقم: ۱۳۰۳۱)

اس کو چھوڑ دو...... میں نے اس کو معاف کر دیا ہے

ایک بزرگ کا واقعہ منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: میں شروع شروع میں گناہوں میں مبتلا رہتا اور شراب پیتا تھا، ایک دن مجھے ایک یتیم فقیر بچہ مل گیا۔ میں نے اسے ساتھ لے لیا اور اس سے حسن سلوک کیا، اس کو کھانا کھلایا، لباس دیا، اسے حمام میں لے گیا، اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو درست کیا اور اس کو یوں اعزاز دیا جس طرح کوئی شخص اپنے بچے سے کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس کے بعد ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا قیامت قائم ہے اور مجھے حساب کے لیے بلایا گیا ہے، پھر مجھے میرے گناہوں کے باعث جہنم میں لے جانے کا حکم دیا گیا۔ دوزخ کے فرشتے مجھے جہنم کی طرف لے جانے کے لیے پکڑنے لگے۔ میں ان کے سامنے ایک حقیر اور ذلیل شخص کی طرح تھا جس کو وہ کھینچ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں تو میں نے دیکھا کہ وہی یتیم بچہ مجھے راستے میں ملا اور اس نے کہا:

اے میرے رب کے فرشتو! اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں اپنے رب کے ہاں اس کی شفاعت کروں۔ اس نے مجھ سے اچھا سلوک کیا اور میری عزت کی ہے۔

فرشتوں نے کہا: ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا، اس دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: وہ فرما رہا ہے اسے چھوڑ دو، میں نے اس یتیم بچے کی سفارش اور اس کے ساتھ اس شخص کے حسن سلوک کی وجہ سے اسے معاف کر دیا۔

(علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر (اردو) ص:۱۰۸)

یتیم پروری...... کوئی سیکھے حضور سے

حضور نبی کریم ﷺ یتیم تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آغوش لطف و کرم کو آپ کے لیے کشادہ کر دیا۔ اب دنیا بھر کے یتیموں کے لیے آپ ﷺ کی بے پایاں شفقت و محبت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ کسی یتیم بے نوا پر سختی کرنا، اس پر غصہ ہونا یا اس سے

بے اعتنائی کرنا آپ ﷺ کو ہرگز زیبا نہیں۔ اس یتیم پرور آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے غلاموں کو بھی یتیم پروری کی بڑی تاکید فرمائی۔

آیئے پڑھیئے سرکار دو عالم، یتیموں کے ماویٰ ﷺ کی یتیم پروری کا روح پرور واقعہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ معرکہ موتہ میں شہید ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو طیار کا لقب دیا۔ ان کی شادی سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ ان کے چھوٹے چھوٹے دو بچے تھے۔ جب آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اِئْتِینِی بِبَنِیْ جَعْفَرٍ ''جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔''

بچوں کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ اپنے چچازاد بھائی کے بچوں کو سینے سے لگاتے ہیں۔ اپنی ناک مبارک کو پیار سے ان کے گالوں سے لگایا۔ انہیں بوسہ دیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یتیموں کے ماویٰ حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ہیں۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا پاس کھڑی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھتی ہیں کہ آپ کے پاس جعفر اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کوئی خبر آئی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أُصِيبُوا هٰذَا الْيَوْمَ

''وہ آج شہید ہو گئے ہیں۔''

عورت کے لیے شوہر کا مقام و مرتبہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ وفا اور محبت فطری امر ہے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا سہاگ اجڑ گیا ہے۔ وہ رونے لگیں۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو سبق دیا کہ اگر کسی کے قریبی رشتے دار کا انتقال ہو جائے تو اس کی دلجوئی کریں۔ پس ماندگان کے ساتھ غم خواری کا اظہار کریں، ان کو تسلی دیں۔ ان کے لیے کھانا تیار کریں۔ ان سے تعزیت کریں۔ اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

لَا تَغْفِلُوْا آلَ جَعْفَرٍ مِنْ اَنْ تَصْنَعُوْا لَهُمْ طَعَامًا

''جعفر کے اہل خانہ کے لیے کھانا تیار کرنے میں غفلت نہ کرنا۔''

فَاِنَّهُمْ قَدْ شُغِلُوْا بِاَمْرِ صَاحِبِهِمْ

''وہ سب جعفر کے صدمے سے نڈھال ہیں۔''

اللہ کے رسول ﷺ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو تسلی دے رہے ہیں، فرمایا:

لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ اُدْعُوْا لِيْ بَنِيْ اَخِيْ

''میرے بھتیجوں کو میرے پاس لاؤ اور دیکھو آج کے بعد میرے بھائی پر رونا نہیں۔''

واضح رہے کہ آپ ﷺ نے ان کو صبر کی تلقین کی ہے، ورنہ میت پر آنسو بہانا یا رونا فطری بات ہے۔ اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ ہاں کوئی شخص واویلا کرے، کپڑے پھاڑے اور جاہلیت کی باتیں کرے تو وہ منع اور حرام ہیں۔

آپ ﷺ دونوں بچوں کو باری باری پیار کر رہے ہیں۔ ان کا منہ چوم رہے ہیں۔ ان کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے حجام کو طلب کر کے بچوں کے بال منڈوائے۔ اب دیکھیے، ان بچوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کے کہے ہوئے کلمات تاریخ میں ہمیشہ کے لیے رقم ہو جاتے ہیں سب سے پہلے آپ ''محمد'' کو بلواتے ہیں۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''یہ تو ہمارے چچا ابو طالب سے ملتا جلتا ہے۔'' پھر عبداللہ کو سینے سے لگایا، ارشاد فرمایا:

”یہ تو صورتاً اور سیرتاً میرے مشابہ ہے۔“

کائنات کی سب سے مشفق شخصیت ننھے سے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر دعا فرما رہی ہے:

اَللّٰهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِيْ أَهْلِهٖ وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللّٰهِ فِيْ صَفْقَةِ يَمِيْنِهٖ

”اے اللہ! جعفر کے بعد اس کے گھر والوں کی کفالت فرما اور عبداللہ کی تجارت میں برکت عطا فرما۔“

اللہ کے رسول ﷺ اس دعا کو تین بار دہرا رہے ہیں۔ بچے چھوٹے تھے۔ ان کی عمر اس وقت کم و بیش آٹھ دس سال تھی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو فطری طور پر محتاجی اور فقر کا ڈر تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو بھی تسلی دی اور فرمایا:

اَلْعَيْلَةَ تَخَافِيْنَ عَلَيْهِمْ وَأَنَا وَلِيُّهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

”کیا تم ان کی محتاجی سے ڈرتی ہو؟ گھبراؤ نہیں! میں دنیا اور آخرت میں ان کا سرپرست ہوں۔“

(سنن ابی داود، الرقم: ۴۱۹۲، مسند احمد، ۱/ ۲۰۴، ۶/ ۳۷۰)

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی برکات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (پ: ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

نیکی کی زندگی میں ضرورت ہے

نیکی کی موت کے بعد ضرورت ہے

نیکی کی پل صراط پر ضرورت ہے

نیکی کی حوض کوثر پر ضرورت ہے

نیکی کی میدان محشر میں ضرورت ہے

نیکی کی میزان پر ضرورت ہے
نیکی کی رب کی رضا کے لیے ضرورت ہے
نیکی کی رب کی عطا کے لیے ضرورت ہے
نیکی کی رب کو منانے کے لیے ضرورت ہے
نیکی کی جنت میں جانے کے لیے ضرورت ہے
نیکی کی خود کو دوزخ سے بچانے کے لیے ضرورت ہے
نیکی سرمایۂ حیات ہے نیکی مسرتوں کا سامان ہے
نیکی بخشش کا ذریعہ ہے نیکی قبر کا چراغ ہے
نیکی جنت کی کنجی ہے نیکی خاتمہ باالایمان کا سبب ہے

روز محشر...... لوگ ایک ایک نیکی کی بھیک مانگ رہے ہوں گے...... تڑپ رہے ہوں گے...... بھاگ رہے ہوں گے......

میدان محشر میں رونے اور چلانے کی بجائے...... شرمندگی اٹھانے کی بجائے...... نادم ہونے کی بجائے...... آج یتیم کے سر پر ہاتھ پھیریئے۔ انشاء اللہ عزوجل نیکیوں کے انبار لگ جائیں گے۔

ہر بال کے بدلے...... نیکی ملے گی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہاتھ پھیرا تو اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، اس کی اتنی نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

(تبیان القرآن، ۱۲/ ۷۵۸، بحوالہ، مسند احمد، ۵/ ۲۵۰، حلیۃ الاولیاء، ۸/ ۱۷۸، شرح السنۃ، الرقم: ۳۴۵۶، المعجم الکبیر، الرقم: ۷۸۲۱)

ایک دوسرے مقام پر فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

''اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! جو مسلمان کسی بھی یتیم کی اچھی طرح کفالت اور پرورش کرے گا اور اس کے سر پر دست شفقت رکھے گا، اللہ تعالیٰ یتیم کے سر کے ہر سال کے بدلہ میں اس آدمی کا درجہ بلند فرمائے گا اور ہر بال کے بدلہ میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دے گا اور ہر بال کے بدلہ میں اس کا ایک گناہ مٹا دے گا۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص:۲۱۶)

سنگ دلی کا علاج

ہر خطرناک بیماری کا علاج کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ بیماری لے ڈوبتی ہے۔ سنگ دلی ایک ایسی تباہ کن بیماری ہے جو بندے کی دنیا وآخرت برباد کردیتی ہے۔ آیئے پڑھیئے اور اس بیماری کا علاج کیجیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ (پ:۱، البقرہ:۷۴)

نرم دلی رحمان کی صفت ہے — سنگ دلی شیطان کی صفت

نرم دلی صحابہ کی صفت ہے — سنگ دلی کفار کی صفت

سنگ دل کی نظروں میں

مظلوم کی کوئی اہمیت — نہیں ہوتی

محروم کی کوئی اہمیت — نہیں ہوتی

تڑپتے انسان کی کوئی اہمیت — نہیں ہوتی

روتے انسان کی کوئی اہمیت — نہیں ہوتی

بے بس کی کوئی اہمیت — نہیں ہوتی

بے کس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی
مسکین کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی
یتیم کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی
حضرت ہابیل کو قتل کرنے والا قابیل سنگ دل تھا
خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے والا نمرود سنگ دل تھا
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستانے والا فرعون سنگ دل تھا
حضرت بلال کو گرم ریت پر لٹانے والا امیہ سنگ دل تھا
حضرت عون ومحمد کے سر تن سے جدا کرنے والا سنگ دل تھا
حضرت علی اصغر کو پیاسا تڑپانے والا سنگ دل تھا
حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکنے والے سنگ دل تھے
حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگانے والے سنگ دل تھے
شہدائے کربلا کی لاشوں پہ گھوڑے دوڑانے والے سنگ دل تھے
حضرت حمزہ کا مثلہ کرنے والے سنگ دل تھے
سرکار کو پتھر مارنے والے سنگ دل تھے

سو...... سنگ دلی بہت بڑا عیب ہے۔ آیئے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس عیب سے چھٹکارا پایئے۔

سرکار کی بارگاہ اقدس میں...... سنگ دلی کی شکایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سنگدلی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کھلا اور کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر (اس عمل سے دل کی سختی ختم ہو جائے گی۔ (علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۲۲۱)

تیموں کے مال کی حفاظت کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا○

(پ:۴، النساء:۵)

اورتم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔ ہاں انہیں اس میں سے کھلاتے رہو اور پہناتے رہو اور ان سے بھلائی کی بات کیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ج

(پ:۴، النساء:۶)

درسِ عمل

بندہ اپنے مال سے محبت کرتا ہے کیونکہ مال دنیا کی زینت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔

اسی پیار کی بنا پر بندہ ایک روپیہ بھی ضائع کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ بچوں کو پیسے دے بیٹھیں تو ان کو سنبھال کر رکھنے کی بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ اللہ کریم کی طرف سے ان لوگوں کو تاکید کی جارہی ہے جن کی زیر کفالت یتیم بچے ہوں۔ اگر یتیم بچے چھوٹے ہیں یا سمجھ بوجھ نہیں رکھتے تو ان کو ان کا مال حوالے کر کے ضائع نہ کروائیں اگر ایسا کریں گے تو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں انتہائی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔

یتیموں کا مال کھانے کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ (پ:۴، النساء:۶)

اور ان کے مال فضول خرچی اور جلد بازی میں (اس اندیشے سے) نہ کھا ڈالو کہ وہ بڑے ہو (کر واپس لے) جائیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ (پ:۴، النساء:۲)

اور بری چیز کو عمدہ چیز سے نہ بدلا کرو۔

ایک اور جگہ یہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

(پ:۴، النساء:۲)

اور نہ ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر کھایا کرو، یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

یتیم کا مال کھانے پر انتہائی سخت وعید کی وجہ

ان تمام وعیدوں کا نازل کرنا، یتیموں پر اللہ کی رحمت ہے کیونکہ یتیم کمزور اور بے سہارا ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ توجہ اور التفات کے مستحق ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم، معاف کرنے اور درگزر کرنے والا ہے۔ اس کے باوجود ظلماً مال یتیم کھانے والوں پر اتنی سخت وعید نازل فرمائی کیونکہ یتیم انتہائی درجہ کے بے بس اور بے سہارا تھے اس لیے ان پر ظلم کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وعید بھی بہت سخت ہے۔

(تبیان القرآن،۲/۵۸۹)

یتیم کا مال کھانے کی سزائیں

مونہوں میں آگ کے پتھر

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح ہیں اور ان کو ایسے لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑ رہے ہیں پھر ان کے مونہوں میں ایسے آگ کے پتھر ڈال رہے ہیں جو ان کے دھڑ کے نچلے حصہ سے نکل رہے ہیں۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں اور وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں۔

(تبیان القرآن، ۲/۵۹۰، بحوالہ، جامع البیان، ۴/۱۸۴، الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/۹۵ے، بحوالہ، تفسیر قرطبی، ۳/۳۹)

مونہوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایسے لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے جن کے مونہوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ ظلماً یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔

(تبیان القرآن، ۲/۵۹۰، الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/۹۵ے، بحوالہ مسند ابو یعلیٰ، ۶/۲۷۲، الرقم: ۷۴۰۳)

دوسری جگہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے۔

"جو شخص یتیم کا مال ظلماً کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کے منہ، اس کے کانوں، اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل

رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔
(تبیان القرآن،۲/۵۹۰)

جنت سے محروم رہنے والے بدبخت......کون ہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پر حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل کرے نہ ان کو جنت کی نعمتیں چکھائے۔

(۱) عادی شرابی۔ (۲) سود کھانے والا۔ (۳) یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور (۴) ماں باپ کا نافرمان۔

(تبیان القرآن،۲/۵۹۰، بحوالہ، الدر المنثور،۲/۱۲۴، الزواجر عن اقتراف الکبائر،۱/۲۹۴، مستدرک،۲/۳۳۸، الرقم:۲۳۰۷)

یتیموں کا مال کھانا......مہلک گناہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا۔

(۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا (۷) مسلمان پاک دامن بے قصور عورت پر تہمت لگانا۔

(صحیح بخاری، الرقم:۶۸۵۷، صحیح مسلم، الرقم:۸۹، سنن ابوداؤد، الرقم:۲۸۷۴، سنن نسائی، الرقم:۳۶۷۳)

❁❁❁❁❁
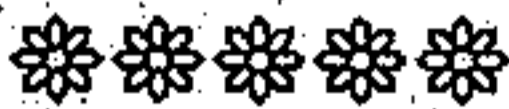
اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ اَخْلَاقِ الرَّذِیْلَۃِ○

خاوند کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ ○ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ ○ اَلَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ ○ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَاَوْلِيَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

وَعَنْ عَلِيٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِى الْكَرَمِ

❋❋❋❋❋

نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونین ﷺ

ہر سمت برستی ہوئی رحمت کی جھڑی ہے
یہ سرور کونین کے آنے کی گھڑی ہے

وہ ابر کرم دشت کو گلزار بنائے
وہ سایۂ رحمت ہے اگر دھوپ کڑی ہے

محبوب کے دربار سے جو مانگو ملے گا
اللہ کی رضا آپ کی چوکھٹ پہ کھڑی ہے

سرکار ﷺ نے حسان کو منبر پہ بٹھایا
آقا کے ثناء خوان کی توقیر بڑی ہے

جب چاہوں ظہوری کروں روضے کا نظارہ
تصویر مدینے کی مرے دل میں جڑی ہے

❁❁❁❁❁

مرد و عورت کے درمیان ازدواجی تعلق ایک ابدی قانون اور سنت الٰہی ہے۔ جس کی بنا پر ہر دو جنس کی فطرت اور طبائع میں باہمی میلان اور کشش ودیعت کی گئی ہے تا کہ یہ تعلق گہری محبت کے زیر سایہ اپنے مطلوبہ مقاصد اور اہداف کی تکمیل کر سکے۔

اسلام دین فطرت اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس طرح اس میں دیگر شعبہ ہائے حیات کی راہنمائی اور سعادت کے لیے واضح احکامات اور روشن تعلیمات موجود ہیں، اسی طرح ازدواجی زندگی اور مرد و عورت کے باہمی تعلقات کے متعلق بھی اس میں نہایت صریح اور منصفانہ ہدایات بیان کی گئی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ایک شادی شدہ جوڑا خوش کن اور پر لطف زندگی کا آغاز کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تعلیمات کسی انسانی فکر و ارتقاء اور جدوجہد کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہیں، جس نے مرد و عورت کو پیدا کیا اور ان کی فلاح و کامرانی کے لیے یہ ہدایات بیان فرمائیں۔

اکثر لوگ ازدواجی راحت و سکون کے حریض اور خواہشمند ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے غلط طرز عمل اور قوانین شرعیہ سے غفلت کی بنا پر طرح طرح کی مشکلات اور مصائب کا شکار ہو کر اپنا سکون و اطمینان غارت کر لیتے ہیں۔ جس سے نہ صرف بذات خود وہ بلکہ ان کے اہل و عیال اور کئی ایک خاندان پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان ازدواجی مصائب اور خانگی مشکلات کے کئی اسباب و وسائل ہیں جن میں سرفہرست احکام شرعیہ سے اعراض، خواہشات کی پیروی ہیں۔

اسلامی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے عورت کو اپنے فرائض کی پہچا

نہیں ہوتی کہ ایک شادی شدہ زندگی میں اس کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں، اگر کوئی عورت اپنے گھر کو امن واطمینان کا گہوارا بنانا چاہتی ہے۔ اور ایک پرسکون ازدواجی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے۔ تو اپنے معاشرتی رہن سہن اور طرز حیات کو اسلامی تعلیمات وارشادات نبوی ﷺ کا پابند بنالے اور اللہ کے نازل کردہ احکامات پر عمل کرے تو دنیا وآخرت کی کامیابی اور فوز وفلاح کی ضمانت مل جائے گی۔

❀❀❀❀❀

وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی (پہلا حق)

بیوی کا یہ فرض ہے کہ شوہر جس وقت بھی اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کو بلائے اور بیوی سے اس کا تقاضا کرے، خواہ حکماً یا اشارۃً تو بیوی کو فوراً بات مان لینی چاہیے (جب کہ کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو) اور شوہر کا یہ عمل اور بیوی کا اس میں ساتھ دینا، دل کے وسوسوں کا ازالہ کر دے گا اور اس مرحلے پر بیوی کی طرف سے ذرا سی غفلت اور کوتاہی شوہر کے لیے بہت سے دینی...... دنیاوی...... جسمانی...... روحانی...... نفسیاتی...... اور طبی لحاظ سے نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔

فرشتوں کی لعنت

حدیث شریف میں ہے۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْمُسَوِّفَاتِ الَّتِیْ یَدْعُوْهَا زَوْجُهَا اِلٰی فِرَاشِهٖ فَتَقُوْلُ سَوْفَ حَتّٰی تَغْلِبَهٗ عَیْنَاهُ

اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے (اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے) ان عورتوں کو جو ''ابھی آئی''، ''ابھی آئی'' کہتی ہیں۔ ایسی عورتیں جن کو ان کا شوہر بلائے اپنے ساتھ لیٹنے کے لیے وہ یہ کہیں ''ابھی آتی ہوں یہاں تک کہ شوہر کو نیند آ جائے۔''

(کنز العمال، ۱۶/۱۶۱، الرقم: ۴۵۰۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! کوئی مرد اپنی عورت کو بلائے اپنے بستر پر اور وہ عورت انکار کر دے تو جو آسمان میں ہیں (یعنی

فرشتے) وہ اس عورت سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔ (مسلم، الرقم:۱۴۳۶)

یہ عمل کرنے پر اجر

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے جو باہمی تعلقات ہوتے ہیں اللہ رب العزت ان پر بھی اجر عطا فرماتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: یارسول اللہ! وہ تو انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تحت کرتا ہے، اس پر کیا اجر؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر وہ ان نفسانی خواہشات کو ناجائز طریقے سے پورا کرتا تو اس پر گناہ ہوتا یا نہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! گناہ ضرور ہوتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

چونکہ میاں بیوی ناجائز طریقے کو چھوڑ کر جائز طریقے سے (نفسانی خواہشات کو میری وجہ سے اور میرے حکم کے ماتحت کر رہے ہیں) اس لیے اس پر بھی ثواب ہوگا۔ (مسلم، الرقم:۱۰۰۶)

وظیفۂ زوجیت سے انکار نہ کرے

خاوند کے حقوق میں سے ہے کہ بیوی جنسی تعلق کے مطالبے پر بغیر شرعی عذر کے انکار نہ کرے۔

وَعَلَيْهَا اَنْ لَا تَمْنَعَهُ لَيْلاً وَّلَا نَهَارًا فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَاِنْ كَانَتْ صَائِمَةً فَلَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تَصُوْمَ اِلَّا بِاِذْنِهِ

بیوی پر لازم ہے کہ وظیفہ زوجیت سے (بغیر عذر شرعی) انکار نہ کرے

دن ہو یا رات اگر چہ (نفلی) روزے سے ہو۔ اور وہ بغیر اجازت خاوند کے نفلی روزہ نہ رکھے۔ (قوت القلوب، ص: ۵۰۵)

خلوت کی باتیں بتانا حرام ہے

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ خدمت اقدس میں حاضر تھیں۔ کچھ مرد اور عورتیں اور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اہلیہ کے ساتھ گزری باتوں کو دوسروں کو بتاتے ہیں۔ بعض عورتیں بھی ایسی ہوتی ہیں جو اپنی سرگزشت اوروں کو بتاتی ہیں۔ لوگ چپ رہے۔ میں نے عرض کیا: ہاں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں اور مرد بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لیکن دیکھو تم ایسا ہرگز نہ کرو۔ وہ شیطان ہوتے ہیں۔ جو راستے میں کسی مادہ شیطان سے مل کر اس سے لپٹ جاتے ہیں اور لوگ انہیں دیکھتے رہتے ہیں۔

(مسند احمد، ۶/ ۴۵۶، ۴۵۷، الرقم: ۲۷۵۸۳، صحیح مسلم، الرقم: ۱۴۳۷)

درسِ ہدایت

افسوس! کہ بعض کا یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کا حسن بھی لوگوں کے سامنے عیاں کرتے ہیں۔ جس سے ان کے دلوں میں اس کا عشق کروٹیں لیتا ہے۔ لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور پھر میل ملاپ کے لیے طرح طرح سے ڈورے ڈالے جاتے ہیں۔ اس بھیانک غلطی کے نتیجہ میں بڑے بڑے المناک واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سے کلی احتراز کرنا چاہیے۔

جماع کے وقت شوہر کیا کہے؟

حدیث شریف میں ہے۔

جب آدمی اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

''اللہ کے نام سے اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ فرما اور جو اولاد ہمیں دے شیطان کو اس سے دور رکھ۔''

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: یہ پڑھ لینے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ انہیں اولاد سے نوازے گا تو شیطان وغیرہ کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب: النکاح، الرقم: ۵۱۶۵)

خاوند کو خوش رکھنا (دوسرا حق)

بیوی کو چاہئے کہ وہ ہر وقت خاوند کی خوشی کا خیال رکھے جن کاموں سے خاوند خوش ہوتا ہے (اگر شریعت کے منافی نہ ہوں) تو وہ کام کرنے کی کوشش کرے۔ خاوند کی خواہشات کو معلوم کرتی رہے اور پسند و ناپسند کا بھی خیال رکھے اور شوہر کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

جنت نصیب ہو جائے گی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

اَیُّمَا امْرَاَۃٍ مَاتَتْ وَ زَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس عورت کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو تو وہ عورت (سیدھی) جنت میں جائے گی۔ (ترمذی، ۱/۲۱۹، الرقم: ۱۱۶۱)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ ط (پ: ۴، آل عمران: ۱۸۵)

جو جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔

درسِ ہدایت

درج بالا حدیث پاک اور آیت مبارکہ کو سامنے رکھا جائے تو سسرال میں زندگی گزارنا عورت کے لیے بہت آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ جب عورت اپنے شوہر کو راضی رکھے گی اور شوہر کی خوشنودی کے لیے صبر کرے گی تو پھر اس کے لیے کوئی مصیبت...... مصیبت نہیں رہے گی...... کوئی پریشانی...... پریشانی نہیں رہے گی...... کوئی آزمائش...... آزمائش نہیں رہے گی۔

خوش کرنے والی عورت...... سعادت مندی کی علامت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

مِنَ السَّعَادَةِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ تَرَاهَا تُعْجِبُكَ وَتَغِيْبُ فَتَأْمَنُهَا عَلٰى نَفْسِهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک بیوی کا مل جانا ایک سعادت مندی ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو وہ تجھے اچھی لگے اور جب تو غیر حاضر ہو تو اسے اپنی ذات (اور تمہارے مال) میں اسے امین پائے۔

(مستدرک حاکم: ۲/۱۶۲)

درسِ ہدایت

مرد جب نیک اور صالح عورت کو دیکھتا ہے تو اسے اچھی لگتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ بہت زیادہ خوبصورت ہو پھر ہی شوہر کو اچھی لگے گی۔ بلکہ وہ شوہر کے حقوق پورے کر کے خود کو خوبصورت بنائے۔ مرد کی نگاہ جب اس پر پڑے تو وہ اچھی

حالت میں ہو چاہے اس کے نصیب میں خوبصورتی کم ہی ہو۔

جب وہ نماز پڑھ رہی ہو گی تو	اچھی لگے گی
جب وہ مسکرا رہی ہو گی تو	اچھی لگے گی
جب وہ جھوٹ نہیں بولے گی تو	اچھی لگے گی
جب وہ بے وفائی نہیں کرے گی تو	اچھی لگے گی
جب وہ شرعی پردہ کرے گی تو	اچھی لگے گی
جب وہ خدمت کرے گی تو	اچھی لگے گی

خاوند دیکھے تو خوش ہو جائے

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُ النِّسَآءِ الَّتِیْ تَسُرُّ زَوْجَهَا اِذَا نَظَرَ اِلَیْهَا وَتُطِیْعُهٗ اِذَا اَمَرَهَا وَلَا تُخَالِفُهٗ فِیْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ بِمَا یَکْرَهُ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر عورت وہ ہے کہ خاوند اس کو دیکھے تو خوش ہو جائے اور جب بیوی کو حکم کرے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان اور خاوند کے مال میں خاوند کی مخالفت اور خیانت نہ کرے۔

(مشکوٰۃ شریف، ص:۲۸۳)

شوہر ناراض ہو تو نماز قبول نہیں

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی اور نیکی منظور ہوتی ہے، ایک تو وہ لونڈی یا غلام جو اپنے مالک سے بھاگ جائے، دوسری وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو، تیسرا وہ شخص جو نشہ میں مست ہو یہاں تک کہ ہوش میں آئے۔

(الترغیب والترہیب، ۳/۳۹)

مال کی حفاظت کرنا (تیسرا حق)

بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہ کرے۔ بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر والوں یا کسی نادار کو اپنے شوہر کے مال سے یا سامان سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز دے۔ یا پھر اس کو علم ہو کہ خاوند کو جب علم ہوگا تو وہ کچھ نہیں کہے گا اور راضی رہے گا۔

شوہر کی رضامندی کے بغیر اس کا مال خرچ کرنا ناجائز ہے

عورتیں بہت زیادہ بے احتیاطی کرتی ہیں کہ شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر مال خرچ کر دیتی ہیں۔ ان کو اس کے ناجائز ہونے کا خیال تک نہیں آتا۔

عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی سائل کو یا پھر کسی دینی ادارے کو فنڈ بھی نہیں دے سکتی۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيلَ:

يَارَسُوْلَ اللهِ وَلَا الطَّعَامَ؟

قَالَ: ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا .

کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے یعنی صدقہ وخیرات میں نہ دے۔ آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ہمارا سب سے بہتر مال ہے۔

(جامع ترمذی: الرقم: ۶۷۰، ابوداؤد، الرقم: ۳۵۶۵)

اسی طرح شوہر کی مرضی کے بغیر عورت خرید وفروخت بھی نہیں کر سکتی جبکہ عموماً عورتوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ وہ بلا وجہ اندھا دھند چیزیں خریدتی جاتی ہیں۔

بیوی گھر اور مال واسباب کی نگہداشت کرے

شوہر کا یہ حق ہے کہ بیوی اس کے گھر اور اس کے مال واسباب کی نگہداشت کرے۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے۔

اِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ

شوہر کہیں باہر جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی، اپنی عزت وآبرو اور اس کے مال کی حفاظت رکھے۔

(صحیح بخاری، الرقم:۱۴۶۹)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِیْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا

عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ، الرقم:۸۹۳)

شوہر کا گھر درحقیقت اس کا اپنا گھر ہوتا ہے۔ اس کی حفاظت کرنا بیوی کا فرض ہے۔ اور اس کے ساز وسامان اور دولت کی حفاظت کرے۔ فضول خرچی نہ کرے اور بے موقع اس کے مال کو خرچ نہ کرے۔

بعض نادان بیویاں اپنے شوہر کا مال اپنے میکے پہنچانا شروع کر دیتی ہیں اگر وہ شوہر کی اجازت کے بغیر ایسا کرتی ہیں تو وہ خیانت کرتی ہیں۔ لیکن اگر بیوی کے ماں باپ نادار ہوں تو وہ شوہر کی اجازت سے انہیں فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

گھر کی نگہبانی میں گھر کے تمام کام کاج بھی شامل ہیں مثلاً کھانا بنانا...... کپڑے دھونا...... گھر میں جھاڑو دینا...... بچوں کو نہلانا...... ان کو کپڑے بدلوانا وغیرہ تمام امور خانہ داری میں دلچسپی لینا شامل ہے۔

بہتر بیویاں

حدیث شریف میں ہے۔

خَیْرُ نِسَآءِ کُمْ مَنْ اِذَا نَظَرَ اِلَیْهَا زَوْجُهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اِطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالَهٗ

اے میری امت تمہاری وہ بیویاں بہتر ہیں کہ جب تو اس اپنی بیوی کو دیکھے تو تجھے خوش کر دے اور جب تو اس کو حکم کرے وہ تیرا حکم مانے اور جب تو کہیں جائے تو وہ اپنی ذات کی اور تیرے مال کی حفاظت کرے۔ (احیاء العلوم:۲/۴۱)

فضول خرچی نہ کریں

؎ دنیا کا یہ دستور ٹھہرا، مرد کما کر گھر لائے
عورت کا فرض ہے اس کو اچھی طرح سے کام لگائے
جتنی چادر اتنا بچھونا، چین سے وہی رہتے ہیں
عاقل لوگ جہاں میں اس کو تدبیر منزل کہتے ہیں
جس لڑکی کو گر نہ یہ آئے، اس کو کب یہ خوشحالی ہے
اس کو پھوہڑ ہے کہنا لازم جو عقل و خرد سے خالی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ (پ:۸، الاعراف:۳۱)

کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

ناز و نعمت اور عشرت پسندی اس امت کے لیے زیب نہیں دیتی جو شرافت اور عظمت کی تعمیر کے لیے کوشاں اور سرگرم عمل ہو جو تاریخ کے صفحات کو درخشاں بنانے

کا اہم کارنامہ انجام دینے جا رہی ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ اکثر یہ کہا کرتے تھے۔

''ناز ونعمت سے بچو۔ اس لیے کہ اللہ کے بندے ناز ونعمت پسند نہیں کرتے۔''

(مسند احمد، ۵/۲۴۳، الرقم: ۲۲۱۰۵)

﴿فرمانبرداری کرنا (چوتھا حق)﴾

عورت پر فرض ہے کہ جب شوہر اسے کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔ بشرطیکہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے منع نہ کیا ہو۔ جو بیوی اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنے شوہر کی ہر جائز بات مانے اور اس کی چاہت کے موافق چلنے کی کوشش کرے تو شوہر کے دل میں اس کی محبت ضرور پیدا ہو جائے گی۔

ہر حال میں شوہر کی اطاعت کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ جبل احمر (کہ چٹان کو) جبل اسود کی طرف منتقل کرے یا جبل اسود (کہ چٹان کو) جبل احمر کی طرف منتقل کرے۔ پس اس کا حق ہے کہ وہ ایسا کرے۔

(ابن ماجہ شریف، ۲/۱۳۴، الترغیب والترہیب، ۳/۵۶)

درسِ ہدایت

اس حدیث پاک میں عورت کو تاکید کی جا رہی ہے کہ وہ مشکل سے مشکل ترین کام کے لیے بھی شوہر کو انکار نہ کرے۔ اگر شوہر کسی کام کا حکم دے تو چاہے وہ کام مشکل ہو...... یا...... آسان، فائدہ مند ہو...... یا بے فائدہ، اس کام کو کرنے کی کوشش کرے۔

شوہر کی اطاعت...... جہاد کے برابر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن عورتوں سے تمہاری ملاقات ہوتو تم ان سے کہہ دو کہ شوہر کی اطاعت اوران کے احسان کا اعتراف کرنا تمہارے لیے جہاد کے برابر ہے۔

(الترغیب والترہیب، ۳/۴۴)

اطاعت گزار بیوی کے لیے......ساری مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے خاوند کی اطاعت کرنے والی عورت کے لیے ہوا میں پرندے، پانی میں مچھلیاں، آسمان میں فرشتے اورسورج اور چاند بخشش کی دعا کرتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے خاوند کوراضی رکھتی ہے اور جوعورت اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہے اس پراللہ تعالیٰ، فرشتوں اورسب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔

(علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر (اردو)، ص: ۲۹۷)

درسِ ہدایت

کتنی خوش قسمت ہے وہ عورت جس کے لیے۔

پرندے — دعائے مغفرت کرتے ہیں
مچھلیاں — دعائے مغفرت کرتے ہیں
فرشتے — دعائے مغفرت کرتے ہیں
سورج — دعائے مغفرت کرتے ہیں
چاند — دعائے مغفرت کرتے ہیں

ساری کائنات جس عورت کے لیے دعائے مغفرت کرے اس کی خوش بختی کے کیا کہنے! اور یہ وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کی اطاعت گزاری کرے۔ اور اپنے

خاوند کی فرمانبرداری میں دن رات تگ و دو کرتی رہے۔

جھونپڑی محل بن جائے گی

وہ عورت جو شوہر کی فرمانبرداری کرنا سیکھ جائے..... شوہر کی ہر حال میں اور ہر جائز کام میں اطاعت کرنا سیکھ جائے تو اس نے

اپنے غریب خانے کو ― جنت بنانا سیکھ لیا

غریب شوہر کو ― بادشاہ بنا دیا

بغیر تخت و تاج کے شوہر کو ― سلطنت کا حاکم بنا دیا

اگر بیوی فرمانبردار ہو..... شوہر کی ہاں میں ہاں ملانے والی ہو تو بیوی اور شوہر اور بچوں کو:

چھوٹی سی جھونپڑی بھی ― کوٹھی اور محل کا مزا دیتی ہے

دال اور روٹی بھی ― مرغی اور بریانی کا مزا دیتی ہے

بغیر سواری کے ― مرسیڈیز اور بی ایم ڈبلیو کا مزا دیتی ہے

بغیر اسباب راحت کے ― چین اور سکون دیتی ہے

کریم آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے نیک عورت کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تُطِیْعُهُ اِذَا اَمَرَ

جب شوہر بیوی کو حکم دے تو وہ بیوی اس کے حکم کو بجالاتی ہے۔

(نسائی، الرقم: ۳۲۳۳)

جس نے شوہر کی اطاعت نہ کی..... اس نے اللہ کا حق ادا نہ کیا

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ عورت اللہ عزوجل کا حق اس

وقت تک ادا کرنے والی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔

(الترغیب والترہیب، ۳/۳۶)

بغیر اجازت گھر سے نہ نکلنا (پانچواں حق)

بیوی کو چاہئے کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے لیکن اگر ضرورت کے وقت نکلنا پڑے اور شوہر نے اس کی اجازت دی ہو تو باپردہ ہو کر نکلے اور اسلامی تعلیمات اور آداب کا خیال رکھے اور خاوند بھی اس کو سنگھار کر کے باہر نکلنے اور محرم کے بغیر مردوں کے ساتھ اختلاط سے منع کرے۔

فرشتوں کی لعنت (گھر سے نکلے تو)

اگر بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے۔ تو حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا لَعَنَهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى تَرْجِعَ اَوْ تَتُوْبَ۔

جو عورت اپنے خاوند کے گھر سے نکلی تو جب تک وہ واپس آئے اور توبہ نہ کرے اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ (نزہۃ الناظرین، ص: ۱۲۸)

گھر سے زینت اختیار کر کے نکلنے والی عورت...... جہنم میں جائیگی

نبی اکرم ﷺ سے یہ بات مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: چار (قسم کی) عورتیں جنت میں جائیں گی اور چار (قسم کی) عورتیں جہنم میں جائیں گی۔

وہ چار جو جنت میں جائیں گی۔

(۱) وہ پاک دامن عورت جو اللہ تعالیٰ اور اپنے خاوند کا حکم مانتی ہے۔

(۲) بچے جننے والی اور تھوڑے مال پر بھی خاوند کے ساتھ صبر اور قناعت کرنے

والی عورت۔

(۳) حیا والی عورت کہ اگر اس کا خاوند غائب ہو تو اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اگر وہ موجود ہو تو اس سے اپنی زبان کو روک رکھتی ہے۔

(۴) وہ عورت جس کا خاوند مر جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو وہ اپنے آپ کو بچوں کے لیے روک رکھے، ان کی تربیت کرے اور ان سے اچھا سلوک کرے اور اس ڈر سے نکاح نہ کرے کہ یہ بچے ضائع ہو جائیں گے۔

اور وہ چار عورتیں جو جہنم میں جائیں گی تو

(۱) ایک عورت وہ ہے جو اپنے خاوند کے سامنے زبان درازی کرتی ہے اور فحش کلامی کرتی ہے اگر وہ غائب ہو تو اپنی حفاظت نہیں کرتی اور اگر وہ موجود ہو تو اسے زبان سے اذیت پہنچاتی ہے۔

(۲) دوسری عورت وہ ہے جو اپنے خاوند کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔

(۳) تیسری عورت وہ ہے جو مردوں کے سامنے پردہ نہیں کرتی اور گھر سے زینت اختیار کر کے نکلتی ہے۔

(۴) اور چوتھی وہ عورت ہے جس کا کام صرف کھانا، پینا اور سونا ہے اسے نماز، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور خاوند کی فرمانبرداری میں رغبت نہیں ہوتی۔ پس جب عورت کی یہ حالت ہو اور وہ خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے تو جہنمی ملعون ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو میں نے زیادہ جہنمی عورتوں کو پایا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ۱/۲۳۴)

رشتہ داروں کی ملاقات کے لیے بھی خاوند کی اجازت ضروری

اگر بیوی اپنے والدین اور رشتہ داروں کی ملاقات یا کسی دوسرے کام کے لیے باہر جانے پر مجبور ہو جو اس کے لیے ضروری ہے تو اپنے خاوند کی اجازت سے جائے اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کرے بلکہ گھر کے عام کپڑے پہن کر جائے۔

(مطلب یہ ہے کہ ایسا لباس پہنے جس کی وجہ سے لوگوں کی توجہ اس کی طرف نہ ہو) اور چلتے ہوئے اپنی نگاہ کو جھکا کر رکھے اور زمین کی طرف دیکھے دائیں بائیں نہ دیکھے۔ اگر ایسا نہیں کرے گی تو گنہگار ہوگی۔

منقول ہے کہ ایک عورت دنیا میں اپنی زینت کو ظاہر کیا کرتی تھی۔ اور گھر سے اسی انداز میں باہر نکلتی اس کے مرنے کے بعد اس کے گھر والوں سے بعض لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باریک کپڑوں میں پیش کی گئی اور ہوا چلی جس سے اس کا جسم ننگا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے اعراض فرمایا۔ اور فرمایا اسے بائیں طرف جہنم میں لے جاؤ کیونکہ یہ دنیا میں اپنی زینت کو ظاہر کرنے والی تھی۔ (علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر (اردو)، ص: ۳۰۰)

خاوند کی خدمت کرنا (چھٹا حق)

خدمت گزار بیوی ہی شوہر کے دل میں محبت پیدا کر سکتی ہے۔ بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر کی خواہشات کا احترام کرے...... اس کے لیے طرح طرح کے کھانے بنائے...... وقت پر کپڑے استری کرے...... وقت پر ہر کام کرے...... دین کی خدمت کرتی رہے...... شوہر کو انعامات بھی دیتی رہے۔

شوہر کی خدمت کا مفہوم

شوہر کی خدمت سے مراد یہ ہے کہ دن اور رات میں ہر وقت شوہر کے مزاج

کے مطابق اپنے آپ کو تیار رکھے..... اس کی اشیاء درست کرے..... غسل و وضو میں تعاون کرے..... حسب ضرورت کپڑے دھوئے..... حسب ضرورت سر پاؤں دبائے..... بیمار ہو تو دوا اور کھانے کے پرہیز کا اہتمام کرے..... سونے سے پہلے تکیہ و بستر لگائے..... شوہر کے احباب اور مہمانوں کی خدمت کرے..... غرضیکہ شوہر کے راحت و سکون کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔

شوہر کی خدمت..... صدقہ ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بیوی کا شوہر کی خدمت کرنا صدقہ ہے۔ (کنز العمال، ۱۶/۱۶۹)

غریب شوہر کو خیرات دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ حضرت زینب ثقفی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتو! خیرات کرتی رہو خواہ اپنے زیور سے کچھ دے دو۔''

''حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں لوٹ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: تم تہی دست اور نادار رہا کرتے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خیرات کا حکم فرمایا ہے۔ اس لیے تم خدمت اقدس میں جاؤ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھو اگر تمہیں خیرات دینا میرے لیے کافی ہے تو ٹھیک! ورنہ پھر کسی اور کو دے دوں۔''

حضرت عبداللہ نے فرمایا: تم خود ہی جا کر پوچھ لو۔ حضرت زینب کہتی ہیں، میں نکلی، در اقدس پر پہنچی تو ایک اور انصاری خاتون بھی یہی سوال کرنے کے لیے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ہیبت غالب تھی اس لیے جونہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکلے ہم نے ان سے کہا:

حضور ﷺ سے جا کر کہو کہ دروازے پر دو عورتیں بیٹھی ہیں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا ہم اپنے خاوند کو اپنے زیر پرورش یتیم بچوں کی خیرات دے سکتی ہیں؟ لیکن حضور ﷺ کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور یہی سوال کیا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: وہ دونوں عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال نے کہا۔ ایک انصاری خاتون ہے دوسری زینب ہے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: ''کون سی زینب؟'' کہا: عبداللہ بن مسعود کی زینت (رضی اللہ عنہا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: انہیں دوہرا اجر ملے گا۔ ایک اجر قرابت داری کے سبب اور دوسرا خیرات کا۔

(صحیح بخاری، الرقم: ۱۴۶۶، صحیح مسلم، الرقم: ۱۰۰۰)

دو عورتوں کا تقابلی جائزہ

دو عورتیں جو اپنے اپنے گھر میں رہتی ہیں اور اپنا اپنا شوہر ہے لیکن ان کی زندگی میں کس قدر فرق (Difference) ہے۔

ایک فجر کی نماز پہلے وقت میں پڑھتی ہے

دوسری فجر کی نماز آخری وقت میں پڑھتی ہے

ایک فجر پڑھ کے ناشتہ تیار کرتی ہے

دوسری فجر پڑھ کے سو جاتی ہے

ایک بچوں کو سکول کے لیے خود تیار کرتی ہے

دوسری اٹھتے ہی بچوں کی مار پٹائی شروع کر دیتی ہے

ایک کا شوہر ناشتہ کر کے دفتر جاتا ہے

دوسری کا شوہر بغیر ناشتے کے چلا جاتا ہے

ایک کا شوہر مسکراتا ہوا گھر سے نکلتا ہے

دوسری کا شوہر رنج والم میں گھر سے نکلتا ہے

ایک گھر کی صفائی کرتی ہے

دوسری محلے میں گھومنے چلی جاتی ہے

ایک گھر میں سکون ہی سکون ہے

دوسری کے گھر میں شور ہی شور ہے

تو آپ خود اندازہ کریں کہ کس کی زندگی کامیاب ہے اور کس کی ناکام ہے۔

﴿عزت کی حفاظت کرنا (ساتواں حق)﴾

خاوند کا بیوی پر حق ہے کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرے۔ جس قدر وہ اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرے گی، اسی قدر اسے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی اور اس کا خاوند اس کا ادب واحترام کرے گا اور اس کی فضیلت کا معترف ہوگا۔ اس کے برعکس ایسی آوارہ عورت جو خاوند کی بے خبری میں اپنی شرم وحیا اور عزت کو تار تار کر دیتی ہے اس کا ہر فعل ہر آن نگرانی کر رہا ہے۔ وہ جو جملہ بھی بولتی ہے اسے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے گا۔

جنت میں داخلہ

وہ عورت جو شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت کی حفاظت کرے اس کے بارے میں سرکار کا فرمان مبارک ہے:

اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآءَتْ

جب عورت پانچ نمازیں پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اپنی حفاظت کرے (بدکاری سے بچے) اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو ایسی عورت جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت جاسکتی ہے۔

(الترغیب والترہیب، ۳/۳۳۵)

بیوی خاوند کی آبرو کی حفاظت کرے

حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سنو! عورتوں کی بابت بھلائی کی تاکید کرو۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو! تم نے اللہ کی ضمانت پر انہیں حاصل کیا ہے۔ اور اللہ ہی کے نام سے انہیں اپنے لیے جائز کیا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری آبرو کی حفاظت کریں ایسے لوگوں کو تمہارے بستر پر قدم نہ رکھنے دیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہیں ایسی مار مارو، جس سے کوئی نشان نہ پڑے۔

(صحیح مسلم، کتاب: الحج، الرقم: ۱۲۱۸)

مختلف عورتوں کو...... مختلف قسم کا عذاب

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ کو بہت زیادہ روتا ہوا پایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی!

ایک رات مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے اپنی امت کی کچھ عورتوں کو دیکھا جن کو مختلف قسم کا عذاب ہو رہا ہے تو میں ان کو سخت عذاب میں مبتلا دیکھ کر رو پڑا اور ایک عورت کو دیکھا جو بالوں کے ساتھ لٹکائی گئی تھی اور اس کا دماغ کھول رہا

تھا اور ایک دوسری عورت کو دیکھا کہ اس کو زبان کے ساتھ لٹکایا گیا تھا اور اس کے حلق میں کھولتا ہوا پانی ڈالا جا رہا ہے۔ ایک اور عورت کو دیکھا جس کے پاؤں کو اس کے پستانوں سے اور اس کے ہاتھوں کو پیشانی سے باندھا گیا ہے۔ ایک دوسری عورت کو دیکھا جو پستانوں کے ذریعے لٹکائی گئی ہے۔ ایک عورت کو دیکھا جس کا سر خنزیر کی طرح اور بدن گدھے جیسا ہے۔ وہ ایک لاکھ طرح کے عذابوں میں مبتلا ہے۔ ایک دوسری عورت کو دیکھا وہ کتے کی صورت میں ہے آگ اس کے منہ میں داخل ہوتی ہے اور پچھلے راستے سے نکلتی ہے اور فرشتے اس کے سر میں آگ کے گرز مار رہے ہیں۔

حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اٹھ کھڑی ہوئیں اور عرض کیا اے میرے محبوب (ابا جان) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ان عورتوں کے اعمال کیا تھے کہ ان کو اس عذاب میں مبتلا کیا گیا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے میری بیٹی!

☆ وہ عورت جو اپنے بالوں سے لٹکی ہوئی ہے وہ (دنیا میں) مردوں سے اپنے بالوں کا پردہ نہیں کرتی تھی۔

☆ اور جو عورت زبان کے ذریعے لٹکی ہوئی ہے وہ اپنے خاوند کو اذیت دیا کرتی تھی۔

☆ جو عورت اپنے پستانوں کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے وہ اپنے خاوند کے بستر کو خراب کرتی تھی۔

☆ جس عورت کے پاؤں اس کے پستانوں سے اور ہاتھ پیشانی سے باندھے ہوئے ہیں اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط ہیں وہ اپنے بدن کو جنابت

(ناپاکی) اور حیض سے نہیں بچاتی تھی اور نماز کا مذاق اڑاتی تھی۔

☆ اور جس عورت کا سر خنزیر اور بدن گدھے کی طرح ہے وہ چغل خور جھوٹی تھی۔

☆ اور وہ عورت جو کتے کی صورت پر ہے اور آگ اس کے منہ میں داخل ہو کر اس کی پچھلی طرف سے نکل جاتی ہے وہ بہت احسان جتانے والی اور بہت حسد کرنے والی عورت ہے۔

(علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر (اردو)، ص: ۳۰۰)

﴿شکر گزاری کرنا (آٹھواں حق)﴾

شوہر کی شکر گزار بیوی وہ ہوتی ہے جو شوہر کی مہیا کی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں پر شکر ادا کرتی رہے...... خاوند کوئی امانت اس کے سپرد کرے تو وہ خیانت نہ کرے...... کم آمدنی پر گزارہ کرے...... تھوڑے پیسوں پر خوش دلی سے قناعت کرے...... آسانی اور فراوانی ہو تو شکر کرے...... تنگدستی کے حالات ہوں تو صبر کرے...... اور وقار کا مظاہرہ کرے۔

ناشکری بیوی...... اللہ کی نظر رحمت سے محروم

یہ عورت کی کج فطری ہے کہ وہ معمولی سی بات پر بھی شوہر کی ناشکری کر جاتی ہے اور شوہر کے احسان کو فراموش کر دیتی ہے لیکن اس کج فطری کے باوجود شریعت نے عورت کو کھلا نہیں چھوڑا۔ بلکہ اسے اپنے نفس کو ضبط...... سیدھا...... اس کی اصلاح...... اور اپنی خواہشات کے خلاف کوشش کرنے...... اپنے شوہر کی نعمتوں کا اعتراف...... اور اس کا شکریہ ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اِلٰی امْرَأَۃٍ لَا

تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے خاوند کا شکریہ ادا نہیں کرتی اور یہ اس سے مستغنی نہیں ہو سکتی (یعنی اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی)۔ (نسائی، ۳/۱۶۸)

تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں نے دوزخ کو دیکھا تو آج جیسا بھیانک منظر کبھی بھی نہیں دیکھا، اور دیکھا کہ دوزخ میں کثر عورتیں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! دوزخ میں زیادہ تر عورتیں کیوں ہیں؟

فرمایا کہ عورتیں ناشکری کرتی ہیں۔

عرض کی گیا: عورتیں اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟

فرمایا: نہیں بلکہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور خاوند کے احسان کو فراموش کر دیتی ہیں تو اگر بیوی کے ساتھ زمانہ بھر احسان کرے پھر وہ تجھ سے کوئی ناپسند بات دیکھے تو کہے گی:

مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ

میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔

(مسند امام احمد، الرقم: ۳۳۷۴)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تنگدستی کی شکایت پر طلاق دے دی

اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ حکایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات کے لیے مکہ تشریف لے گئے۔ گھر پہنچے تو وہ موجود نہیں تھے۔ ان کی اہلیہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا وہ ہمارے لیے

معاش کی تلاش میں کہیں گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کی روزمرہ کی گزراوقات اور خانگی حالات کے بارے میں پوچھا: اہلیہ نے شکایت کے لہجہ میں کہا: بدترین حالت ہے۔ ہم تنگی ترشی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے شوہر آئیں سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو جیسے آپ کو کچھ محسوس ہوا۔

آپ نے پوچھا۔ کیا کوئی یہاں آیا تھا؟ اہلیہ نے کہا ہاں! ایک بزرگ اس حلیہ کے آئے تھے۔ انہوں نے آپ کے بارے میں پوچھا میں نے بتا دیا۔ پھر ہماری گزراوقات کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے بتا دیا کہ ہم محنت مشقت اور تنگی ترشی سے گزر بسر کرتے ہیں۔ فرمایا وہ کچھ اور کہہ گئے ہیں؟ کہا ہاں!

مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور ان کا یہ حکم سنا دوں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والد تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ اس لیے تم اپنے میکے چلی جاؤ۔ چنانچہ آپ نے اسے طلاق دے دی۔ اور ایک دوسری خاتون سے نکاح کرلیا۔

ایک عرصہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام جہاں (فلسطین میں) تھے وہیں رہے۔ اس کے بعد دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام اس مرتبہ بھی نہیں ملے۔ اندر بہو کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کی بابت پوچھا۔ انہوں نے کہا وہ فکر معاش میں کہیں گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ اس طرح ان کی دیگر گزراوقات کی بابت دریافت کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی

اہلیہ نے عرض کیا۔

ہم خیر و عافیت اور فراغت سے ہیں۔ اللہ کا شکر و احسان ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا کھانا کیا ہے؟ کہا: گوشت۔ پھر پوچھا: تمہارا مشروب کیا ہے؟ عرض کیا: پانی۔ فرمایا الٰہی ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ پھر فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدستور باقی رہنے دیں۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس لوٹے اور اہلیہ سے پوچھا کہ کیا کوئی یہاں آیا تھا؟ اہلیہ نے کہا ہاں! ایک نیک صورت، اچھے حال کے بزرگ آئے تھے۔ اہلیہ نے اور بھی ان کی تعریف کی۔ پھر مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا۔ روزمرہ کی گزربسر کے بارے میں استفسار کیا۔ میں نے کہا ہم خیر و عافیت سے ہیں۔

فرمایا: انہوں نے کسی چیز کی تاکید بھی کی تھی؟ کہا: ہاں! انہوں نے آپ کو سلام کہا اور یہ حکم دے گئے ہیں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ باقی رہنے دیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں تمہاری نگہداشت کروں۔

(صحیح بخاری، الرقم: ۳۳۶۴، ۳۳۶۵)

نفلی عبادت کے لیے اجازت لینا (نواں حق)

نفلی عبادت کے بے شمار فضائل ہیں۔ مگر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی۔ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ دن کے وقت روزہ سے ہونے کی وجہ سے شوہر کو تکلیف ہو، اس لیے پہلے شوہر سے اجازت لے لے۔

شوہر کو بھی چاہیے کہ اگر بیوی نفلی روزہ رکھنا چاہے تو اسے اجازت دے

دے۔ اور بلاوجہ اس فضیلت سے بیوی کو محروم نہ ہونے دے۔ اگر شوہر اجازت نہیں دیتا تو عورت روزہ چھوڑ دے۔ اس لیے کہ شوہر کی اطاعت نفلی روزے پر مقدم ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ......قبول نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کسی عورت کے لیے درست نہیں کہ وہ شوہر کی موجودگی میں روزہ رکھے مگر یہ کہ شوہر کی اجازت سے رکھ سکتی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اس نے اگر روزہ رکھا تو بھوکی پیاسی رہی اور قبول نہ کیا جائے گا۔

(بخاری شریف، ۲/۷۸۲)

نصیحت آموز واقعہ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سفر پر گئے اور وہ جاتے ہوئے بیوی سے کہہ گئے کہ گھر سے باہر نہیں جانا۔ خاوند کے جانے کے بعد بیوی کو پیغام آیا کہ تیرا باپ بیمار ہے آ کر بیمار پرسی کر جا۔ اس بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیج کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا خاوند مجھ سے کہہ گیا ہے کہ باہر نہیں جانا اور میرا باپ بیمار ہو گیا ہے۔ کیا میں باپ کی بیمار پرسی کے لیے جا سکتی ہوں؟

یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَطِیْعِیْ زَوْجَكِ

اپنے خاوند کی اطاعت میں رہ۔

ازاں بعد پیغام آیا کہ تیرا باپ فوت ہو گیا ہے پھر کسی کو بھیج کر اجازت مانگی تو فرمان جاری ہوا۔

اَطِیْعِیْ زَوْجَكِ

اپنے خاوند کی اطاعت میں رہو۔ بیوی صبر کر کے گھر میں ہی رہی اور جب اس کے باپ کو دفن کر کے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تو خاوند کی اطاعت میں رہی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو جنت عطا کر دی ہے۔ (قوت القلوب، ص:۵۸۴، مجمع الزوائد،۴/ ۳۱۶، ابن حجر عسقلانی،۲/ ۴۷)

درسِ عمل

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ یہ ایمانی جذبہ صحابہ کرام کو عطا ہوا تھا ورنہ اس زمانہ میں کون سی عورت ہے جو اپنے باپ کے فوت ہونے پر نہ جائے بلکہ فی زمانہ تو کوئی شریعت کی اجازت لینا بھی گوارانہ کرے۔ اگر وہ نافرمانی کر کے چلی جاتی تو سوا چہرہ دیکھنے کے اور کیا کر لیتی۔ مگر اس بیوی نے اللہ کے رسول ﷺ کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی وجہ سے اللہ کریم سے باپ کو جنت دلوادی۔

مال خرچ کرنے میں اجازت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شوہر کے گھر سے بیوی جب خیرات کرتی ہے تو اسے اور شوہر دونوں کو اجر ملتا ہے اور کسی کا اجر دوسرے کی وجہ سے کم نہیں ہوتا۔ خاوند کو اپنی کمائی پر اجر ملتا ہے اور بیوی کو خرچ کرنے پر۔ (بشرطیکہ یہ دینا دلانا شوہر کی رضامندی سے ہو)۔

(صحیح بخاری، الرقم:۱۴۲۵، صحیح مسلم، الرقم:۱۰۲۴)

﴿ گھر کی حفاظت کرنا (دسواں حق) ﴾

گھر کے نظم ونسق کا دارومدار عورت پر ہوتا ہے۔ اس لیے عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کا خیال رکھے...... گھر سے متعلق ہر ممکن خدمات انجام

دے...... اور ایسے کسی بھی کام سے گریز نہ کرے جو اس کے بس میں ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گھر کے کام خود کرتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اگرچہ ملازمہ موجود تھی لیکن پھر بھی وہ خود اپنے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں...... جو خود پیستی تھیں...... آٹا خود گوندھتی تھیں...... کھانا خود پکاتی تھیں...... بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں...... وضو کا پانی خود لاکر رکھتی تھیں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے لیے جو اونٹ بھیجتے تھے اس کے لیے خود قلاوہ بٹتی تھیں...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں...... جسم مبارک پر عطر مل دیتی تھیں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھویا کرتی تھیں...... سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں...... مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں...... اور گھر میں کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت بھی انجام دیتی تھیں۔

بیوی استقبال کرے

شوہر دن بھر کام کاج، محنت و مزدوری کے بعد گھر واپس آتا ہے وہ گھر اس لیے واپس آتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزار کر سکون حاصل کرے۔

جو بیوی نیک، صالح...... اطاعت گزار...... خوش اخلاق ہوتی ہے وہ اپنے شوہر کا استقبال محبت بھری آنکھوں کے ساتھ کرتی ہے۔ ایسے استقبال کی کیا ہی شان ہے۔

بعض نادان عورتیں اپنے گھر میں موجود ہی نہیں ہوتیں جب شوہر گھر آتا ہے تو وہ اپنے کام کے لیے گھر سے باہر گئی ہوتی ہیں...... یا ہمسائے کے گھر گئی ہوتی ہیں...... یا کسی سہیلی کے گھر گئی ہوتی ہیں...... یا اپنے ماں باپ کے گھر گئی ہوتی

ہیں...... اس بات کا خاوند پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ وہ یہ آرزو لے کر گھر آتا ہے کہ اس کی بیوی اس کی ناساز طبیعت کو خوشگوار بنا دے گی مگر بیوی کی غیر موجودگی اس کا سارا سکون غارت کر دیتی ہے۔

بعض اوقات بیوی گھر تو موجود ہوتی ہے مگر اچھی طرح سے استقبال نہیں کرتی...... اپنے کاموں میں مصروف رہ کر نظر انداز کر دیتی ہے...... بعض اوقات چیخ و پکار...... شکوہ و شکایت...... شور و غوغا کے ساتھ استقبال کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے شوہر یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ گھر چھوڑ کر واپس اسی جگہ چلا جائے جہاں سے آیا ہے۔

بد نظمی ہی بد نظمی

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوہر گھر آتا ہے تو دیکھتا ہے کہ گھر میں ہر طرف بچوں کے کھلونے اور کپڑے بکھرے ہوئے ہیں۔ بچے اپنے والد کا استقبال میلے کچیلے...... بدبودار کپڑوں سے کرتے ہیں۔ بیوی درندے کی طرح بچوں پر غضبناک ہو رہی ہوتی ہے۔ بیچارہ شوہر اپنے ہی گھر کو بے ضابطگی...... بے قراری...... گندگی...... غم و فکر...... اور رنج و الم سے بھرپور پاتا ہے۔ شوہر اپنی بیوی کی توجہ کا منتظر ہوتا ہے مگر بد نظمی کا ایسا بازار گرم ہوتا ہے کہ وہ چاہ کر اپنی بیوی کی توجہ حاصل نہیں کر پاتا۔ بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ شوہر کے گھر کو نظم و ضبط سے چلائے۔

گھر کا خیال رکھنا

ہر شخص اپنے مقام و مرتبے (Status) کے اعتبار سے اپنے گھر کو سنوارتا ہے۔ اور وہ تمام وسائل حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جن کی ایک گھر کو ضرورت ہوتی ہے۔ اور اپنے گھر کے کلی اختیارات اپنی بیوی کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس لیے بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر کی چار دیواری میں اپنے

اختیارات کے مطابق گھر کی ذمہ داری پوری کرے۔ گھر کا خیال رکھے۔ بچوں کی صحیح اسلامی خطوط پر پرورش، ان کی دینی تربیت، خاوند کی غیر حاضری میں اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرے۔ اور اپنے فرائض میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ گھر خوشیوں کا گہوارہ بن جائے گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ عزوجل)

❁❁❁❁❁

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَنْصَارِ نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی
وَرَسُوْلِكَ الْمُجْتَبٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

❁❁❁❁❁

بیوی کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتِ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی صَدْرِ الْمَوْجُوْدَاتِ ○ وَاَکْمَلُ الصَّلٰوۃِ عَلٰی بَدْرِ الْمَخْلُوْقَاتِ ○ وَاَجْمَلُ التَّحِیَّاتِ عَلٰی نُوْرِ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتِ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

❁❁❁❁❁

نذرانہ عقیدت بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

آقا تیری محفل کا ہے رنگ جداگانہ
ہم نے تو جسے دیکھا دیکھا تیرا دیوانہ

نظروں سے ملا نظریں بھر دے میرا پیمانہ
آباد خدا رکھے ساقی تیرا میخانہ

جی چاہتا ہے ان کے قدموں سے لپٹ جاؤں
وہ دیکھ کے فرمائیں دیوانہ ہے دیوانہ

دنیا کے ولی ہم نے یوں در پہ کھڑے پائے
ہونٹوں پہ ہیں فریادیں حالت ہے فقیرانہ

عظمت ہو بیاں کیسے دربار رسالت کی
جبریل بھی آتے ہیں جس در پہ غلامانہ

سرکار نیازی کا دامان طلب بھر دو......
حسنین رضی اللہ عنہما کے صدقے سے مایوس نہ لوٹانا

❀❀❀❀❀

نبی مکرم شفیع معظم کے فرامین سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ! میاں بیوی کے آپس کے رشتے میں دونوں طرف سے ایک دوسرے پر کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اگر ان حقوق کا خیال رکھا جائے۔ تو گھر نمونہ جنت بن سکتا ہے۔ شریعت اسلامی کا کمال یہ ہے۔

کہ! احکام کو کسی سے جبراً نہیں منوایا جاتا۔ بلکہ ان کی ادائیگی پر فضائل و مناقب بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ ان حقوق کی ادائیگی پر اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں قیامت میں کیا اجر ملنے والا ہے۔

یعنی شرعی احکام پر عمل کرنے میں دوہرا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک تو دنیوی فائدہ اور ساتھ ہی اخروی فائدہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت اور اس کی نعمتیں ملتی ہیں۔

اور اگر خدانخواستہ ان حقوق کی ادائیگی سے پہلوتہی کی جائے۔ تو یہ باہمی رشتہ رحمت و راحت کے بجائے زحمت و مصیبت بن جاتا ہے۔

گھریلو معاملات میں عموماً بیوی کو ہی قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔ جبکہ بہت دفعہ قصور مرد کا ہوتا ہے۔ ہاں بعض گھروں میں یہ صورتحال بھی دیکھنے میں آئی ہے، کہ! بیوی شوہر کا احترام نہیں کرتی۔ اس کے دل میں شوہر کی قدر نہیں ہوتی۔ جس سے مرد ذہنی اذیت میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے۔ بیوی کیوں ایسا کرتی ہے؟ وہ کون سی وجوہات ہیں۔ جنہوں نے اس کی زبان سے شہد کی مٹھاس چھین لی ہے۔

ان وجوہات کا حل نبی ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ بحیثیت شوہر کریں گے تو

مل جائیگا۔ اگر آپ بیوی کی قدر کریں گے۔ تو آپ کی بے کیف زندگی لطف و مسرت اور خوشیوں کا گہوارہ بن جائے گی۔ اگر آپ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کریں گے تو بیوی بھی آپ کی قدر کرے گی...... آپ اگر اس کی غلطیوں کو حکمت کے ساتھ حل کریں گے تو گھر امن و چاشنی کا گہوارہ بن جائے گا۔

❀❀❀❀❀
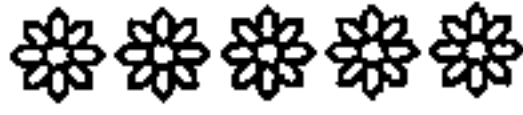
بیوی کے خاوند پر کافی حقوق ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

حق مہر (پہلا حق)

اسلام کی آمد سے پہلے عرب میں عورت کے ساتھ انتہائی جابرانہ اور وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ عورت کو اس کے بنیادی حقوق اور جائز ضروریات سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ عورت کو معاشرے (Society) میں قابل عزت مقام دینے کے لیے نکاح کے وقت مرد پر اس کی حیثیت کے مطابق اور عورت کے معیار زندگی (Standard of life) کے مطابق زیورات، نقدی اور دیگر ضروریات زندگی کی صورت میں کچھ نہ کچھ دینا عورت کا حق واجبی ٹھہرایا۔ جسے شریعت کی اصطلاح میں حق مہر سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حق مہر کیا ہے؟

''مہر'' درحقیقت ایک ''عزت افزائی'' ہے جو ایک شوہر اپنی بیوی کی کرتا ہے اس کا مقصد عورت کو عزت دینا ہے۔ یہ عورت کی قیمت نہیں ہے کہ جسے ادا کر کے یہ سمجھا جائے کہ شوہر نے اسے خرید لیا ہے اور اب اس کی حیثیت ایک کنیز کی سی ہے۔ اور نہ ہی یہ کوئی فرضی کاروائی ہے جسے عملاً ادا کرنا ضروری نہ سمجھا جائے۔ شریعت نے شوہر کے ذمے بیوی کا لازم کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کو گھر میں لائے تو اس کی عزت کرے اور اسے ایسا تحفہ پیش کرے جو اس کی عزت و توقیر کے لائق ہو۔

شریعت اسلامیہ کا تقاضا یہ ہے کہ مہر کی رقم اتنی کم نہ رکھی جائے کہ جس سے

عورت کی عزت واحترام کا پہلو مفقود ہو جائے اور نہ اتنی زیادہ رکھی جائے کہ شوہر اسے ادا کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو۔ اور آخر کار اسے مجبوراً یہ رقم بیوی سے معاف کروانی پڑے یا پھر حق مہر ادا کیے بغیر ہی دنیا چھوڑ جائے۔

مہر کا وجوب

نکاح کے بعد مرد پر اپنی بیوی کا حق مہر ادا کرنا فرض ہے اور یہ کہ اسے خوش دلی سے ادا کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ (پ:۴، النساء:۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو۔

حق مہر نہایت مناسب ہونا چاہیے

حق مہر انتہائی مناسب ہونا چاہیے کم از کم اتنا ہو کہ جس سے بیوی کے عزت و احترام میں بھی کمی نہ آئے اور شوہر کی طاقت سے باہر بھی نہ ہو۔ بعض بزرگوں نے بہت زیادہ مہر مقرر کرنے سے روکا ہے۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ اگر طاقت سے زیادہ مہر باندھ دیا تو اس کا ادا کرنا مشکل ہو جائے گا اور یہ سب محض ایک کاغذی کارروائی رہ جائے گی۔ اور جب شوہر کو حق مہر دینے کی نوبت نہیں آئے گی تو اس کو ادا نہ کرنے کا گناہ شوہر کی گردن پر رہ جاتا ہے۔

بعض لوگ محض ریاکاری کی غرض سے بہت زیادہ مہر مقرر کر لیتے ہیں اور لوگوں میں اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لیے غیر معمولی مہر مقرر کر لیتے ہیں۔ بعض علاقوں میں رواج کے طور پر مہر کی رقم بہت زیادہ باندھ لیتے ہیں اور پھر بعد میں بیوی پر دباؤ ڈال کر معاف کروا لیتے ہیں۔ بعض علاقوں میں محض 32 روپے مہر مقرر کرنے کا رواج ہے جس سے عورت کے اعزاز کو کم کر دیا جاتا ہے (یہ بھی زیادتی

ہے)

یاد رہے کہ متعدد علمائے کرام نے علاقائی رواج کی وجہ سے غیر معمولی مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ

ایک عورت نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے نفس کا اختیار حضور کو دینے کے لیے آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر اٹھا کر اس کو دیکھا اور سر مبارک جھکا لیا۔ عورت دیر تک کھڑی رہی۔ تب ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر حضور کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے۔ فرمایا: ''تیرے پاس مہر کے طور پر کوئی چیز بھی ہے۔'' اس نے عرض کیا: میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی ایک تہبند ہے۔ فرمایا: ''گھر جا کر دیکھو شاید لوہے کی کوئی انگوٹھی ہی مل جائے۔'' حسب الحکم وہ شخص گیا لیکن کوئی چیز نہیں ملی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ کو کچھ قرآن بھی آتا ہے؟'' اس نے تفصیل وار بیان کیا کہ فلاں فلاں سورتیں آتی ہیں۔ فرمایا: ''اچھا تو جا میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا کہ تو اس کو جتنا قرآن تجھے یاد ہے اس کی تعلیم دے۔''

(صحیح بخاری، کتاب: النکاح، الرقم: ۵۱۲۱، ۵۰۲۹، صحیح مسلم، کتاب: النکاح، الرقم: ۱۴۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اسے کچھ مہر ادا کر دو۔'' فرمایا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تمہاری تانت والی ذرہ کہاں ہے؟'' چنانچہ آپ نے وہی ذرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔

(سنن ابی داود، کتاب: النکاح، الرقم: ۲۱۲۵، سنن نسائی، کتاب: النکاح، الرقم: ۳۳۷۷، ۳۳۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے

نکاح کیا۔ان کا آپس کا طے کردہ مہر یہ تھا کہ ابوطلحہ مسلمان ہو جائیں کیونکہ حضرت ام سلیم مسلمان ہونے میں ابوطلحہ سے سبقت لے گئی تھیں۔

حضرت ابوطلحہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا۔آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔اگر تم بھی اسلام لے آؤ تو میرا تم سے نکاح ہو جائے گا۔ چنانچہ ابوطلحہ مسلمان ہوئے اور آپ کا اسلام ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر قرار پایا۔

(سنن نسائی، کتاب: النکاح، الرقم: ۳۳۴۲، ۳۳۴۳)

شوہر کو حق مہر ضرور ادا کرنا چاہیے

حدیث پاک میں ہے:

''جس شخص نے تھوڑے یا زیادہ جس قدر مہر پر بھی کسی عورت سے نکاح کیا اور اندر سے یہ تہیہ کرلیا کہ بیوی کے اس حق کو ادا نہ کیا اور مر گیا تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے زناکار کے روپ میں پیش ہوگا۔

(المعجم الصغیر، ۱/۴۳، المعجم الاوسط، الرقم: ۱۸۵۱، مجمع الزوائد، الرقم: ۷۵۰۷)

درسِ عبرت

زنا بہت بڑا گناہ ہے۔زناکار دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اسے دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔وہ شخص جو اپنی بیوی کا حق مہر ادا نہیں کرتا اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ایسا شخص بظاہر تو دنیا میں بڑی عبادتیں کرتا رہے......نماز روزے کا پابند ہو......صدقہ و خیرات کرنے والا ہو۔مگر بیوی کا حق مہر ادا نہ کرنے کی وجہ سے اسے قیامت کے دن زناکاروں میں اٹھایا جائے گا تو پھر اس وقت وہ اپنے نامۂ اعمال میں موجود نیکیوں کے باوجود ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔

نان ونفقہ دینا (دوسرا حق)

گھر کے کام کاج...... دیکھ بھال......اور بچوں کی پرورش عورت کی ذمہ داری ہے۔اور یہ کام ہر وقت مصروفیت کے ہیں۔اس لیے حکم خداوندی ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (پ:۲۲،الاحزاب:۳۳)

اوراپنے گھروں میں سکون سے قیام پذیر رہو۔

لہٰذا اسلام نے اہل وعیال کی ضروریات زندگی فراہم کرنا مرد کی ذمہ داری (Responsibility) بتائی ہے کیونکہ مرد جسمانی اعتبار سے کارزار حیات میں بھرپور حصہ لے سکتا ہے۔

شوہر اپنی بیوی کو خرچ دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔یا طاقت تو رکھتا ہو۔لیکن دینے کا انکاری ہو تو عورت اس صورت میں نکاح فسخ کا مطالبہ کرسکتی ہے۔مرد پر عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری ہے اس کے لیے ثبوت درج ذیل آیت کریمہ ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ ط (پ:۵،النساء:۳۴)

مرد عورتوں پر محافظ ومنتظم ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

سب سے افضل دینار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دِیْنَارًا اَنْفَقْتَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

ایک وہ دینار ہے جسے تو فی سبیل اللہ خرچ کرے۔

وَدِيْنَارًا اَنْفَقْتَهٗ فِيْ رَقْبَةٍ

ایک وہ دینار ہے جسے تو غلام آزاد کروانے پر خرچ کرے۔

وَدِيْنَارًا تَصَدَّقْتَهٗ عَلٰى مِسْكِيْنٍ

ایک وہ دینار ہے جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے۔

وَدِيْنَارًا اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ

ایک وہ دینار جسے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔

اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِيْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ

ان تمام میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔ (صحیح مسلم، الرقم: ۹۹۵)

درسِ عمل

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو بھی	ثواب ملتا ہے
غلام آزاد کرنے والے کو بھی	ثواب ملتا ہے
صدقہ کرنے والے کو بھی	ثواب ملتا ہے
غریبوں کو خیرات دینے والے کو بھی	ثواب ملتا ہے
اہل وعیال پر خرچ کرنے والے کو بھی	ثواب ملتا ہے

مگر سب سے زیادہ اجر اہل وعیال پر خرچ کرنے والے کو ملتا ہے اور پھر یہ کتنی بڑی سعادت مندی ہے کہ انسان اپنے مال کو ان کے سب سے زیادہ قریبی حقدار پر خرچ کرتا ہے اور اجر بھی سب سے زیادہ پاتا ہے۔

اللہ کی راہ میں

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کی توانائی، چستی اور سرگرمی دیکھی تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کاش اس کی یہ سرگرمی سب اللہ کی راہ میں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے، اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کے لیے تگ و دو کر رہا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر ریاکاری اور نام ونمود کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہے تو وہ شیطان کے لیے ہے۔

(صحیح الجامع، ۲/ ۸، سنن کبریٰ، ۹/ ۲۵)

نیکی کے پلڑے میں سب سے وزنی چیز

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَوَّلُ مَا یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْعَبْدِ نَفَقَتُهٗ عَلٰی اَهْلِهٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مسلمان کی نیکی کے پلڑے میں جو چیز سب سے پہلے رکھی جائے گی وہ نفقہ ہے جو اس نے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

(الترغیب والترہیب، ۲/ ۶۸۹)

گھر والوں پر تنگی کرنے والا...... بدترین انسان ہے

سرکار دوعالم، نور مجسم ﷺ نے فرمایا:

شَرُّ النَّاسِ الْمُضَیِّقُ عَلٰی اَهْلِهٖ

اپنے اہل وعیال پر تنگی کرنے والا بدترین انسان ہے۔

تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ تنگی کرنے والا کیسے تنگی کرتا ہے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد گھر میں داخل ہوتا ہے اس کی بیوی ڈر جاتی ہے اس کے بچے بھاگ جاتے ہیں اس کے نوکر غلام بھی

سہم جاتے ہیں اور جب وہ گھر سے نکل جاتا ہے تو اس کی بیوی ہنسنے لگ جاتی ہے (جیسے اس پر سے مصیبت ٹل گئی ہے) اور اس کے بچے اور نوکر غلام خوش ہو جاتے ہیں۔(المعجم الأوسط،۹/۳۶۹)

آدمی کا سب سے بڑا گناہ......اہل و عیال کی روزی کو ضائع کرنا

اللہ کے پیارے رسول نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی آدمی کا یہی گناہ بہت بڑا ہے کہ جن لوگوں کا خرچ کا وہ ذمہ دار ہے ان کی روزی ضائع کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب: الزکاۃ، الرقم:۹۹۶)

درسِ عبرت

انسان کو مال سے بہت محبت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ یہی مال انسانوں میں محبت بڑھا دیتا ہے......رشتہ داریاں جوڑ دیتا ہے......دلوں کو قریب کرتا ہے۔

بیوی پر خرچ کرنے سے کسی اعتبار سے بھی بندے کو نقصان نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ بیوی کے پاس کوئی چیز ہوگی تو وہ گھر میں ہی استعمال ہوگی اور بیوی اس اعتبار سے خوش رہے گی کہ یہ چیز میں نے خریدی ہے۔ کنجوس مرد بیوی کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ گھر میں اگر تنگدستی ہو تو الگ بات ہے۔ ایسی صورت میں بیوی کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ شوہر کی جیب میں پیسے نہیں ہیں۔ لیکن مال ہونے کے باوجود بھی اگر وہ اہل و عیال خرچ نہیں کرتا تو یہ غلط بات ہے۔ اگر بندہ چوری چھپے کھائے......ہوٹلوں میں جائے......اپنے لیے آسانی چاہے اور بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی بجائے مال پر سانپ بن کر بیٹھا رہے تو پھر بیوی کے دل سے شوہر کی محبت نکل جاتی ہے اور حالات اس حد تک کشیدگی اختیار کر لیتے ہیں کہ گھر برباد ہو جاتا ہے۔

مال حرام سے بچانا (تیسرا حق)

انسان اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تگ و دو کرتا ہے اور بیوی بچوں کی خواہشات کی تکمیل کے لیے مال و دولت اکٹھا کرنے کے لیے جائز و ناجائز تمام ذرائع اختیار کرتا ہے۔ دن بدن بڑھتی ہوئی ضروریات حلال و حرام میں فرق ختم کرنے کا سبب بن جاتی ہیں اور انسان اپنے اہل وعیال کا نفقہ پورا کرنے کے لیے حرام طریقے سے مال کمانے کی کوشش کرتا ہے مگر کوئی شخص جتنا بھی مال کمالے، ایک دن ایسا آئے گا کہ اسے یہ سارا مال دنیا میں ہی چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے جانا ہوگا کیونکہ کفن میں تھیلی ہوتی ہے نہ قبر میں تجوری، پھر قبر کی نیکیوں کا نور روشن کرے گا نہ کہ سونے چاندی کی چمک دمک! آج کا صاحب مال کل کنگال اور آج کا کنگال کل مالا مال ہوسکتا ہے، پھر مال حرام جیسی ناپائیدار شے کی وجہ سے اپنے اللہ رب العزت کو کیوں ناراض کیا جائے! اس لیے ہمیں چاہیے کہ آج اور ابھی اپنے مال واسباب پر غور کریں کہ خدانخواستہ کہیں اس میں حرام تو شامل نہیں، اگر ایسا ہو تو فوراً توبہ کرلیں اور حرام مال سے جان چھڑا لیں اور اگر حرام مال خرچ ہو چکا ہے تو بھی توبہ کیجیے۔

مال حرام...... جہنم میں لے جاتا ہے

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جسم کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہے وہ جنت نہ جاسکے گا بلکہ ہر وہ جسم

جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی وہ دوزخ کا زیادہ حقدار ہے۔

(مسند امام احمد، ۲/ ۳۰۳، شعب الایمان، (۵۷۶۲)، مشکوۃ شریف، ص: ۲۴۲، مستدرک حاکم، ۴/ ۴۲۲)

بیوی کے زیادہ مطالبات...... خاوند کو حرام کمانے پر مجبور کرتے ہیں

اگر بیوی کے مطالبات میں اعتدال ہوگا...... مطالبات محدود ہوں گے تو شوہر کی تنگ و دو کم ہوگی اور اگر مطالبات اور خواہشات کا سلسلہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا تو پھر خاوند اس کے مطالبات پورے کرنے کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے گا...... جرائم کے راستے پر چل پڑے گا...... رشوت لینے لگ جائے گا۔

بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر کی جائز آمدنی کے اندر رہ کر گزارہ کرے، چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے۔ کار...... کوٹھی...... بینک بیلنس...... اور بانڈز کے چکروں میں نہ پڑے۔ کیونکہ یہ چیزیں آسائش کا سامان تو ہیں مگر سکون دینے کے قابل نہیں۔ مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اگر ایسا ہوتا تو پیغمبروں اور ولیوں کو اس سے دور نہ رکھا جاتا۔ اصل دولت تو صرف سکون ہے۔

حرام کھانے والے کی عبادت...... اسے فائدہ نہیں دیتی

حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب کوئی نوجوان عبادت میں مصروف ہوتا ہے تو شیطان اپنے (ساتھیوں اور) مددگاروں سے کہتا ہے دیکھو اس کا کھانا کہاں سے آتا ہے۔ اگر اس کا کھانا ناجائز و حرام ہو تو وہ کہتا ہے اسے چھوڑ دو۔ اپنے کو تھکائے اور مشقت کرے۔ تمہاری ذمہ داری وہ خود پورا کر رہا ہے کیونکہ اس کی عبادت حرام کھانے کی موجودگی میں اسے نفع نہیں دے گی۔ اور اس بات کی تائید صحیح حدیث میں مروی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کا کھانا حرام، پینا حرام اور لباس حرام

ہے اور اسے غذا بھی حرام سے ملتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(الترغیب والترہیب، ۲/۵۴۶)

حرام کھا کر...... اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو

اللہ رب العزت نے کائنات کو تخلیق کیا تو ہر ایک کو رزق دینے کا بھی بندوبست کیا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا نظام ہے:

اپنے کو بھی دیتا ہے — پرائے کو بھی دیتا ہے
ماننے والے کو بھی دیتا ہے — نہ ماننے والے کو بھی دیتا ہے
حرام کھانے والے کو بھی دیتا ہے — حلال کھانے والے کو بھی دیتا ہے
جھوٹ بول کر کمانے والے کو بھی دیتا ہے — سچ بول کر کمانے والے کو بھی دیتا ہے
رشوت دینے والے کو بھی دیتا ہے — حلال پر گزارہ کرنے والے کو بھی دیتا ہے
نظام اس کا سارا چلتا ہے۔

ایسے رب کے حکم کو نہ ماننا اور اس کی اطاعت نہ کرنا...... رزق حلال چھوڑ کر رزق حرام کمانا...... بہت بڑی زیادتی، بہت بڑی ہلاکت اور بہت بڑا ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ہم ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

جب رات دن اکٹھے نہیں ہو سکتے...... تو حرام وحلال اکٹھا کیوں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ.

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ کوئی اس بات کی پرواہ نہ کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام۔

(صحیح بخاری، کتاب: البیوع ۲/۷، الرقم: ۲۰۵۹)

دعوتِ فکر

آج وہ وقت ہے کہ جب لوگ مال حاصل کرتے وقت یہ پرواہ نہیں کرتے کہ آیا وہ مال حلال ہے یا حرام۔ کیونکہ ہر طرف نفس پرستی کا بازار ہے...... خواہشات کی بھرمار ہے...... شیطان کی للکار ہے۔

کوئی کم تولتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی رشوت لیتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی چوری کرتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی ڈاکہ ڈالتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی ملاوٹ کرتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی عزت بیچتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی دھوکہ دیتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی نماز چھوڑتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا
کوئی سنت چھوڑتا ہے — تو پرواہ نہیں کرتا

آخر کیوں؟

جب دن اور رات — جمع نہیں ہوسکتے
سچ اور جھوٹ — جمع نہیں ہوسکتے
خیر اور شر — جمع نہیں ہوسکتے

تو پھر حلال اور حرام کو جمع کیوں کیا جارہا ہے......؟

علیحدہ رہائش (چوتھا حق)

بیوی کا یہ حق ہے کہ شوہر اس کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست (Arrange) کرے۔ جس میں شوہر کا کوئی عزیز نہ رہتا ہو۔ تا کہ وہ کسی کی مداخلت کے بغیر مکمل خلوت محسوس کرے۔ بیوی چاہے تو سسرال والوں کے ساتھ مل جل کر بھی رہ سکتی ہے۔

ایک ہی عمارت میں کئی خاندان رہتے ہیں۔ تو اس میں بیوی کی رہائش کے لیے کچھ کمرے مخصوص کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کا کوارٹر یا Portion اس کے اختیار میں ہو۔ اور اس کے سوا کسی اور کو اس میں دخل اندازی کی اجازت نہ ہو۔ سسرال والوں کو قطعاً یہ حق نہیں کہ وہ اس کے کمرے میں بغیر اجازت کے داخل ہوں۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ شوہر اپنا یہ فرض ادا نہیں کر پاتے اور اپنے والدین کی خواہش پر ایک ہی گھر میں مل جل کر رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ والدین کا خیال ہوتا ہے کہ اکٹھے رہنے سے اخراجات کم ہوں گے اور گھر کی حفاظت بہتر طور پر ہو سکے گی۔ مگر اس کی وجہ سے ان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی بہو کے اس حق پر ڈاکہ ڈالیں جو اسے شریعت نے دیا ہے۔

شوہر کو چاہیے کہ وہ شریعت کے قوانین اور ضابطہ اخلاق کی پابندی کرے اور ایسا راستہ اختیار کرے جس سے بیوی کے حقوق تلف نہ ہوں۔

اکٹھے رہنے کے نقصانات

اکٹھے رہنے کے فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ لیکن آج کل نقصانات زیادہ سامنے آ رہے ہیں اکٹھے رہتے ہوئے ہر آئے دن لڑائی ہوتی ہے، دل میل سے بھر

جاتے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کی غیبت، چغل خوری میں لگا ہوتا ہے۔ خاندان اور بچوں کا مستقبل (Future) تباہ ہو رہا ہوتا ہے۔ معصوم جانوں کو اخلاقی اور دماغی صدموں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

چند ایک نقصانات کی نشاندہی درج ذیل ہے۔

(1) بداعتمادی

آج کل عموماً بہو ساس کو ماں نہیں سمجھتی...... ساس بہو کو بیٹی نہیں سمجھتی جس کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر شروع ہونے والے جھگڑے بڑے بڑے تنازعات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جس سے میاں بیوی دونوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ سارے گھر کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ نہ دنیا کا کوئی کام صحیح طرح ہو سکتا ہے، نہ دین کا۔

(2) نفسیاتی بیماریاں

جب گھر میں ہر وقت جھگڑے ہوتے رہیں...... نااتفاقیاں بڑھتی جائیں...... گلے شکوے طول پکڑتے جائیں تو پھر گھر کا ماحول ایسا ناخوشگوار ہوتا ہے کہ انسان کو طرح طرح کی جسمانی، اعصابی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ گھر کے افراد میں چڑ چڑا پن آ جاتا ہے اور وہ اپنے غصے کو معصوم بچوں پر نکالتے ہیں۔ ساس سے لڑائی ہو جائے تو ماں اس بات کا غصہ بھی اپنے بچوں پر نکالے گی ان کو برا بھلا کہے گی۔ ان کو بددعائیں دے گی بعض اوقات یہ بددعا بچے کی دنیا اور آخرت تباہ کر دیتی ہے۔

(3) بے پردگی

ایک گھر میں مل جل کر رہنے سے پردے کا مکمل اہتمام مشکل ہو جاتا ہے۔ اور

بے پردگی کے آثار زیادہ ہوتے ہیں عموماً گھر میں دیور، بھی ہوتے ہیں۔ اور پھر دیور کے ساتھ خوب ہنسی مذاق بھی ہوتا ہے۔ اور پھر کھانا پینا بھی ایک ساتھ ہوتا ہے۔ گھر میں غیر محرم کی موجودگی اور اس کے خطرات کے متعلق ایک عبرت آموز واقعہ پڑھیے۔

ایک ٹیکسی ڈرائیور معمول کے مطابق ٹیکسی لے کر نکلا۔ سواری کے انتظار میں تھا۔ مغرب کا وقت ہوا جاتا تھا کہ برقع میں ملبوس ایک عورت نے ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ اس نے ٹیکسی روک لی۔ عورت نے کہا کہ فوری طور پر ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لے چلو، میں زچگی کی حالت میں ہوں۔ اس نے ٹیکسی دوڑائی اور فوری طور پر ہسپتال پہنچ گئے۔ عورت نے کہا کہ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ نرسیں اس کو لیبر وارڈ میں لے گئیں۔ ادھر ہسپتال کے ایک ملازم نے ڈرائیور سے پوچھا کہ اس کا ایڈریس اور فون نمبر کیا ہے۔ اس نے اس کو معمول کا معاملہ سمجھا کیونکہ وہ مریضہ کو لے کر آیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنا فون نمبر دے کر چلا آیا۔

رات کے وقت اسے ہسپتال سے فون آیا کہ تمہارے ہاں بیٹا ہوا ہے، لہٰذا فوری طور پر ہسپتال آؤ۔ اس نے جواب دیا کہ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میری ایک ہی بیوی ہے جو گھر میں ہے۔ ہسپتال کے ملازم نے کہا کہ کوئی بات نہیں، تم ایک مرتبہ آؤ تو سہی تمہارا آنا نہایت ضروری ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی ڈرائیور ہسپتال پہنچ گیا اور جا کر میڈیکل سٹاف سے جھگڑا شروع کر دیا کہ تم لوگوں نے مجھ پر نہایت ہی گھٹیا الزام لگایا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری بیوی کو پتہ نہیں چلا ورنہ گھر میں قیامت برپا ہو جاتی کہ میں نے ایک اور شادی کی ہوئی ہے۔ میرے بیوی بچے کیا سوچیں گے۔

ملازمین نے کہا کہ ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں، جس عورت کو تم ٹیکسی میں لے

کر آئے تھے۔ اس سے جب پوچھا گیا کہ تمہارا خاوند کون ہے تو اس نے تمہارا نام لیا۔ بچے کی پیدائش کے بعد بھی عورت نے یہی کہا کہ اس بچے کا باپ ٹیکسی ڈرائیور ہے اور وہی مجھے ہسپتال چھوڑ کر گیا ہے۔

نوجوان کہنے لگا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ بالکل بہتان ہے۔ یہ تو گھر بیٹھے مصیبت میرے گلے آ پڑی ہے۔ کسی نے بالکل درست کہا کہ مصیبتیں اس حال میں تمہارے پاس آئیں گی کہ تم اطمینان سے سو رہے ہو گے۔

بہر حال اس کی ہسپتال کے عملے کے ساتھ بحث جاری تھی کہ اچانک اس کو خیال آیا کہ اگر تمہیں میری سچائی پر یقین نہیں تو ایسا کرو کہ نومولود اور میرے خون کا (D.N.A) ٹیسٹ لے لو۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ بچہ میرا ہے یا کسی اور کا ہے۔

ڈاکٹروں کے لیے اس معاملے کی تصدیق ضروری تھی، لہٰذا انہوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور اس کے خون کا نمونہ لے لیا۔ اب وہ ٹیکسی ڈرائیور مسلسل دعائیں کرتا رہا کہ الٰہی! اس آزمائش کی گھڑی میں میری مدد فرمانا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر نتیجہ لے کر آیا اور کہنے لگا: نوجوان! ہم معذرت خواہ ہیں، خواہ مخواہ تمہارا وقت ضائع کیا ہے۔ آپ کے خون کی تشخیص سے یہ بات سامنے آ گئی ہے کہ واقعی یہ آپ کا بچہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ باپ بننے کے قابل ہی نہیں کیونکہ آپ مکمل طور پر بانجھ ہیں۔

اب حیران اور پریشان ہونے کی باری اس نوجوان کی تھی۔ یہ خبر اس پر بجلی بن کر گری تھی۔ وہ بولا: تمہاری یہ بات تو پہلی بات سے بھی زیادہ سخت ہے۔ میں کئی سالوں سے شادی شدہ ہوں اور میرے چھ بچے ہیں، اور تم مجھے بانجھ ہونے کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہو۔ یقیناً تمہاری لیبارٹری رپورٹ بے کار ہے۔ ڈاکٹر نے اس کی رپورٹ کو عمیق نگاہوں سے دیکھا اور کہا کہ نوجوان! ہماری رپورٹ درست

ہے مگر کوئی بات نہیں ہم دوبارہ ٹیسٹ لے لیتے ہیں۔ ٹیسٹ دوبارہ ہوا اور ڈاکٹروں نے حتمی فیصلہ دیا کہ جس شخص کا یہ خون ہے وہ کبھی باپ نہیں بن سکتا۔

مگر میرے چھ عدد بچے اور ڈاکٹروں کا یہ دعویٰ کہ میں باپ ہی نہیں بن سکتا! وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ پھر وہ حقائق کی دنیا میں آیا، غور وفکر کیا۔ جانچ پڑتال شروع کی۔ گھر کے ماحول پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کی بیوی یقیناً خائن ہے۔ مگر یہ ڈاکہ ڈالنے والا کون ہے؟

اب اور ایک تلخ حقیقت اس کے سامنے کھڑی تھی، اس کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کا حقیقی بھائی، اس سے عمر میں چھوٹا، جس کو وہ اولاد کے برابر جگہ دیتا تھا۔ اس کے گھر میں شروع سے مقیم تھا۔ اس نے موقع سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اپنی بھابھی کے ساتھ...... ہاں اس کی بیوی کے ساتھ...... کئی سالوں سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ اور پھر شدید دباؤ کے بعد اس کی بیوی اور بھائی نے ان ناجائز تعلقات کا اعتراف کر لیا۔

درسِ عبرت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ (پ:۱۳، ابراہیم:۴۲)

ظلم کرنے والوں کے کرتوتوں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھو۔ وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

اس جرم کے حقیقی مجرم وہ دونوں تھے۔ مگر شوہر بھی اس میں برابر کا حصہ دار تھا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی طرف توجہ نہ دی۔

گھر میں تمام غیر محرم کے ساتھ رہنے کے بہت سے نقصانات ہیں۔ پردے کے بارے میں بالخصوص خیال رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تنہائی میں ان خطرات کا اندیشہ اور بھی بڑھ جاتا ہے جیسے کہ مذکورہ واقعہ میں آپ نے پڑھا اور عبرت کے مدنی پھول حاصل کیے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! أَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوَ الْمَوْتُ۔

تم لوگ تنہائی میں عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک آدمی نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول دیور کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دیور تو (عورت کے حق میں) موت ہے۔'' (عربی لغت میں شوہر کے بھائی اور اس کے قریبی رشتہ دار کو ''الحمو'' کہتے ہیں)۔

(بخاری، الرقم: ۵۲۳۲، مسلم: ۲۱۷۲)

جس طرح کوئی شخص

پریشانی سے بچنے کی	کوشش کرتا ہے
مصیبت سے بچنے کی	کوشش کرتا ہے
تباہی سے بچنے کی	کوشش کرتا ہے
آگ سے بچنے کی	کوشش کرتا ہے

اسی طرح سے عورت کو بھی غیر محرم سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور گھر میں موجود دیور، جیٹھ وغیرہ سے پردے کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔

(4) انتظام زیادہ......فکریں زیادہ

گھر میں جتنے زیادہ افراد ہوں گے، فکریں بھی اتنی ہی زیادہ ہوں گی مثلاً ان

کی بیماری پر...... بچے کی ولادت پر...... شادی...... غمی...... غرض ہر موقع پر فکریں اور پریشانیاں معمول سے زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس لیے علیحدہ رہائش میں جب انتظام کم ہوں گے تو فکریں بھی کم ہوں گی۔

(5) رشتے ایسے ٹوٹتے ہیں کہ...... پھر جڑنے کا نام نہیں لیتے

جب ساس بہو یا نند بھابھی یا دیورانی، جٹھانی کے جھگڑے طول پکڑ جاتے ہیں تو عموماً بہو میکے چلی جاتی ہے اور اپنے لیے الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہیں۔ پھر خاوند کو اس بات کی بھی فکر ہوتی ہے کہ وہ اپنی ماں کی سنے یا پھر بیوی کی اور پھر بچوں کی پرورش کے لیے بیوی کو واپس لانا بھی ضروری ہوتا ہے تو اس صورت میں دلوں میں جب نفرتیں پروان چڑھ جاتی ہیں تو لڑائی جھگڑے کے بعد الگ رہائش ملنے پر بہو دوبارہ ساس کو بلانا پسند نہیں کرتی...... نند اپنی بھابھی سے نفرت کرنے لگتی ہے تو اگر صلح صفائی کے ساتھ ہی ماں نے بیٹے کو الگ رہائش کی اجازت دی ہوتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔

(6) حسد اور احساس کمتری

ایک ہی گھر میں جب سارے بھائی رہتے ہوں تو ان کی اولادیں بھی اسی ایک گھر میں رہتے ہیں تو اگر ایک بھائی کے بچوں کا رنگ کالا ہو اور دوسرے بھائی کے بچوں کا رنگ سفید ہو تو دادا، دادی یا چچا چچی کی یا پھوپھیوں کی طبعاً رغبت کسی ایک طرف زیادہ ہوگی جس کی وجہ سے باقی بچے نظر انداز (Ignore) ہونے کی وجہ سے احساس کمتری محسوس کریں گے یا پھر حسد کی آگ میں ایک دوسرے کے لیے برا سوچیں گے جس سے گھر کا ماحول خراب ہوگا۔

ان خرابیوں کے علاوہ بھی نقصانات ہیں تو عقلمند وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان

خرابیوں سے بچنے کے لیے شروع سے ہی بہتر انتظامات کریں۔اور گھر کے ماحول کو خوشگوار بنا کر اپنے عزیز و اقارب بہن بھائیوں کو محبت کا پیغام دیں۔

﴿دینی تعلیم دینا (پانچواں حق)﴾

خاوند کا یہ فرض ہے کہ اگر اس کی بیوی دینی امور اور مسائل سے ناواقف ہے تو اس کو آگاہ کرے...... اس کو دینی تعلیم سکھائے...... اس کو دینی مجالس میں بھیجے...... اور ایمانیات...... صفات الٰہیہ...... اسماء الحسنیٰ...... ارکان اسلام...... حلال و حرام کے اصول و احکام...... عبادات کے احکام...... اول وقت میں نماز پڑھنے کی تلقین...... اور دیگر عبادات کی ترغیب دے۔ اس کو بغض...... حسد...... کینہ...... غیبت...... چغلی...... دروغ گوئی...... سب و شتم جیسے امراض سے محفوظ رہنے کے لیے اخلاقی تعلیمات سکھائے۔

نماز کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط (پ:۱۶، طٰہٰ:۱۳۲)

اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں اور اس پر ثابت قدم رہیں۔

درسِ عبرت

اے میرے بھائی! اگر تیری بیوی، بچوں کو نماز نہیں آتی...... ارکان اسلام سے شناسائی نہیں...... طہارت اور پاکیزگی کے احکامات کا نہیں پتہ...... شریعت اسلامیہ سے واقفیت ہی نہیں...... حلال و حرام کی پہچان نہیں...... غلط اور صحیح میں فرق کرنا نہیں آتا...... جائز و ناجائز کی خبر نہیں ہو گی تو کل قیامت کے دن ان کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

اہل خانہ کو تعلیم دینا...... رحمت دو عالم کی سنت ہے

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔

''بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں سے (نماز) صبح پڑھ کر تشریف لے گئے اور وہ اس وقت اپنی جائے نماز میں تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت تشریف لائے، تو وہ (وہیں) بیٹھی تھیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟

میں نے جس حالت میں تمہیں چھوڑا تھا، تا حال اسی حالت میں ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے بعد (یعنی تجھ سے جدا ہونے کے بعد) چار جملے تین مرتبہ کہے ہیں:

لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمَ لَوَزَنَتْهُنَّ

اگر انہیں تمہارے آج کے (سارے) اذکار کے ساتھ تولا جائے، تو ان کا وزن زیادہ ہوگا۔

(وہ جملے یہ ہیں):

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔ (صحیح مسلم، ۴/۲۰۹۰، الرقم: ۷۹(۲۷۲۶))

درسِ ہدایت

اس حدیث پاک میں ان نادان لوگوں کے لیے شدید تنبیہ ہے جنہیں لوگوں کو تعلیم دینے کا غم کھائے جا رہا ہے۔ لیکن اپنے گھر والوں کی تعلیم و تربیت سے یکسر غافل ہیں۔ ان کے اپنے گھر میں تو جہالت کا اندھیرا ہوتا ہے اور خود وہ باہر کی دنیا کو

روشنی دینے کے لیے پریشان ہوتے ہیں۔ تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو علم کی روشنی سے روشن کرنا چاہیے۔

عورتوں کو تعلیم دینا...... سرکار کی سنت ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مرد آپ کی حدیث لے گئے (یعنی آپ سے سب کچھ مردوں ہی نے سیکھ لیا)۔ آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے ایک دن مخصوص کر دیجئے کہ ہم اس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے اس میں سے کچھ ہمیں سکھلا دیجئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ کَذَا وَ کَذَا فِیْ مَکَانِ کَذَا وَ کَذَا

فلاں فلاں دن فلاں جگہ میں اکٹھی ہو جانا۔

پس وہ عورتیں (اس مقام پر) جمع ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔

فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ

اور جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھلایا تھا، اس میں سے انہیں سکھلایا۔

(صحیح بخاری، ۲۹۲/۱۳، الرقم: ۷۳۱۰)

عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو۔ میں نے جہنم میں تمہاری تعداد سب سے زیادہ دیکھی ہے۔ ایک عقل مند خاتون نے

عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اس کی کیا وجہ ہے کہ جہنم میں ہماری تعداد زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

تم (گالی گلوچ اور) لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور رفیق حیات کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے نہیں دیکھا کہ عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود کوئی چیز عقل مند آدمی پر تم سے زیادہ غالب آتی ہو۔

اس نے کہا: اللہ کے رسول! (ﷺ) عقل اور دین کا نقص کون سا ہے؟ فرمایا: عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ یہ اس کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اور وہ (مہینے میں) کئی دن نماز نہیں پڑھتی اور رمضان میں (ان ایام میں) روزہ نہیں رکھ سکتی، یہ دین کا نقص ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن: ۴۰۰۳، صحیح مسلم، کتاب الایمان، ۲۴۱)

دین کا ایک مسئلہ سیکھنا...... سال کی عبادت سے بہتر ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَسْئَلَةٌ وَّاحِدَةٌ يَتَعَلَّمُهَا الْمُؤْمِنُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ وَخَيْرٌ لَّهُ مِنْ عِتْقِ رَقَبَةٍ

دین کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی عبادت اور غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ اور بے شک دین کا طالب علم (بشرطیکہ وہ نبیوں ولیوں کی شان میں بے ادبی کرنے والا نہ ہو) اور وہ عورت جو اپنے خاوند کی فرمانبردار ہو اور وہ لڑکا جو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہے۔ یہ تینوں جنت میں بغیر حساب پہنچ جائیں گے۔ (نزہۃ الناظرین، ص: ۱۴۸، کنز العمال: ۱۰/۱۶۰)

بیوی کی عزت نفس کا خیال رکھنا (چھٹا حق)

بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر اس کی عزت کرے اس کی عزت نفس کو مجروح نہ کرے۔ بات بات میں بیوی کی بے عزتی (Insult) نہ کرے۔

بیوی کی تعریف کریں

ہر انسان اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے۔ جب کسی کی تعریف کی جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ تعریف کرنے والے کے دل میں میری قدر ہے اور میں اس کے لیے اہمیت رکھتا ہوں۔ شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے ہر کام پر تنقید کر کے اسے بددل کرنے کی بجائے اس کی تعریف کرے۔ اور پھر تعریف کا مقصد محض ریاکاری نہ ہو بلکہ مقصد بیوی کو خوش کرنا ہوتا کہ گھر کے آنگن میں خوشیوں کی بہار آجائے...... خوشیوں کے پھول کھلنا شروع ہو جائیں...... محبت کے زمزمے بہنے لگیں۔

بیوی اپنے گھر کی دیکھ بھال کرنے میں...... سجانے سنوارنے میں...... لذیذ کھانے پکانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہے۔ تو شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے ہر اچھے کام کی تعریف کرے اور اگر کسی کام میں کوئی خرابی نظر آئے تو پھر بھی حکمت سے، اچھے اخلاق سے کسی اعتبار سے تعریف کر دے تاکہ معاملہ خود بخود سلجھ جائے۔

بیوی کو ذلیل کرنے والا کمینہ ہے

حدیث شریف میں ہے۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ مَا اَکْرَمَ النِّسَآءَ اِلَّا کَرِیْمٌ وَلَا اَھَانَھُنَّ اِلَّا لَئِیْمٌ

اے میری امت تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں (بیوی) کے

ساتھ بہتر ہے۔ اور میں تم سب سے اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہوں بیوی کی عزت کرنے والا کریم ہے اور بیوی کو ذلیل کرنے والا کمینہ ہے۔

(ترمذی شریف، ۲/۲۵۲، الترغیب والترہیب: ۳/۴۹)

بیوی کی حوصلہ شکنی نہ کرے

بیوی کی فطری طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے اچھے کاموں پر اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ خاص طور پر جب دیورانی...... جٹھانی...... نند وغیرہ کی طرف سے اس کی حوصلہ شکنی کی جا رہی ہو...... ہر وقت تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو ایسے وقت میں بیوی چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس کے کاموں کو سراہے۔ اس کی تعریف کرے تو اگر شوہر بھی بات بات پر اس کی حوصلہ شکنی کرے گا...... اس کے کسی کام کی تعریف نہیں کرے گا تو عورت کا دل ٹوٹ جائے گا اور وہ عورت اپنے آپ کو صرف ایک خادمہ سمجھے گی اور حوصلہ ختم ہونے کی صورت میں اپنی ملازمت کو خیر باد کہنا چاہے گی۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ انسان کام کی زیادتی سے اتنا نہیں تھکتا جتنا حوصلہ شکنی سے تھکتا ہے...... اس کا سارا جوش وولولہ دھرا رہ جاتا ہے...... اور اس کے اعصاب اس مستقل کی بلا معاوضہ و بلا ستائش محنت سے جواب دے دیتے ہیں۔ اس لیے شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کی حوصلہ شکنی کرنے کی بجائے اس کے حق کے مطابق اس کی تعریف کرے۔ اس کی حوصلہ افزائی کرے۔

احساس کمتری نہ ہونے دے

جب بیوی دل و جان سے گھر کے کام کاج میں مصروف ہو...... وقت پر کھانے پکائے...... وقت پر کپڑے استری کر کے کھونٹی پر لٹکا دے...... وقت پر صفائی کرے...... اور گھر میں محبت کی فضا کو برقرار رکھنے کی کوشش میں مصروف ہو تو

ایسے میں اگر شوہر اس کے سامنے ہی اس کی بجائے گھر کے دوسرے افراد یا بازاری عورتوں کی تعریف شروع کر دے اور اس کی نظر میں بیوی کی کوئی اہمیت نہ ہو اور بیوی جب اپنے آپ کو ایک کٹی پتنگ کی طرح محسوس کرنے لگے تو وہ خود کو بے بس سمجھنے لگتی ہے۔ اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور اس کے گھریلو کام کاج میں اس کی دلچسپی کم ہونے لگتی ہے آخر کار گھر کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

دل آزاری نہ کرے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

(بخاری، کتاب: الایمان، ۱/۶)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ مکمل طور پر ایمان والا بن جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی جاندار چیز کو تکلیف نہ دے۔ نہ کسی کو ہاتھ سے تکلیف دے اور نہ ہی زبان سے۔ اور نہ کسی اور انداز سے۔ عموماً لوگ زبان سے تکلیف دینا بہت معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات زبان کے زخم..... تلوار کے زخم سے بھی زیادہ گہرے اور خطرناک ہوتے ہیں۔

لہٰذا شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کی دل آزاری نہ کرے..... اگر بیوی سے کوئی غلطی ہو بھی جائے یا اس نے آپ کی طبیعت کے خلاف کوئی بات کر دی ہو تو آپ اس پر غصہ کرنے کی بجائے یہ سوچیں کہ وہ دن رات آپ کی خدمت کرتی ہے۔ دن بھر گھر کے کام کاج کرتی ہے اس کے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ تو اگر اس سے کوئی بات خلاف طبیعت ہو گئی ہے تو اس کو برداشت کرنے میں کیا حرج ہے۔

بیوی پر توجہ دیجئے

وہ شوہر جو اپنی بیوی کو وقت دیتے ہیں..... اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں

شریک ہوتے ہیں...... اس کی باتوں کو سنتے ہیں...... اس سے مشاورت کرتے ہیں...... اس کا خیال رکھتے ہیں ان کی زندگی مسرتوں سے بھری ہوتی ہے۔

شوہر کو چاہئے کہ وہ روزانہ کچھ وقت بالخصوص اپنی بیوی کے ساتھ گزارے۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھے۔ اسے تنہا ہونے کا احساس نہ ہونے دے۔ جب دونوں میاں بیوی پرسکون لہجے میں ایک دوسرے سے بات کریں گے تو گھر کی فضا بھی خوشگوار ہوگی۔

اکثر گھروں میں میاں بیوی بات چیت ہی نہیں کرتے۔ کھانے کی میز پر یا مصروفیت کے دوران جو بات چیت ہوتی ہے وہ اصل بات چیت نہیں۔ بلکہ دونوں کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ مل بیٹھ کر بات چیت کریں۔ اس دوران ان کو اور کوئی مصروفیت نہ ہو۔ اس طرح شوہر کی توجہ اپنی بیوی پر ہوگی اور دونوں کے دل کی کھٹک اور شکایات کا ایک دوسرے کے سامنے آ کر حل آسان ہو جائے گا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ بیوی کا موڈ خوشگوار رہے گا جس سے گھر کا ماحول بھی خوشگوار اور پرسکون ہو گا۔

بے صبری سے بچیئے

انسان کو مختلف قسم کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

کبھی آزمائش جسم و جان سے آتی ہے
کبھی آزمائش اولاد سے آتی ہے
کبھی آزمائش والدین سے آتی ہے
کبھی آزمائش عزیز و اقارب سے آتی ہے
کبھی آزمائش دوست و احباب سے آتی ہے
کبھی آزمائش بہن بھائیوں سے آتی ہے

کبھی آزمائش بیوی سے آتی ہے

کامیاب ترین شخص وہ ہوتا ہے جس میں صبر کی خصوصیت اور عادت موجود ہو۔ اس کے اندر بدلہ لینے...... غصہ کرنے...... اور انتقام لینے کے جذبات پیدا نہ ہوں۔

زندگی میں مشکلات اس وقت پیش آتی ہیں جب انسان بے صبری...... جلد بازی...... شدت پسندی کا مظاہرہ کرے۔ اگر شوہر کے اندر صبر کی صفت موجود ہوگی تو وہ کبھی بھی اپنی بیوی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرے گا۔ صبر و برداشت کی برکت کیا ہے؟ آیئے پڑھیئے دلچسپ واقعہ۔

شیر خدمت کرتا رہا

ایک نیک شخص کا ایک بھائی تھا۔ اور وہ بھی نیکوکار تھا۔ یہ ہر سال اس کی ملاقات کے لیے جاتا تھا۔ چنانچہ یہ اس کی ملاقات کے لیے آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کی بیوی نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا میں تمہارے خاوند کا بھائی ہوں۔ اس کی ملاقات کے لیے آیا ہوں۔ عورت نے کہا وہ لکڑیاں لانے گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے واپس نہ لائے، نہ سلامت رکھے اور اسے یوں کرے، یوں کرے۔ وہ مسلسل اس کی مذمت کرتی رہی۔

چنانچہ وہ اس کے دروازے پر کھڑا ہی تھا کہ وہ شخص پہاڑ کی طرف سے آیا۔ اور اس نے لکڑیوں کا گٹھا شیر کی پیٹھ پر رکھا ہوا تھا۔ جس کو وہ اپنے سامنے چلا رہا تھا۔ اس نے اپنے آنے والے مسلمان بھائی کو سلام اور خوش آمدید کہا اور گھر میں داخل ہوگیا۔ لکڑیاں بھی اندر لے گیا اور شیر سے کہا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ پھر اپنے مسلمان بھائی کو اندر لے گیا اور اس کی بیوی اسی پہلی حالت پر تھی۔

وہ اس کی برائی بیان کر رہی تھی اور یہ شخص اسے کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کے ساتھ کچھ کھایا پھر اس کو رخصت کر دیا۔ مہمان بھائی کو اس شخص کے صبر پر تعجب ہو رہا تھا کہ اس نے کس طرح اپنی بیوی کی بات برداشت کی۔

راوی کہتے ہیں جب دوسرا سال آیا تو اس کا وہ (مسلمان) بھائی حسب معمول اس کی ملاقات کے لیے آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو عورت نے پوچھا دروازے پر کون ہے؟ اس نے کہا میں تمہارے خاوند کا فلاں بھائی ہوں۔ اس عورت نے کہا آپ کا آنا مبارک ہو۔ بیٹھئے۔ انشاء اللہ میرا خاوند عنقریب خیر و عافیت کے ساتھ آئے گا۔

راوی کہتے ہیں اس شخص کو اس عورت کی اچھی گفتگو اور ادب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں اس کا بھائی آیا جس نے اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھا رکھی تھیں۔ اس کو اس پر بھی تعجب ہوا۔ وہ آیا سلام کیا اور گھر کے اندر خود بھی داخل ہوا اور مہمان کو بھی لے گیا۔ عورت نے دونوں کے لیے کھانا حاضر کیا اور ان دونوں کو بڑے نرم لہجے میں بلاتی تھی۔

جب اس نے جدائی کا ارادہ کیا تو کہا اے میرے بھائی میں جو کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اس کا مجھے جواب دو۔ اس نے کہا میرے بھائی کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں گزشتہ سال آیا تو تیری بیوی سخت لہجے میں کلام کر رہی تھی۔ اس نے ادب کا بہت کم مظاہرہ کیا اور تمہاری مذمت بہت زیادہ کی اور تجھے دیکھا کہ تو پہاڑ سے لکڑیاں شیر پر رکھ کر لا رہا تھا اور وہ تیرے سامنے مسخر تھا۔ اور اس سال تیری بیوی کو دیکھا کہ وہ نرم لہجے میں گفتگو کرتی ہے، تیری مذمت بھی نہیں کرتی اور یہ بھی دیکھا کہ تو لکڑیاں خود اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟

اس شخص نے جواب دیا اے میرے بھائی! میری وہ بیوی فوت ہو گئی ہے۔

میں اس کی بداخلاقی پر صبر کرتا تھا۔ میں اس کے ساتھ نہایت سختی اور تکلیف کے دن گزار رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے شیر کو مسخر کر دیا جس کو تم نے دیکھا کہ وہ میری لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہے اور یہ میرے صبر اور تکلیف برداشت کرنے کی وجہ سے تھا۔

جب سے میں نے اس نیک عورت سے شادی کی ہے تو میں اس کے ساتھ آرام میں ہوں لیکن وہ شیر مجھ سے چلا گیا اور میں اس مبارک اطاعت گزار عورت سے آرام پانے کی وجہ سے خود لکڑیاں اٹھا رہا ہوں۔

(علامہ محمد بن احمد ذہبی، کتاب الکبائر (اردو) ص: ۳۰۳)

حسن معاشرت (ساتواں حق)

اسلامی معاشرے کی بنیادی اکائی، خاوند بیوی اور بچے ہوتے ہیں۔ ایک خاندانی نظام میاں بیوی اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ زندگی خوشگوار طریقے سے گزارنے کے لیے ان افراد میں باہمی تعاون کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد ان افراد کے تعلقات کی بہتری پر ہے۔ خاوند کو چاہیئے کہ وہ عورت کی عزت کرے...... اسے اپنی محبوبہ بنا کر رکھے...... اس کے سامنے اس کے گھر والوں کو اچھے الفاظ میں یاد کر کے اس کو عزت بخشے...... ان کے پاس آتا جاتا رہے...... مختلف مواقع اور تقریبات پر ان کو دعوت دے۔

اس کی بات توجہ سے سنے...... اس کی رائے کا احترام کرے...... تحمل مزاجی سے کام لے...... مختلف مواقع پر تحائف دیتا رہے...... اس کی خوشنودی حاصل کرے کیونکہ بیوی سے حسن سلوک کا فائدہ سب سے پہلے خاوند کو ہی ہو گا۔

حکم خداوندی

اللہ تعالیٰ نے شوہر کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ نہ کسی خاص عمر کی قید رکھی ہے اور نہ کسی خاص حالت کی...... بلکہ جوانی میں بھی حسن سلوک کرو...... بڑھاپے میں بھی حسن سلوک کرو...... بیوی حسین وجمیل ہو پھر بھی حسن سلوک کرو......اور حسن وجمال ظاہری سے محروم ہو پھر بھی حسن سلوک کرو...... وہ ڈھیروں مال لے کر آئے یا خالی ہاتھ آئے......اس کے رشتہ دار بااثر ہوں یا کمزور ہوں ہر حال میں اس سے حسن سلوک کرو۔ وہ عزت رکھتی ہے......شوہر کی آمدنی پر حق رکھتی ہے......حیثیت ومرتبہ رکھتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (پ:۴، النساء:۱۹)

اوران کے ساتھ اچھے طریقے سے برتاؤ کرو۔

اسلام نے عورت کو بیوی کی حیثیت سے بہت سے حقوق سے نوازا ہے۔ مثلاً حسن معاشرت......تفریح......دل بستگی کے مواقع فراہم کرنا......معاشی تحفظ...... ازدواجی معاملات میں عدل اور توازن۔

نکاح میاں بیوی کے درمیان ایک عہد ہوتا ہے کہ وہ احکام الٰہی کے تحت خوش گوار ازدواجی تعلقات قائم رکھیں گے، اسی کو حسن معاشرت کہتے ہیں۔

کامل ایمان والا کون؟

ایمان وہی قابل ستائش ہے جو کامل ہو۔ نامکمل چیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ دنیا میں انسان اپنی کسی چیز کو نامکمل نہیں رکھنا چاہتا اور نہ ہی ایسا ہونا پسند کرتا ہے تو پھر ایمان نامکمل کیوں ہو؟ ایمان کی تکمیل کے لیے حدیث پاک میں ہے کہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ مِنْ أَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا، أَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُھُمْ بِأَھْلِہٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومنین میں کامل ایمان والا شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جو اپنی بیوی پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔

(جامع ترمذی،۲/۸۹)

درسِ ہدایت

اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے انسان کے اچھے اور برے اخلاق کا معیار بیوی سے سلوک کو قرار دیا ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ شوہر صرف اسی وقت اپنی بیوی سے حسن سلوک کرتا ہے جب وہ گھریلو کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹائے...... اس کے آرام اور راحت کا خیال رکھے...... گھریلو معاملات میں اس کو ساتھ لے کر چلے...... اس کے مشوروں کو اہمیت دے۔ لیکن اس سب کے علاوہ بھی بیوی کا کوئی حق ہے کہ

وہ رفیقہ حیات بن کر تمہارے گھر آئی ہے...... وہ تمہاری راز دار ہے...... تمہاری مخلص دوست ہے...... تمہارے بچوں کی ماں ہے...... وہ تمہاری جلوت اور خلوت کی ساتھی ہے...... وہ تمہاری عزت ہے...... وہ تمہارا لباس ہے...... وہ تمہیں گناہوں سے بچانے کا ایک محفوظ قلعہ ہے...... وہ تمہارا نصف ایمان ہے...... وہ افلاس تنگدستی...... غربت...... دکھ درد اور تکلیف میں بھی تمہارا ساتھ دینے والی ہے...... وہ تمہارے تمام کمالات اور تمام عیوب سے واقف ہے...... اور تمہارے سکون حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے...... اس لیے وہ تمہارے حسن سلوک کی ہر حالت میں حقدار ہے۔

بیوی کو پانی پلانے کا اجر و ثواب

اِذَا سَقَى الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ الْمَآءَ اُجِرَ

اگر خاوند اپنی بیوی کو پانی پلائے تو اس پر بھی اس خاوند کو اجر و ثواب عطا ہوگا۔

(الترغیب والترہیب، ۳/۶۴)

درسِ ہدایت

اس سے وہ حضرات سبق حاصل کریں جو گھر میں ساری خدمات بیوی پر ہی ڈال دیتے ہیں حتیٰ کہ پانی پینا ہو تو خود نہیں پیتے بلکہ بیوی ہی پلائے۔

امت کے والی صلی اللہ علیہ وسلم تو گھر کے کام کاج خود کرتے تھے...... بازار سے سودہ سلف لا دیتے تھے...... اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے تھے...... اگر کبھی بیوی بیمار ہو...... فارغ نہ ہو...... پریشان ہو...... مصیبت میں ہو...... تو گھر کے کام کاج کر لینے چاہئیں کہ اس پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔

تحائف دیجئے...... خوشیاں پایئے

تحفہ لینا اور دینا ایک خوش کن فعل ہے شوہر کو چاہئے کہ وہ مختلف موقعوں پر بیوی بچوں کو تحفے دیتا رہے۔ کیونکہ لباس...... جوتے...... کھانا پینا یہ ساری چیزیں تو ویسے بھی شوہر کے ذمے ہیں لیکن اگر تھوڑی سی تبدیلی کر کے وہ یہ چیزیں تحائف کی صورت میں دے گا تو خوشیاں ہی خوشیاں پائے گا۔

وہ بیوی جو سارا دن گھر کے کام کاج خوشی خوشی کرتی رہتی ہے...... بچوں کو سنبھالتی ہے...... جب شوہر دن بھر کا بھوکا تھکا ہارا گھر آئے تو اس کے ہاتھ سے سامان لیتی ہے...... اس کو پانی کا گلاس دیتی ہے...... سالہا سال سے شوہر کے غم و خوشی کے ایام گزار رہی ہوتی ہے۔

جب اسے عید کے دن یا کسی خاص موقع پر شوہر کی طرف سے محبت بھرا تحفہ مل جائے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ اور بیوی کے دل میں شوہر کی محبت پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

ظلم نہ کرنا (آٹھواں حق)

انسان اگر گھر میں بے جا سختی کرتا رہے تو وہ گھر قید خانہ بن جاتا ہے اور بیوی ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتی ہے...... وہ اپنے عزیز و اقارب کے ہاں نہیں جا سکتی...... اپنے محرم رشتہ داروں سے بھی زیادہ بات نہیں کر سکتی...... شوہر کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتی......

ذرا سوچئے!

اگر عورت کا اپنا گھر ہی اس کے لیے قید خانہ بن جائے اور گھر میں انتہائی جابرانہ ماحول نافذ ہو جائے تو وہ عورت کیسے اپنے شوہر سے محبت کر سکے گی؟ ایک پرندے کو اگر قید کر کے شہد اور مکھن کھلاتے رہیں تو پھر بھی اس کی نظر پنجرے کے دروازے کی طرف ہی ہوتی ہے کہ دروازہ کھلے اور وہ آزاد ہو جائے۔ اسی طرح عورت کو قید کر کے اس سے محبت کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔

اختیارات کا ناجائز استعمال

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے...... اسے مارتا ہے...... اس کی دل آزاری کرتا ہے...... اسے گالم گلوچ کرتا ہے اور یہ سوچتا رہے کہ وہ تو شوہر ہے کچھ بھی کر سکتا ہے...... تو ایسا نہیں ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اور اسلام میں ان غیر فطری رویوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام اعتدال اور سلامتی کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات عدل کا درس دیتی

ہیں نہ کہ ظلم کا۔ ایسے بداخلاق...... بدزبان اور ظالم شوہر کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ (پ:۲، البقرہ:۲۲۶-۲۲۷)

اور ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں چار ماہ کی مہلت ہے پس اگر وہ (اس مدت میں) رجوع کرلیں تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کرلیا ہو تو بے شک اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ قطع تعلق کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ ہے۔ ورنہ اس مدت کے بعد بیوی کو طلاق دینی ہوگی۔ یا اس کے پاس جانا ہوگا۔

درسِ ہدایت

بعض لوگ نہ بیوی کو خرچہ دیتے ہیں اور نہ ہی طلاق دے کر اس کو آزاد کرتے ہیں...... اس کو مارتے ہیں...... برا بھلا کہتے ہیں...... طعنے دیتے ہیں...... ذلیل و رسوا کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ کریم کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔

رحم کے بدلے...... اللہ رحم فرمائے گا

شوہر کو چاہیئے کہ وہ اپنے بیوی بچوں پر رحم کرے اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو حکمت آموز انداز میں ان کی اصلاح کرے اور اللہ کی رضا کی خاطر ان کو معاف کردے اور یہ یقین رکھے کہ اگر وہ ان پر رحم کرے گا تو اللہ رب العزت بھی

اس پر رحم کرے گا۔ کیونکہ

نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا:

اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ ۔

تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(جامع ترمذی، ا [illegible] ۱۸۲)۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر
ظلم کا حساب تم کو دینا پڑے گا
عدل ہو گا وہاں پر عدل ہو گا یہیں پر

نرم انداز گفتگو...... جنت میں لے جاتا ہے

نرم انداز گفتگو کا دنیا میں بھی فائدہ ہوتا ہے اور آخرت میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں اور ان کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آتی ہیں۔"

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول یہ (بالا خانے) کن (لوگوں) کے لیے ہیں؟

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

(۱) لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ

جو اچھی بات کرے (یعنی نرم لب و لہجے میں)

(2) وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ

اور لوگوں کو کھانا کھلائے۔

(3) وَبَاتَ قَائِمًا وَالنَّاسُ نِيَامٌ

اور اس حال میں رات گزارے کہ وہ (اللہ کی عبادت کے لیے) کھڑا ہو جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

(مستدرک حاکم، ۱/۴۵۸، الرقم: ۱۲۰۱)

درسِ ہدایت

ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اسے جنت میں جگہ ملے اور پھر صرف جگہ ہی نہیں جنت کے بالا خانے جن کی خوبصورتی یہ ہے کہ اندر ہوں تو باہر کی رونقیں دیکھ لیں اور باہر ہوں تو اندر کے نظارے دیکھ لیں تو یاد رکھیں! ایسے بالا خانے اس کو نصیب ہوں گے جو دنیا میں کسی کے ساتھ جب بات کرے تو نرم انداز میں کرے۔ اور لوگوں کو کھانا کھلائے اور اللہ کی عبادت میں رات گزارے۔

❁❁❁❁❁

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنِیْ فِیْ جَنَّاتِكَ الَّتِیْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ○

❁❁❁❁❁

(۲۶ رفروری ۲۵ ربیع الثانی ۲۰۱۴ء)

تقریباً 5 جلدیں مکمل
آلِ رسول
15 جلدیں مکمل
شرح ہدایہ
تقریباً 8 جلدیں مکمل
صحیح ابن حبان
شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirbrother786@gmail.com

الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان

جہانگیری

صحیح ابن حبان

تصنیف

امام ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی بستی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006